مُحدِّث

جامعہ سلفیہ کے پہلے ناظم اعلیٰ

مولانا عبدالوحید صاحب سلفی کی حیات و خدمات

پر

خصوصی شمارہ

دارالتالیف والترجمۃ بنارس الہند

★

عدد مسلسل ۹۶ ؛ ۹۷ ◎ جمادی الآخرۃ، رجب ۱۴۱۱ھ ◎ جنوری، فروری ۱۹۹۱ء

AsliAhleSunnet.com

ماہنامہ

مُحدّث

بنارس

شمارہ ۱/۲ / جنوری، فروری ۱۹۹۱ء

جمادی الآخرۃ، رجب ۱۴۱۱ھ / جلد ۹

جناب مولانا عبدالوحید صاحب سلفیؒ کی حیات و خدمات

پر

خصوصی شمارہ

مدیر

عبدالوہاب حجازی

پتہ

دارالتالیف والترجمہ

بی ۱۸/۱ جی ریوڑی تالاب وارانسی ۲۲۱۰۱۰

بدلِ اشتراک

سالانہ ۴۵ روپے، فی پرچہ ۴ روپے۔ اس شمارہ کی قیمت ۸ روپے — اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم

ع.ش. یمنی،

AsliAhleSunnet.com

اس شمارہ میں

مقالات و تاثرات

افتتاحیہ / مولانا عبدالوہاب حجازی
مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی ناظم مرکزی دارالعلوم بنارس کے چند خصائل اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ / مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری
اول ناظم جامعہ سلفیہ اور سابق امیر جمعیۃ اہلحدیث ہند رحمہ اللہ کی یاد میں / مولانا محمد الاعظمی شیخ الجامعہ عالیہ مئو
زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر / ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری
کچھ یادیں کچھ تاثرات / ڈاکٹر عبدالعلی عبدالحمید ازہری
آہ! والد صاحب رحمہ اللہ / مولانا عبداللہ سعود
محترم مولانا عبدالوحید صاحب کی یاد میں / ڈاکٹر عبدالرحمٰن الفریوائی
حضرت مولانا عبدالوحید صاحب ناظم سلفیہ / ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری
بہت روتی ہے تیرے بعد … / احمد مجتبیٰ سلفی
پیکر جمال و کمال / مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مئو
وہ میر کارواں تھا ابھی … / جناب محمد فاروق اعظمی جلگاؤں
آہ! امیر کاروان سلف نہ رہا / مولانا عارف سراجی
دفتر ہستی میں تھی زریں ورق … / ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری
مولانا عبدالوحید مرحوم کی شخصیت … / مولانا محمد سلیم بنولوی نیپالی
ہمارے ناظم صاحب ایک تاثر / مولانا خورشید احمد سلفی جھنڈانگر
مولانا عبدالوحید صاحب سابق ناظم اعلیٰ … / مولانا محمد حنیف فیضی
ایک روشن ضمیر تھا نہ رہا / مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی
میر کارواں نہ رہا / مولانا عبدالمتین سلفی
مولانا عبدالوحید سلفی کی وفات پر چند تعزیتی پیغامات و مکتوبات

منظومات

اظہار حقیقت / حضرت شمیم صدیقی گونڈوی
نذرانۂ الفت و محبت / 〃
نظم بمناسبۂ وفات / حضرت شاکر گیاوی
سایۂ افسردگی / مجاز اعظمی
یادش بخیر / شوق اعظمی
تہذیب کا ساغر / وفا صدیقی بھوپال
منظوم تاثرات / خوشتر اصلاحی
عبدالوحید نازش … / حیرت سلفی سدھارتھ نگری
اے کہ تو! / حماد انجم ایڈوکیٹ
سانحہ جاں گسل صبر آزما / عبدالغنی عبدالرحمٰن فیضی
عبدالوحید نازش دوراں … / سالک بستوی

تاریخی مادے اور قطعات

تاریخی مادے / حضرت شاکر گیاوی
قطعات سن وفات / حضرت شمیم گونڈوی
مستخرجہ سال وفات / حسن منظور حسن
تاریخ رحلت / خوشتر اصلاحی

AsliAhleSunnet.com

مقالات و تأثرات

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

کچھ ناظم صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں

جناب مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمہ اللہ سابق ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس وسابق امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی حیات وخدمات پر مشتمل ماہنامہ محدث بنارس کا خصوصی شمارہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے، مرحوم کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالنے کے لئے یہ شمارہ کس قدر مفید ہے، اس کا فیصلہ قارئین کرام فرمائیں گے، ہم نے مواد کے جمع وترتیب کے لئے لمبا وقفہ صرف کیا ہے، اس کے لئے محدث میں پیہم اعلانات شائع کئے گئے، اور جماعت وجمعیۃ کے ذمہ دار اصحاب کو انفرادی طور پر خطوط لکھے گئے، کئی حضرات نے ہماری گذارش پر اپنی وقیع تحریروں سے نوازا، کچھ حضرات نے معذرت کا اظہار فرمایا، اور کچھ حضرات نے "خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری" کے رویہ کا اظہار فرمایا، بہرحال مرحوم

AsliAhleSunnet.com

ے متعلق جماعت و جمعیت نے ماہنامہ محدث کو اپنی تحریروں اور تاثرات کا جو حصہ عطا فرمایا
وہ ہدیہ قارئین ہے ، اخلاص اور عمل صالح کی جنس کمیاب کے خریداروں کے لئے چند
نفوس بھی کافی ہوتے ہیں ، شاید اسی لئے جماعت سلفیین کے ہر دور میں بڑی بڑی
شخصیات کے بھی مختصر احوال ملتے ہیں اور وہ غلو واغراق سے بھری ہوئی طولانی
سوانح عمریوں پر بھاری ہوتے ہیں ، شخصیات کے ٹھیک ٹھیک احوال اعمال
کو احاطہ تحریر میں لے آنا یقیناً اہم کام ہے ، البتہ اعمال کے اثرات کی جو تحریریں
جمہور کے دلوں پر نقش ہو جاتی ہیں ، ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے ۔

اس خصوصی شمارہ میں دوران تحریر اگر کہیں کچھ استفادات آجائیں تو ان
کے متعلق کسی جذباتیت کا شکار ہونے کے بجائے توازن کی راہ اپنانی چاہئے ، صحافتی امانت
کا تقاضا ہے کہ تحریریں من وعن شائع کی جائیں ، قارئین کرام سے بھی گذارش ہے
کہ امانت و دیانت کے زاویہ سے ان کا مطالعہ فرمائیں ، نقد اگر بے جا ہو تو سلیم الفہم انسانوں
کے لئے اس میں کلام کی گنجائش ہوتی ہے ، اور اگر برمحل اور صحیح ہو تو اسے تسلیم کر لینا
عین اسلام ہے ، قرآن مجید نے متعدد انبیاء و رسل پر نقد کیا ہے ، اور اسے قیامت تک
کے لئے نوع انسانی کی بڑی بڑی شخصیات کے احوال کو پرکھنے کا معیار قرار دیا ہے ۔

ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہزاروں افراد پر مشتمل اپنے ذی ثروت قبیلہ کے سردار ہونے
بڑے دولت مند ہونے کے ساتھ علم دین سے آراستہ ہونے ، ممتاز تاجر ہونے کے ناطے شہر
اور بیرون شہر کے حلقہ تجار میں نمایاں حیثیت رکھنے ، خاندانی شرف و وجاہت کے سبب

AsliAhleSunnet.com

شہر و بیرون شہر میں برادران وطن کے درمیان سیاسی روابط، اثر و رسوخ اور وزن رکھنے، مختلف ملی تنظیموں اور کاموں میں شریک و سہیم ہونے اور مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی سرپرستی میں قائم ہونے والے مشہور ادارے جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلیٰ ہونے اور پھر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث کے صدر اور امیر ہونے کی حیثیت سے ایک تہ دار اور پہلودار شخصیت کے مالک تھے، کہ بزور انتشار، ان کا ایک ایسا مفصل تذکرہ مرتب کیا جا سکتا ہے جو انھیں حالیہ ملی تاریخ کی اہم شخصیات کے درمیان ایک نمایاں مقام دلا سکتا ہے، لیکن شخصیات اور ان کے کارناموں کو اچھالنا جماعۃ السلفیین کا شیوہ نہیں، اس کا اعتقاد ہے کہ فاما الزبد فیذھب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض " میل کچیل رائیگاں ہو جاتا ہے اور جو کچھ لوگوں کو فائدہ پہونچا سکتا ہے وہ زمین میں ٹک جاتا ہے۔

ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے حسنات میں سے اپنے خصوصی دست راست جناب ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری کی معیت میں جامعہ سلفیہ بنارس کی بھرپور خدمت اور اسکی ذیشان نظامت ہے، غیر منقسم ہندوستان کی جماعت اہل حدیث کے غیور و جسور علماء کرام کے روابط مملکت سعودیہ عربیہ کے موحد و متبع سنت ملوک سے ہمیشہ رہے ہیں، ان روابط کی واحد بنیاد توحید اور اتباع سنت تھی، تقسیم ملک سے خصوصیت سے شمالی ہندوستان کی جماعت اہلحدیث کی اجتماعی ہیئت پارہ پارہ ہو گئی تھی، مرکزی جمعیۃ کی سرپرستی میں قائم ہونے والے ادارہ جامعہ سلفیہ کے توسط سے جماعت کو بڑا سہارا ملا، موحد مملکت سے روابط اسطرح استوار ہوئے کہ جامعہ سلفیہ کو نہ صرف شاندار عمارات ملیں بلکہ سو سے زائد طلباء بھی مملکت میں تعلیم حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، ان روابط کی استواری میں بنارس

AsliAhleSunnet.com

کے اعیان جماعت کا بڑا دخل تھا، بعض اہل حدیث خاندانوں کے روابط موحد مملکت سے بہت پرانے تھے، جامعہ سلفیہ کے لئے ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ان خدمات میں موحد مملکت سے جماعت و جمعیۃ اہل حدیث کے قدیم روابط کے ساتھ ان روابط کا بھی بڑا دخل تھا، جامعہ سلفیہ نے جب روابط کو تعاون کے فیضان میں تبدیل کر دیا، تو جماعت کے ایک سے زیادہ اولوالعزم اور بالغ نظر علماء نے جماعت کے بڑے حلقہ کو کئی ناحیوں سے اس تعاون سے مالا مال کر دیا۔

ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی قیادت کا بھی اعزاز حاصل ہوا، تقسیم ملک کے بعد جمعیۃ بے خانماں تھی، آپ کے دور قیادت میں جمعیۃ کے مختلف شعبہ جات کے شایان شان ایک قیمتی عمارت خریدی گئی، گو جماعت ابھی تک اس کے بارے میں مطمئن نہیں، جماعت مسلک کے لئے جو بلند عزائم اپنے سینے میں بطور امانت رکھتی ہے، اس کے پیش نظر جماعت کے افراد عموماً اس بات کے شاکی ہیں کہ اس دور میں بھی اس کے لئے کوئی کام نہ ہو سکا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی پوری ذمہ داری ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ڈالنا درست نہیں ہے، ملکی احوال کی ناہمواری اور پیچیدگی کا بھی اس میں دخل ہے، قومی اور اکثریتی معاشرہ میں طبقہ داریت کی جڑیں ہزاروں برس پرانی ہیں، تمام مصلحین اسے بطور ایک حقیقت کے مان کر اس کے دائرے میں اپنی اصلاحی مساعی کے کاروبار پھیلاتے رہے

AsliAhleSunnet.com

ہیں مسلم معاشرہ سماجی طور پر اسی کا عکس اور مثنی ہے جس سے بدقسمتی سے جماعت اہل حدیث بھی مستثنیٰ نہیں ہے، جماعت اہل حدیث اپنے بلند مسلکی عزائم میں اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب اپنی راہ سے اس سنگ گراں کو ہٹالے۔ جائے ورنہ جماعت کے ہر فائدے سے صرف اتنی ہی توقع رکھنی چاہیے، جتنا یہ دائرہ اسے اجازت دے۔

اخیر میں ہم اپنے ان علماء کرام اور شعراء حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اپنی منثور ومنظوم وقیع نگارشات سے ہمیں نوازا، اور خصوصی شمارہ کی افادیت اور زینت میں اضافہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

AsliAhleSunnet.com

مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی

ناظم

مرکزی دارالعلوم بنارس

کے

چند خصائل اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ

مولانا عبدالرؤف الرحمانی جھنڈانگری

جناب مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی ناظم مرکزی دارالعلوم بنارس گوناگوں صفات حسنہ و اخلاق حمیدہ کے حامل تھے، موصوف ایک صاحب بصیرت، متواضع اور ملنسار و خوش مزاج عالم تھے، ان سے جو بھی ملتا تھا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، وہ بڑے ہی متحمل مزاج اور صائب الرائے تھے۔ جس زمانہ میں مدنپورہ کے اکھاڑے کے پاس جدید طرز پر دو منزلہ جامعہ رحمانیہ تعمیر ہوا اس وقت حضرت مولانا منیر خان بنارسی کے صدر مدرس کے زمانہ میں ہی جامعہ رحمانیہ میں مدرس ہو کر گیا تھا، اس وقت حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کے تین فرزندگان نامی گرامی باحیات تھے۔ انھیں لوگوں کے دم خم سے بنارس میں دینی زندگی و بیداری کے جذبات دیکھے جا سکتے تھے۔

حاجی صاحب مرحوم کے ایک فرزند مولانا عبدالاحد تھے جو بہت ہی خوش اخلاق اور صاحب لطف و کرم تھے، دوسرے فرزند مولانا عبدالمتین صاحب تھے جو ایک جلیل القدر عالم اور ائمہ سلف اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی کتابوں کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے، علم تفسیر اور تاریخ و سیر پر انھیں کافی عبور تھا، یہ مسجد طیب شاہ مدنپورہ کے بہترین خطیب اور ولولہ انگیز بصیرت افروز مقرر تھے، اور تیسرے حاجی عبدالحق صاحب مرحوم تھے جو بہت کم سخن اور کم آمیز تھے۔

انہیں حاجی عبدالحق صاحب مرحوم کے فرزند ارجمند مولانا عبدالوحید صاحب سلفی تھے جو شکل و صورت میں بڑے ہی حسین و جمیل تھے اور ان کو قد و قامت بھی بہت موزوں اور معتدل عطا ہوا تھا، قدرت نے انہیں حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسن اخلاق سے بھی نوازا تھا، اور اخلاق عالیہ کا پیکر و مظہر بنایا تھا ــــ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

AsliAhleSunnet.com

بنارس میں اپنے درس کے زمانے میں جبکہ میں بالکل نوجوان تھا مولوی یحییٰ صاحب فرزند اکبر مولانا عبدالمتین صاحب اور مولانا موسیٰ صاحب فرزند حاجی محمد ادریس صاحب مرحوم مولانا الیاس صاحب فرزند حاجی محمد صاحب کوٹھا والے، مولوی عبیدالرحمٰن صاحب فرزند حاجی منٹو میاں وغیرہ موجود تھے، میرا تعلق ربط وارتباط صرف مولانا عبدالمتین اور مولانا عبدالاحد مرحوم سے زیادہ تھا رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

اسی طرح جب میں نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نوگڈھ میں ایک مرکزی دارالعلوم کے قیام کی اہمیت وضرورت بڑی شدت سے بتائی اور جماعت سے اس کے لئے اپیل کی، اس وقت بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے بنانے کا کوئی قوی منصوبہ نہیں تھا، مختلف احباب سے یہ تقاضا ہو رہا تھا کہ مرکزی دارالعلوم کے لئے جگہ کون دے گا، تو اس وقت موضع جبنی حلقہ بانسی کی جماعت نے بھی اس کے لئے ایک زمین کی پیشکش کی تھی، جس کا اعلان بھی اخباروں میں آگیا تھا، لیکن مرکزی دارالعلوم کی ضرورت کے پیش کرنے کے موقع پر بنارس کے عالی ہمت اصحاب خیر میں حاجی صدیق صاحب مرحوم اور مولانا عبدالوحید صاحب مرحوم اور چند خواص نے مرکزی دارالعلوم کو بنارس میں قائم کرنے کی خوشخبری سنادی، سارے اہل حدیث اخوان اکابر اچھی طرح سے واقف ہیں کہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نوگڈھ کی برکات میں خود ایک عظیم برکت مرکزی دارالعلوم بنارس کا وجود ہے۔

اسی طرح جب مرکزی دارالعلوم بنارس نے عملی شکل اختیار کی تو ایک جلسہ عام منعقد ہوا، مولانا عبدالوحید نے از راہ محبت مجھ سے تقاضا کیا کہ اس جلسہ میں چندہ کے لئے تحضیض وترغیب کے کلمات کہتا رہوں، اور لوگوں کی امداد وعطیات کے سلسلے میں شکریہ کے کلمات عرض کرتا رہوں، جب مدراس کے سی فضل الرحمٰن صاحب نے اس جلسہ میں اپنے والد حاجی عبدالشکور صاحب مرحوم کی طرف سے ۲۵ ہزار کے گرانقدر عطیہ کا اعلان کیا تو میں نے بھی اس کا بھرپور شکریہ ادا کیا، اللہ تعالیٰ حاجی عبدالشکور صاحب مرحوم پیارم پیٹ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی آخری منزل میں انہیں ہر طرح کا آرام وسکون نصیب کرے۔

اسی طرح جب علاقائی طور پر ۵ ہزار روپیہ مہیا کرنے کے لئے ایک معینہ تاریخ مقرر کی گئی تو ہم نے بھی پانچ ہزار روپیہ مختلف مقامات ومواضعات کا دورہ کر کے فراہم کیا، اور مرکزی دارالعلوم کو یہ رقم روانہ کر دی گئی، اس زمانے میں پانچ ہزار روپیہ کی بڑی قیمت تھی، مجھے یاد ہے کہ خوب چلچلاتی ہوئی دھوپ اور سخت گرمی کے ایام میں میں رکشوں سے دورہ کرتا ہوا گاؤں گاؤں پہنچتا تھا، اور کبھی جب سڑک سے گذرتے ہوئے سر راہ کوئی نل نظر آجاتا تو پانی پی کر تسلی حاصل کر لیتا، صبر وسکون اور نیکی کی طلب سے ایک بڑے مقصد کے خاطر اس پر صعوبت سفر کو میں نے گوارا کیا۔

مولانا مرحوم کے لئے بھی یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ دیگر دینی مدارس کا بھی وہ خیال رکھتے تھے، اور ان کے لئے بھی اپنے مناسب

AsliAhleSunnet.com

مشورے اور صائب رائے کو برمحل پیش کرتے تھے، چنانچہ جب پہلی بار میں رابطے کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے سعودیہ اور رابطے کے اجلاس سے فارغ ہو کر الدکتور مولانا وصی اللہ کے گھر مقیم تھا تو عقیقہ کی دعوت میں مولانا عبد الوحید صاحب مرحوم اور مولانا ازہری صاحب بھی تشریف لائے تو میں نے پیشاب رک جانے کا عارضہ پیش کیا اور تکلیف کا ذکر کیا، تو اس وقت مولانا ازہری صاحب نے فرمایا، اس تکلیف کے عالم میں آپ کا سفر کرنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ آپ ہندوستان لوٹ جائیں، اور وہاں اپنا علاج و معالجہ کرائیں ان کا یہ مشورہ " النصح لکل مسلم " کے تحت خیر پر مبنی تھا، لیکن مولانا عبد الوحید صاحب مرحوم نے ان کے مشورہ کے خلاف ایک دوسرا مشورہ یہ دیا کہ آپ کو خدا نے یہاں تک پہونچا دیا ہے، آپ اس وقت مکہ مکرمہ میں ہیں، اور کویت کا ٹکٹ وغیرہ آچکا ہے، آپ اللہ کا نام لیکر اپنا سفر جاری رکھئے، ایسے مواقع بار بار نہیں آتے، آیا ہوا موقع ضائع نہ کریں اور آپ کویت ضرور جائیں، وہاں بھی اللہ کے بندے ہیں آپ کی مدد کریں گے، وہاں اسپتال و شفاخانے ہیں، ضرورت کے وقت وہاں بھی رجوع کر سکتے ہیں، اس دوسری رائے کو مدرسہ کے ساتھ عشق و محبت کے نظریہ نے مجھے قبول کرنے پر مجبور کر دیا، چنانچہ میں کویت اس سال گیا، وہاں کے اہل خیر حضرات نے ابتدائی تعارف کے زمانہ میں ایک طرح کی معقول امداد کر دی، اور وہاں میری تکلیف کا علاج بھی ہوتا رہا، اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو ان کے نیک و محبت آمیز مشورے کا بہترین صلہ دار آخرت میں عطا فرمائے۔

اسی طرح مرحوم سے میں نے اپنی مدد کے لئے توصیہ کے کلمات طلب کئے تاکہ اہل خیر حضرات کے سامنے اسے پیش کر کے اپنی مدرسہ کے لئے مساعدت حاصل کر دوں، چنانچہ آپ نے مولانا ازہری صاحب سے لکھوا کر بہت اچھا توصیہ عنایت فرمایا جس میں میری جد وجہد کی اور میرے امانت داری اور خدمت گذار ہونے کی بھی تصدیق تھی، اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کے دل میں یہ بات ڈال دی، انہوں نے ہماری امانت و دیانت کی بھرپور تصدیق کی، اگر کوئی شخص وصول تحصیل کر کے بددیانتی سے مدرسہ کی رقوم کو کھا جائے تو اس کی وصول و تحصیل لغو و بیکار ہے، لیکن مولانا کو حقیقت پسندی کے ساتھ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہو چکی تھی کہ میں مدرسہ کے ساتھ اپنی الفت و محبت میں اور اس کی رقوم کو بادیانت خرچ کرنے میں کس قدر مخلص واقع ہوا ہوں۔

ایک دفعہ میں کویت میں تھا جبکہ میں آج سے بہت زیادہ قوی تھا، میری عمر اس وقت ۴۴ / ۴۵ سال کی تھی، اس وقت کویت میں ایک صاحب نے کہا کہ " ألم یوجد فیکم أقویا؟ " کیا تمہاری جماعت میں قوی اور زیادہ طاقتور نہیں پائے جاتے ہیں، میں نے کہا، نعم یوجد ولکن لا یوجد أمنا۔ میں نے کہا ہاں! قوی و طاقت والے پائے تو جاتے ہیں لیکن ان میں دیانت و امانت داری کی صفت نہیں پائی جاتی، جب ان میں امانت داری کی صفت نہ ہو تو قوی ہونے سے کیا حاصل؟۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے اس بات کا افسوس ظاہر کیا تھا کہ اصحاب علم ملتے ہیں مگر ان میں کارکردگی اور امانت و دیانت کے اوصاف

AsliAhleSunnet.com

مفقود ہیں، اس لئے میری یہ تمنا ہے کہ ہم میں ابوعبیدہ بن جراح جیسے امین الامۃ لوگ پیدا ہوں۔

مرحوم کو خدا نے فن تعمیر میں شاہجہانی ذوق عطا فرمایا تھا، مرکزی دارالعلوم کی حسین وجمیل اور بلند و بالا عمارتیں آپ کے اس ذوق کی آئینہ دار ہے، جس طرح بادشاہ شاہجہاں نے دہلی اور اس کے اطراف واکناف میں تعمیرات کے بے نظیر اور نادر نمونے چھوڑے ہیں، اسی طرز کی نوع بنوع حسین وجمیل عمارتیں آپ کی زندہ وجاوید یادگار ہیں، مرکزی دارالعلوم کی بلند وعظیم الشان مسجد بنائی جو ایک منزلہ کے باوجود دو منزلہ معلوم ہوتی ہے، محراب ومنبر اور در و دیوار میں عجیب جدت اختیار کی گئی ہے، اور نقش و نگار سے در و دیوار خوب آراستہ وپیراستہ ہیں، اسی طرح دارالحدیث کی عمارت اپنی شان میں یکتا ومنفرد ہے، اور اس کی چھت کی بالائی منزل کے قریب جو چہار جانب سے گوشے نکالے گئے ہیں وہ بڑا ہی خوبصورت منظر پیش کرتا ہے، اسی طرح مرکزی دارالعلوم کا مستحکم اور شاندار گیٹ اپنے بانی مرحوم کی ہمت واستقلال کی یاد دلاتا ہے، الغرض دارالعلوم کا گوشہ گوشہ اور اس کی چمن بندیاں اور چہار جانب گملوں کی قطاریں پر بہار منظر پیش کرتی ہیں، اور خوبصورت ومستحکم پانچ منزلہ عالی شان مہمان خانہ اور اس کے بہترین ومنظم انتظامات کی تعریف وتحسین سے قلم قاصر ہو رہا ہے، دارالعلوم کے اندر یہ سب جلوہ افروزیاں اور کار ہائے اہتمام مولانا مرحوم کے مشورے اور اشارہ ابرو سے انجام پاتے تھے، اس فن تعمیر میں آپ پورے خاندان میں یکتا اور بے نظیر وبے مثال تھے، جزاہ اللہ خیرا۔

اسی طرح ایک بار مرکزی دارالعلوم کی خوش بختی واقبال مندی کے تحت فیصل مرحوم سے ایک عطیہ مرکزی دارالعلوم کے لئے منظور ہوا، لیکن مملکت سعودیہ کے ادارہ مالیہ نے نہ معلوم کس غلط فہمی کے سبب جامعہ اسلامیہ بنارس کے نام اس عطیہ کا ڈرافٹ بنا دیا جو سفارت خانہ سعودیہ نئی دہلی میں آگیا، مرکزی دارالعلوم کے بغل میں ہمارے دیوبندی نقطۂ نظر کے حاملین کا یہ مدرسہ جامعہ اسلامیہ کے نام سے تھا، یہ ڈرافٹ جامعہ اسلامیہ والوں کو مل گیا، اور ہمارے ادارہ مرکزی دارالعلوم کو نہ مل سکا، اس سلسلہ میں انہوں نے پیہم کوششیں جاری رکھیں، اس امید وبیم کے عالم میں کبھی امید بندھتی تھی کبھی کٹ جاتی تھی، اس وقت یہ حال تھا جو کسی شاعر نے اپنے شعر میں پیش کیا ہے ؎

چوں یک گرہ کشایم دیگ عقدہ دانمایم

گرہے وسخت گرہے دکارے وسخت کارے

اس وقت مولانا مقتدی حسن ازہری صاحب رحفظہ اللہ بھی ساتھ تھے، انہوں نے بھی اور خاص طور پر مولانا مختار احمد ندوی نے بھی اس گرہ کشائی میں امداد چاہی، مگر بقول شاعر ؎

AsliAhleSunnet.com

بھنور سے یہ کہا ہٹ گئے احباب
آڑے آیا نہ کوئی مشکل میں

مولانا مرحوم نے اس نازک لمحہ میں جس طرح صبر و تحمل اور ثبات قدمی و بیدار مغزی سے کام لیا اس کی تفصیل کا موقع نہیں، لیکن جو لوگ اس معاملہ سے واقف ہیں وہ ان کے حسن تصرف کے آج بھی معترف ہیں، دینی مدارس میں بھی سرکاری تعلیمی اداروں کی طرح ناخوشگوار صورتحال پیش آتی رہتی ہے، مرکزی دارالعلوم میں بھی اس طرح کے بعض حالات پیش آئے جس کے حل کرنے میں ناظم صاحب کی بروقت مساعی حمیدہ سے نازک صورتحال پر کنٹرول ہوا، اور مسائل بہت خوش اسلوبی سے حل ہو گئے، آپ کے تجربہ کار ذہن اور اصابت رائے نے اس قضیہ نامرضیہ کو جس ڈھنگ سے حل کیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔

عربی مدارس کے طلبہ میں اب اساتذہ اور عملہ و خدام و دربان کی مارپیٹ اور مدرسہ کے سامان توڑ پھوڑ اور اپنے اساتذہ کے ساتھ بدزبانی و بدتہذیبی کرنے کی وبا آج عام ہوتی جارہی ہے، اور دینی مدارس میں یہ وبا پھوٹ پڑی ہے، اس کی کوئی نظیر ہم عہد سلف میں نہیں دیکھتے۔

اس دور میں کبھی اساتذہ و مشایخ کے خلاف نہ کوئی بغاوت ہوتی تھی نہ کبھی کسی کو سرکشی و سرتابی کا منظر سامنے آتا، کتب تاریخ میں ابن الجوزی کی صفۃ الصفوۃ، علامہ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، حافظ ابن کثیر کی البدایۃ والنہایۃ اور علامہ یافعی کی مرآۃ الجنان اور نواب صدیق حسن کی اتحاف النبلاء، اور ذہبی کی سیر اعلام النبلاء، وغیرہ وغیرہ میں نے پڑھی ہے، طلبہ کی اساتذہ سے بغاوت اور علم و تعلیم کے مشغلہ کے بجائے سرکشی و سرتابی بلکہ آج کے حالات کے تحت سرکوبی اور ظلم و تشدد اور وحشت و بربریت کے واقعات کسی کتاب میں مذکور نہیں، آج کا جو ماحول ہے اس ماحول کو سدھارنے کیلئے حسن انتظام حسن تربیت و بیدار مغزی، اعلیٰ تدبر و دوراندیشی، اساتذہ طلبہ کے ماحول پر پورا کنٹرول اور پوری طرح گرفت اپنے حیطۂ اقتدار میں رکھنی چاہئے، ایسے ہی ہوشیار پرتاثیر اور پرقوت لوگوں کے ہاتھوں میں یہ عربی مدارس ترقی پذیر بھی رہیں گے اور مفید و نفع بخش بھی ہوں گے، ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے ؎

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے　　　اگر کانٹوں میں ہو خوئے حریری

یعنی یہ طلبہ جو پھول کی طرح کھل رہے ہیں ان کے لئے کانٹوں کا حصار ضروری ہے یہی قدرت کا انتظام ہے تاکہ ان پھولوں کی حفاظت ہے اگر یہ کانٹے ریشم کی طرح نرم ہو جائیں تو ہر ایک ہاتھ پھول تک پہنچ جائیگا اور پھول مجروح ہوتے رہیں گے، تو اسی طرح ناظمین مدارس کو بھی اپنے ان طلبہ کی حفاظت جو پھول کی طرح ہیں کانٹا بنکر اور ضرورت پر سخت گیر ہوکر کرنی چاہئے تاکہ یہ طلبہ آوارگی و شورش پسندی سے اور بداخلاق و کردار سے محفوظ رہیں۔

AsliAhleSunnet.com

حلم و بردباری

انتہائی خوش حال و مالدار ہونے کے باوجود کبر و نخوت سے بالکل دور تھے، غرور و گھمنڈ ان کو چھو کر بھی نہیں گیا۔ جامعہ سلفیہ کی نظامت سے لے کر جماعت کی قیادت تک وہ تواضع اور خاکساری کا مجسمہ تھے، منصب و عہدہ کا نشہ کبھی بھی ان کے ذہن و دماغ میں نہیں پیدا ہوا، بلکہ اپنے تمام فرائض و ذمہ داریوں کو نہایت خوش اسلوبی اور خاکساری کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ صبر و ضبط، تحمل و بردباری ان کی نمایاں ترین صفت تھی۔ مختلف مواقع پر ان کے صبر و تحمل کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔

علماء و طلبہ کی تعظیم

اتنے بڑے عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود علماء و طلبہ کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے تھے، کبھی بھی آپ (نعوذ باللہ) کسی عالم کی توہین و تحقیر کے درپے نہیں ہوئے، شاید کسی بھی استاذ کو اپنے دور نظامت میں نوٹس نہیں دیا بلکہ ان کی خدمت کو وہ اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے، اپنے جوانی کے زمانہ میں کسی بھی تقریب کے موقع پر علماء و طلبہ کو کھانا کھلانے میں پیش پیش رہتے تھے، خدام کی کثرت کے باوجود یہ کام خود بھی اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے، عدل و انصاف کے پیکر تھے، معاملات میں سب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔

خندہ پیشانی کیساتھ ملاقات کرنا

ان کا نورانی چہرہ ہمہ وقت منور و روشن رہتا تھا، ہر وقت لبوں پر مسکراہٹ رہتی تھی، جس سے بھی ملاقات کرتے ہنستے اور مسکراتے ہوئے چہرہ سے ملتے، اس طرح ملاقات کرنے کا انداز میں نے بہت لوگوں میں دیکھا ہے، فرمان رسول ہے کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو اس پر تاحیات عمل پیرا رہے۔ میرا ذاتی واقعہ ہے کہ میں جب کبھی بنارس پہونچا، پہلی ملاقات کے وقت سلام و مصافحہ پر قناعت نہیں کرتے، بلکہ اٹھ کر بغلگیر ہو کر خوشی خوشی معانقہ کرتے۔ ان سے ملاقات کرنے کا بہترین موقع سب سے محبوب ترین جگہ تھی، وہاں نہایت ہی آسانی سے ملاقات ہو جاتی، اساتذہ اور طلبہ اور دوسرے ضرورتمند حضرات مسجد ہی میں زیادہ ملاقات کرتے تھے۔

اصلاح میں شفقت و حکمت کا لحاظ و خیال

اگر کسی کے اندر کوئی خامی یا کوتاہی نظر آتی تو اسے بھی خندہ رُو ہو کر اس کی اصلاح کی تلقین فرماتے، رعب و دبدبہ، تخویف و تہدید کا اندازہ ذرا بھی نہیں ہوتا، مولانا عبد الحنان صاحب جو اس وقت مرکزی دار العلوم میں مدرس تھے، اور آجکل ہمارے جامعہ سراج العلوم میں تدریسی فرائض انجام دیتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ مجھے بھی جامعہ سلفیہ کے چار سالہ دور میں مولانا مرحوم نے دو تین باتوں کی تلقین فرمائی، ایک لباس و پوشاک کے سلسلہ میں، ایک پان کھانے کے بعد مناسب جگہ تھوکنے کے سلسلہ میں۔ لباس کے سلسلہ میں زیادہ اہتمام نہیں کر پاتا تھا اس لئے ازراہ خیر خواہی وفود مشائخ کے آنے سے قبل ہی مجھے بلا کر چپکے سے اس کی ہدایت کر دیتے اور تاکید فرماتے

AsliAhleSunnet.com

کہ شیروالی یہیں لگ آئے گا۔

مجھے پان کھانے کی عادت ایک زمانہ سے ہے، ایک روز چلتے چلاتے جامعہ کے جنوبی برآمدے میں میری ان کی ملاقات ہو گئی، حسب معمول خندہ کے ساتھ وہ ملے اور کندھے پر شفقت و محبت سے ہاتھ رکھ کر نصیحت فرمائی کہ جہاں پائپ لگا ہے مولانا وہیں تھوکئے،

فجزاہ اللہ أحسن الجزاء۔

طلبہ کے کھانے کا بہترین انتظام

عربی مدارس میں جہاں سو دو سو لڑکے بامعہ کے قیام پذیر رہتے ہیں، وہاں اکثر و بیشتر کھانے و پینے کے مسائل میں بڑی ابتری و بدنظمی قائم رہتی ہے، کبھی ٹھیک سے چاول نہیں پکتا اور کبھی دال نہیں گلتی، اور کبھی سالن کا رنگ و روغن اور نمک و مصالحہ ٹھیک نہیں رہتا، لیکن مرکزی دارالعلوم میں کھانا و ناشتہ اس قاعدے کا ہوتا ہے کہ جیسا کہ ہمارے اطراف واکناف و دیگر ضلعوں و صوبوں کے تمام طلباء اس کھانے اور ناشتے میں اچھی طرح سے مطمئن ہیں، اور وہاں ہر طرح سے ان کی تسلی و دلداری کی جاتی ہے۔ بنارس کے وہ معزز و مقتدر حضرات جن کے دامن تربیت میں یہ مرکزی دارالعلوم آباد ہے، ان کی خورش اور اچھی غذاؤں کا اہتمام خود ان کے گھروں میں بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہوتا ہے تو ایسے حضرات کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ ان کے طلبہ کا کھانا یا ناشتہ کمتر یا کمزور ہو، اس لئے میں یقین سے کہتا ہوں اور اکثر اپنی طرف کے طلبہ کی مسموعہ روایات پر اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرکزی دارالعلوم میں طلبہ و اساتذہ کے کھانے کا معیار ہندوستان کے تمام سلفی مدارس کے مقابلہ میں ممتاز اور بسا غنیمت ہے۔ میں نے حسب حال قدرے تصرف کے ساتھ یہ شعر کہا ہے۔ ؎

نعمت ہند فراواں بود اما نزود ☆ یاد کاشی نہ دل حسرت نان کاشی

اللہ تعالیٰ ہمارے مرحوم و مغفور مرکزی دارالعلوم کے بہترین ناظم و بہترین مہتمم اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز طلبہ و اساتذہ کی سرپرستی و نوازش رکھنے والے کے ساتھ اپنی کرم فرمائی و کرم گستری سے ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے، اور ان کے اخلاق اور ان کی عالی تبار اولاد کو ان کی سچی جانشین کی توفیق بخشے، اور خاندان کے بقیہ افراد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائے، ہم بارگاہ الٰہی میں رحمت الٰہی کے نزول کے لئے ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم کے لفظوں میں دعا مانگ رہے ہیں۔ ؎

نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا ☆ مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا،

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ☆ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

AsliAhleSunnet.com

اوّل ناظم جامعہ سلفیہ اور سابق امیر جمعیۃ اہلحدیث ہند رحمہ اللہ کی یاد میں

از مولانا محمد الاعظمی صاحب ——— شیخ الجامعۃ العالیۃ العربیۃ مئو

حضرت مولانا عبد الوحید صاحب ناظم اول جامعہ سلفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے راقم الحروف کو تعارف و تعلق کی سعادت جامعہ سلفیہ کی تاسیس کے تقریباً دو تین سال بعد حاصل ہوئی، اپنی حرماں نصیبی اور نااہلی کے نتیجہ میں بنارس کے اہل علم وفضل اور اصحاب قدر و منزلت میں سے سوائے چند بزرگوں اور عزیزوں کے کسی سے اب تک تعارف کی توفیق حاصل نہیں ہو سکی ہے، ۱۳۶۸ھ میں ہم لوگ (مولانا مختار احمد ندوی مدظلہ اور راقم الحروف وغیرہ) حضرت مولانا ابو القاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ کی خدمت میں دورۂ حدیث کی تکمیل کے لئے حاضر ہوئے تھے، اور ۲۴ر صفر ۱۳۶۹ھ کو حضرۃ الاستاذ پر دوسرا یا تیسرا فالج کا جان لیوا حملہ ہوا، اور ایک ساعت کے بعد ہی ہم تشنگان علم کو گریاں و بریاں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے، رحمہ اللہ و رفع درجتہ۔

بنارس کے اس مختصر دور طالب علمی میں ایک مرتبہ جامعہ رحمانیہ کی زیارت کا اتفاق ہوا، وہاں کے ایک مدرس مولانا عبید اللہ پیغمبر پوری مرحوم کی مجلس درس میں حضرت مولانا عبد الوحید صاحب رحمانی شیخ الجامعہ کو غالباً کافیہ پڑھتے ہوئے دیکھا تھا، اس لئے آں محترم سے قیام جامعہ سلفیہ تک صرف صورت آشنا ہونے کا تعارف رہا۔

حضرت مولانا سیف بنارسی رحمہ اللہ کی وفات کے دوسرے یا تیسرے روز مدرسہ سعیدیہ کے باقی و جاری رہنے کے مسائل پر غور و فکر کے لئے ایک مجلس منعقد ہوئی تھی، اسی مجلس میں بنارس کے مشہور خانوادۂ علم وفضل کی دو بزرگ ہستیوں (مولانا عبد الواحد اور مولانا عبد المتین رحمہما اللہ) کی دید و شنید کا شرف پہلی بار حاصل ہوا تھا، ہم ادنیٰ طالب علموں کو یہ جرأت کہاں ہو سکتی تھی کہ ان سے لقاء کی منزل تک پہونچ پاتے۔

جب جامعہ سلفیہ کی تاسیس کا زمانہ آیا تو مئو اور بنارس کے درمیان جماعتی اور انفرادی سطح پر باہمی تعارف و تعاون کا آغاز

AsliAhleSunnet.com

ہوا، غالباً سن [illegible] میں جامعہ سلفیہ کی تاسیس و تعمیر کے لئے تعاون و مساعدہ حاصل کرنے کی غرض سے معززینِ بنارس کا ایک وفد مئو آیا تھا جس میں الحاج صدیق صاحب مرحوم، مولانا عبدالقدوس صاحب حفظہ اللہ اور شاید حضرت مولانا نذیر احمد صاحب املوی رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ اور حضرات بھی شامل تھے، اس وقت ناچیز کے سر پہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو کے نائب ناظم اور جمعیۃ اہل حدیث مئو کے ناظم ہونے کی پگڑیاں بندھی ہوئی تھیں، اس لئے اپنے مخلص بزرگوں نے ناچیز کو اس سعادت سے سرفراز کیا کہ اس عظیم وفد کے ساتھ دامے درمے معاونین ومحسنین کی نشاندہی اور ملاقات کراتے ہوئے خود بھی تعاونِ قدمے کا اجر حاصل کر دوں، ورنہ بلامبالغہ اپنی حیثیت تو یہ تھی کہ ؎

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا

اس کی تصدیق کے لئے یہی کافی ہے کہ اس وفد نے واپسی کے بعد جو رپورٹ شائع کی تھی اس میں میرے نام کے بجائے حکیم مولانا عبدالباقی صاحب کا اسم گرامی لکھ کر وفد کے وقار کو دوچند کیا تھا، جب کہ حکیم موصوف اپنی مصروفیت کی وجہ سے وفد کی رفاقت میں شاید ہی کوئی حصہ لے سکے تھے۔ ابھی تازہ واقعہ ہے کہ گذشتہ ستمبر میں جامعہ سلفیہ کی جو کمیٹی ہوئی تھی، اس میں محترم مہتمم ناظم جامعہ سلفیہ حفظہ اللہ کی دعوت پر مئو سے یہ ناچیز اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ناظم جامعہ فیض عام مئو ایک ساتھ شریک ہوئے تھے مگر ترجمان ہفت روزہ دہلی میں اس کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوئی تو شرکائے کمیٹی کی فہرست میں اس ناچیز کا نام ناقابل ذکر ہونے کی وجہ سے دوسرا نام مولانا عبدالحکیم صاحب ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ اس کمیٹی میں مئو سے ہم دو کے علاوہ کوئی تیسرا شریک ہی نہیں تھا۔ ؎

ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب

میرے دعویٰ پہ یہ حجت ہے کہ مذکور نہیں

اب حضرت ناظم مرحوم کی حیات و خدمات پر کچھ لکھنے کے لئے محترم مدیر محدث حفظہ اللہ نے اس ناقابل ذکر شخص کو یاد فرما کر عزت افزائی فرمائی تو سخت حیرت ہوئی کہ مدیر محترم سے یہ سہو کیسے ہو گیا؟ ظاہر ہے کہ ایک مجہول اور ناقابل ذکر شخص کے قلم سے کسی عظیم ہستی کا تذکرہ سرتاسر اس کی عظمت پر دھبہ اور تحقیر ہے، اِلّا یہ کہ مذکورہ دونوں واقعات کی طرح اس قلمی حقیر کوشش کا انتساب کسی بڑی شخصیت یا معروف صاحب قلم کی طرف کر کے منظر عام پر لایا جائے تاکہ تذکرہ نگار اور صاحب تذکرہ کی سطح مساوی ہو یہ عرضداشت شکایۃً یا تواضعاً نہیں ہے، بلکہ اپنی بے ننگ و نامی پر اثبات حجت اور مدیر محترم کی عزت افزائی پر خوشی کے ساتھ اظہارِ حیرت ہے۔

جامعہ سلفیہ بنارس ہماری پوری جماعت کا مرکز و ماویٰ ہے، اس کی جانب سے کسی خدمت کی پیشکش مجھ جیسے ناچیز کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے، جس کو قبول نہ کرنا بہت بڑی ناسپاسی ہے، اس لئے حضرت ناظم صاحب مرحوم کے حالات زندگی سے قلیل واقفیت

AsliAhleSunnet.com

کے باوجود اپنی محدود معلومات کو بطور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی یہ حقیر کوشش کی گئی ہے۔

سلسلۂ تعارف

جامعہ سلفیہ میں افتتاحِ تعلیم کے بعد حضرت ناظم صاحب مرحوم سے راقم الحروف کو ملاقات اور ایک طرفہ متعارف کی سعادت ایک دو سال تک کبھی کبھار حاصل ہوتی رہی، لیکن جانبین سے تعارف کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب آں مرحوم وفد کی شکل میں مئو تشریف لائے تھے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔۔ راقم الحروف بازار جانے کے ارادے سے اپنے مکان سے نکلا تو سامنے صحن میں دو تین ذی وجاہت اجنبی بزرگوں کو دیکھا کہ سواری سے اتر کر ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے سوالیہ اور متحیرانہ انداز میں کچھ باتیں کر رہے ہیں۔ میری خوش بختی ان کے قریب لے گئی، دیکھا کہ حضرت ناظم صاحب مرحوم مولانا ابو عبیداللہ حریری مرحوم اور شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید صاحب مدظلہ العالی "نشان منزل، کارخانہ روغن احمر" معلوم کرنے کے لئے تحری کر رہے ہیں، ان حضرات کی رفاقت میں کارخانہ روغن احمر پہنچا، مولانا عبدالاحد صاحب مرحوم مینیجر کارخانہ روغن احمر و ناظم جامعہ عالیہ عربیہ مئو اور ان کے صاحب زادے مولوی عبدالغفار انصاری مرحوم سے ملاقات اور تکمیل مقصد کے بعد دوسرے محسنین سے مل کر واپس ہوئے، جامعہ سلفیہ کے لئے حضرت ناظم مرحوم کی رفاقت اور ان کا تعاون جماعتی فریضہ ہونے کے علاوہ میرے لئے بہت بڑی سعادت تھی، لیکن انہوں نے بنارس پہونچ کر مولانا عبدالاحد صاحب مرحوم کے نام شکریہ کا خط لکھا تو اس میں ناچیز کے نام بھی سلام اور شکریہ کا پیام تھا، ہم لوگ تو یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک رئیس کبیر عالم اجنبی شہر میں کسی کے دروازے پر اس تواضع کے ساتھ حاضری دے سکتے ہیں، لیکن جامعہ سلفیہ کے لئے عزتِ نفس کی قربانی اور منتہائے اخلاص تک پہنچی ہوئی جفاکشی جو اسلاف کے تذکروں میں پڑھی جاتی ہے اس کی چلتی پھرتی تصویر حضرت ناظم والاجاہی کی ذات گرامی تھی، اس طرح کا ایک اور اہم واقعہ آگے بعنوان "مثالی مجاہدانہ قیادت" آرہا ہے،

مئو میں اس پہلی یا دوسری ملاقات و رفاقت کے صلے میں حضرت ناظم صاحب کی طرف سے سلام و شکریہ کے ساتھ یاد فرمائی کو ناچیز نے ایک ہنگامی اخلاقی مظاہرہ تصور کیا تھا، لیکن جلد ہی مجھ گنہگار کو اس بات پر تنبیہ ہوگئی کہ یہ باطل تصور حضرت ناظم صاحب کی شان میں سخت گستاخی ہے، ان کے مکتوب گرامی مؤرخہ ۲۳ رجون ۱۹۶۷ء میں حسب ذیل عبارت پڑھ کر میرا ضمیر پکار اٹھا کہ موصوف "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" کے پرتو ہیں، لکھتے ہیں:

"مرکزی دارالعلوم جماعت کی امانت ہے، اور جماعت کے ہر فرد کا فرض ہے کہ اس میں دلچسپی لے، حقیقت میں آپ حضرات کی توجہ اور تعاون ہی سے یہ کام اتنا بڑھ سکا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں خلوص اور عمل میں سچائی پیدا کرے، آمین! امید کہ آپ اچھے ہوں گے، اپنی خیریت سے مطلع کیجئے گا، الخ۔"

AsliAhleSunnet.com

مثالی مجاہدانہ قیادت

جامعہ سلفیہ کے ابتدائی دور میں جناب مولانا مختار احمد صاحب ندوی مدظلہ پوری سرگرمی کے ساتھ حضرت ناظم صاحب کے معاونِ خاص کی حیثیت سے جامعہ کی خدمت کرتے رہے۔ لیکن جب ان کی ساری توانائیاں اور کاوشیں جامعہ سلفیہ سے منصورہ، مالیگاؤں کی آبادکاری کی طرف منتقل ہوئیں تو حضرت ناظم صاحب "الإمام جنة يقاتل من ورائه" کی عملی تصویر بن کر وفد جامعہ سلفیہ کے قائد کی حیثیت سے خارجی جہاد کے لئے بنفس نفیس نکل پڑے، اللہ تعالیٰ نے مجھ فقیر کو گذشتہ سال جب زیارت سعودیہ کی سعادت سے نوازا تو ریاض میں عزیزم حافظ محمد اسماعیل حفظہ اللہ نے بتایا کہ حضرت ناظم صاحب جب پہلی مرتبہ جامعہ سلفیہ کا وفد لے کر حاضر ہوئے تو میں (محمد اسماعیل) بھی ان کے ساتھ ریاض میں ایک معروف محسن کے یہاں گیا، باریابی کے لئے ہم لوگ گھنٹوں دروازے پر انتظار کرتے رہے، میں گھبرا کر واپس چلا آیا لیکن حضرت ناظم صاحب کے پائے ثبات میں ذرا بھی لرزش نہیں ہوئی"۔

جس ہستی کی عظمت شان کا یہ عالم رہا ہو کہ بڑے بڑے علماء و رؤسا اور اغنیاء اس کے یہاں باریابی کو فخر سمجھیں، وہ امانت عامہ کا بوجھ اٹھائے سمندر پار خود ایک اجنبی کے یہاں باریابی کے لئے انتظار کی کڑی دھوپ میں کھڑا تپ رہا ہے، اور تماشائے اہل کرم دیکھنے کے للہ فی اللہ اپنی عزت و وقار کی قربانی پیش کر رہا ہے، اخلاص و ایثار کی اور مثالیں نہ معلوم کتنی ہوں گی جن سے ہماری آنکھ اور کان نا آشنا ہیں۔ بلکہ کچھ ایسی سربستہ بھی ہوں گی جو صرف حضرت ناظم صاحب اور ان کے مولیٰ کے درمیان محدود ہوں گی۔

خلوص و حسنِ سلوک

آں مرحوم نے اپنے مذکورہ خط میں جس خلوص اور سچائی کی دعا مانگی تھی وہ پہلے ہی سے ان کے حق میں مستجاب تھی، ان کی جہود مسلسلہ اس پر شاہد ہیں۔ اس پیکرِ اخلاص اور مجسم حسن اخلاق سے ابتدائی ملاقاتوں میں جس مخلصانہ سلوک اور مشفقانہ برتاؤ نے مجھ کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے یہاں اس کو ذکر کئے بغیر قلم آگے کھسکنے کے لئے آمادہ نہیں ہے۔

مئی ۱۹۷۶ء میں جامعہ محمدیہ مالیگاؤں کی تاسیس کے موقع پر مولینا مختار احمد ندوی مدظلہ نے ایک عظیم تقریب منعقد کی تھی، اس میں ہندوستان کے اکابر و اصاغر علماء اور عوام و خواص کے علاوہ سعودیہ اور خلیجی بلاد کے عظیم المرتبت محسنین کی ایک بڑی تعداد بھی شریک ہوئی تھی، جامعہ عالیہ عربیہ مئو کی طرف سے راقم الحروف اور حکیم مولانا عبد الباقی صاحب پر مشتمل وفد بھی اس تقریب میں شرکت سے شرفیاب ہوا تھا، میدان محشر جیسا سماں تھا۔ ؎

کس نمی پرسید کہ بھیا کیستی ؟

AsliAhleSunnet.com

تقریب کے خاتمہ پر فوراً واپسی کی فکر دامن گیر ہوئی، بوقت شب مولانا قاری عبدالرشید خان جہاں پوری مظلہ کے ساتھ منماڈ اسٹیشن پہنچا، ہم لوگوں کو ٹرین کی چالو بوگی میں قسمت آزمائی کرنی تھی، اسی اثناء میں حضرت ناظم صاحب اپنے بنارسی وفد کے ساتھ بنارس واپسی کے لئے اسٹیشن پر نظر آئے، ہمارے سفر کی کیفیت پر متفکر ہو گئے، اتنے میں ٹرین آگئی، قاری صاحب چونکہ مشتاق تھے چالو بوگی میں گھس گئے، یہ نامراد دھکے کھا کر پیچھے رہ گیا، اور رات کے تقریباً گیارہ بجے پھر منصورہ واپس گیا، دوسرے روز جامعہ محمدیہ کے طلبہ جو مشرقی یوپی جارہے تھے، انہوں نے فیس لے کر اپنی سیٹوں پر گنجائش بنالی، کچھ ہی عرصہ کے بعد مبارکپور یا املو وغیرہ میں کہیں پر کسی خاص شخصیت کے جنازے میں حضرت ناظم صاحب سے ملاقات ہوئی، سلام مسنون کے بعد انتہائی مشفقانہ انداز میں پہلا سوال کیا کہ مالیگاؤں سے کیسے طرح آئے تھے؟ سفر میں اس قسم کے حالات تو پیش آتے ہی رہتے ہیں، کسی کو کس کی فکر ہوتی ہے، بالخصوص ٹرین میں مسافروں کی خود غرضی ایک اصولی بات ہو گئی ہے، لیکن ایک ادنیٰ مسافر کی پریشانی پر حضرت ناظم صاحب کی یہ دردمندی اور بیقراری اس وقت تک ان کو ستاتی رہی، جب تک انہوں نے اس کا حال معلوم نہیں کر لیا، پھر افسوس کے ساتھ فرمایا کہ مالیگاؤں سے دو تین اسٹیشن کے بعد ہم لوگوں نے تلاش کر کے قاری صاحب کو اپنے پاس بلا لیا اور تم کو نہ پاکر بہت تشویش ہوئی۔

مالیگاؤں کے اس سفر نے پھر دوبارہ مالیگاؤں کے سفر کی ہمت سلب کر لی، لیکن اس آزمائش کی ایک اور کڑی میرے نصیب میں مقدر تھی، جنوری ۱۹۹۰ء میں بمبئی جانا ہوا اور واپسی کے وقت حضرت مولانا مختار احمد ندوی کی خواہش اور حکم پر ان کے ہمراہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب مولینا ندوی کے ہمراہ ان کی گاڑی سے صبح سویرے مالیگاؤں پہنچے تو یہ افسوسناک خبر ملی کہ آج الحاج عبدالجبار صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، ہم لوگ بھی فوراً تعزیت کے لئے گئے، اور نماز جنازہ وغیرہ میں شریک ہوئے، میری بدنصیبی سے واپسی کے لئے مہانگری کا ٹکٹ ملا جس کا وقت صبح ۷ بجے منماڈ اسٹیشن پر آنے کا تھا، مولانا نے بعد نماز عشاء مجھ کو منصورہ سے کچھ پرائیویٹ سواری اور کچھ سرکاری بس کے ذریعہ منماڈ اسٹیشن بھیجدیا، کیونکہ اس کے بعد صبح تک کوئی سواری نہیں تھی، سخت سردی کا موسم اور اس پر مزید بوندا باندی کا سلسلہ اور تنہائی کا معاملہ۔ سونے پر سہاگہ۔ رات بھر اٹھتے ٹہلتے یہ سوال دہراتے رہے سنہ

اے شب ہجر کہیں تیری سحر ہے کہ نہیں؟

مالیگاؤں کے ان دونوں تاریخی سفر کے تصور سے آج بھی میری روح لرز جاتی ہے، اب حضرت ناظم مرحوم کی دردمندی، اور شان کریمی کہاں جو پریشاں حالوں اور کس مپرسوں کی غمگساری اور خبر گیری کی فکر کرے؟۔

ایثار و احسان

حضرت ناظم صاحب کی میزات میں ایک اہم چیز یہ ہے کہ انہوں نے جامعہ اور جمعیۃ کا کبھی استحصال نہیں کیا اور نہ اپنی خدمات کو صرف جامعہ سلفیہ اور جمعیۃ تک محدود رکھا، بلکہ ملکی سطح پر تمام جامعات

اور جماعت کے مفادات اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے تھے، دار الافتاء، ریاض اور رابطہ عالم اسلامی مکہ وغیرہ کے بعض مبعوثین کو ہندوستان کے دوسرے جامعات و مدارس میں بھی ضرورت و اہمیت کے تناسب سے خدمت کے لئے بھیجا کرتے تھے، یہاں تک کہ بعض دفعہ جامعہ سلفیہ کے موظف استاذ کو بھی دوسرے ضرورت مند اداروں میں مبعوث فرما دیتے تھے، اس سلسلے کی ایک تازہ مثال بلکہ ہم لوگوں کے ساتھ حضرت ناظم صاحب کا ناقابل فراموش احسان یہ ہے کہ ۱۹۸۹ء میں کلیہ فاطمۃ الزہراء للبنات مئو کی طالبات کو پڑھانے کے لئے ایک تجربہ کار معمر استاذ کی سخت ضرورت پیش آئی، ہر طرف سے محرومی کے بعد اس مشکل کو حل کرنے کے لئے حضرت ناظم صاحب کی ذات بابرکات مرجع قرار پائی، ایک سہ نفری وفد جو ڈاکٹر عبد العلی ازہری، حکیم مولانا عبد الباقی اور راقم الحروف پر مشتمل تھا بنارس پہونچا، اور ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری (یہ سب لوگ اس وقت مولانا مختار احمد ندوی مدظلہ کے منتخب و نامزد دائمی ممبران مجلس ادارہ کلیہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں سے تھے) کے ساتھ حضرت ناظم صاحب کی خدمت عالیہ میں باریاب ہو کر مشکل پیش کی، اور عرض کیا کہ مولانا عابد حسن صاحب استاد جامعہ سلفیہ کو کم از کم اس تعلیمی سال کی تکمیل تک کلیۃ فاطمۃ الزہراء میں تدریسی خدمت کے لئے اجازت دے کر ممنون فرمائیں، حضرت ناظم صاحب نے نہ صرف کلیۃ فاطمۃ الزہراء کے لاینحل مسئلہ کو حل فرمایا بلکہ انتہائی خوشی کے ساتھ مولانا موصوف کو جامعہ سلفیہ کی جانب سے بطور مبعوث کلیہ فاطمۃ الزہراء میں خدمت کے لئے بھیجدیا۔ أثابه الله خیرا۔

اسی طرح جامعہ عالیہ عربیہ اور عالیہ گرلس ہائی اسکول مئو بھی اس مثالی عظیم محسن کی عنایات اور مادی و معنوی فیوض و برکات سے برابر مستفیض ہوتے رہے، جب کبھی کوئی فریاد لے کر آنمرحوم کی خدمت ہم لوگ حاضر ہوئے، امکانی حد تک فریاد رسی سے مایوس نہیں فرمایا۔

کرم گستری

حضرت ناظم مرحوم کی ملاقات سے جب کبھی راقم الحروف کو مسعود و مفتخر ہونے کا موقع آتا تو آنمرحوم ایک عظیم المرتبہ بزرگ کے بجائے ایک مخلص بے تکلف دوست کی طرح پیش آتے، اور مزاحیہ و طنزیہ شگوفوں سے بھی محظوظ فرماتے، بعض دفعہ بمبئی وغیرہ کی کسی تقریب میں حاضری کا اتفاق ہوا، اس موقعہ پر حضرت ناظم صاحب نے جامعہ سلفیہ یا جمعیت کی میٹنگ منعقد فرمائی تو خلاف اصول اس ناچیز کو شریک میٹنگ فرما کر عزت و شرف سے نوازے بغیر نہیں چھوڑا۔

غالباً مئی یا جون ۱۹۸۹ء میں مرکزی جمعیۃ کی میٹنگ دار الضیافہ جامعہ سلفیہ بنارس میں منعقد ہوئی تھی، اس میں شرکت کے لئے مولانا مختار احمد ندوی مدظلہ نے مئو سے بنارس جاتے ہوئے راقم الحروف کو بحیثیت خادم کلیۃ فاطمۃ الزہراء

AsliAhleSunnet.com

ہم رفیق سفر کا اعزاز بخشا، بعد نماز ظہر دار الضیافہ میں کھانے پر حضرت ناظم صاحب سے شرف ملاقات حاصل ہوتے ہی وہ اپنی مشفقانہ عادت کے مطابق پوچھ بیٹھے کہ کب آئے ہو؟ جب ان کو معلوم ہوا کہ میں مولانا ندوی کے ہمراہ یہاں پہونچا ہوں تو خفگی کے انداز میں فرمایا کہ یہاں میٹنگ میں کیوں نہیں شریک ہوئے؟ کھانے سے فارغ ہو کر ان کے ساتھ جب دار الضیافہ کے گیٹ پر پہنچا تو میرا راستہ روک لیا اور میٹنگ کی دوسری نشست میں باصرار شریک فرمایا، اس بندہ نوازی اور عزت افزائی پر بعض شرکاء میٹنگ مجھ کو حیرت و استعجاب کی نظر سے گھورنے لگے، میں ابھی حضرت ناظم صاحب کے اسی التفات خسروانہ سے خوشی اور شرمندگی کی ملی جلی کیفیت سے آزاد نہ ہو سکا، شاید حضرت ناظم صاحب کی مبارک زندگی میں مرکزی جمعیۃ کی یہ آخری میٹنگ تھی، افسوس اس کے بعد اپنے اس مخلص کرم فرما سے ملاقات کی سعادت حاصل نہ ہو سکی، مزید افسوس یہ کہ ان کی وفات حسرت آیات کے وقت یہ بدنصیب غریب الوطن تھا، اس لئے نماز جنازہ وغیرہ میں شرکت کے ثواب سے بھی محروم رہا۔

• حضرت ناظم صاحب کی کرم فرمائیوں اور قدردانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اس نااہل کو دو تین مرتبہ باوقات مختلفہ جامعہ سلفیہ کی خدمت کے لئے یاد فرمایا، اس سلسلے کے بھی چند خطوط بقلمہ وخطہ لکھے ہوئے میرے پاس تبرکاً وتذکاراً محفوظ ہیں، ہر مرتبہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو کی ضرورت آڑے آتی رہی، اور حضرت ناظم صاحب اس غریب جامعہ کی ضرورت کو مقدم رکھتے ہوئے معذرت نامہ قبول فرما لیتے رہے۔

حضرت ناظم صاحب کی مخلصانہ کرم فرمائیوں اور بے تکلفانہ ملاقاتوں نے ناچیز کو کس قدر جری بنا دیا تھا، اس لئے ان کی شان میں بے ادبیاں اور گستاخیاں ضرور سرزد ہوئی ہوں گی، چنانچہ کچھ عرصہ پہلے ناچیز ایک ایسی گستاخی کا مرتکب ہوا جس کی ان سے معافی طلب کرنا ضروری تھا، مگر افسوس اس کی توفیق حاصل نہیں ہو سکی، اور آں محترم ہمیشہ کے لئے ہم سب سے جدا ہو گئے، حقیقت یہ ہے کہ مرحوم کی ذات بابرکات صبر وتحمل کا ایسا خاموش سمندر تھی جس کو اتھل پتھل کرنے کے لئے لوگوں نے لعن طعن کے بڑے بڑے پتھر پھینکے مگر سب اس کی گہرائی میں ہضم ہو گئے، اخیر دور میں امیر جمعیۃ کی نسبت سے ان کو جو دکھ پہونچایا گیا اس سے ان کا دل ودماغ بری طرح متاثر ہوا، اور اغلب یہ ہے کہ اسی تاثر سے ان کی مرض الموت کی شروعات ہوئی۔

جامعہ سلفیہ کا مؤرخ کبھی اس حقیقت کو فراموش نہیں کر سکتا کہ اس کے معمار اول حضرت ناظم صاحب مرحوم نے اپنے پسماندگان میں جامعہ سلفیہ کے لئے ایسے مخلص اور تجربہ کار خادم چھوڑے ہیں جو اس امانت کو ان شاء اللہ ضرور سینے سے لگائے رکھیں گے، اور اس کی ترقی کے لئے ہر طرح کی قربانی پیش کرتے رہیں گے، ناظم صاحب مرحوم کے جانشین مولانا شاہد جنید صاحب اسی ادارہ کے فارغ التحصیل ہیں اس لئے وہ زیادہ بہتر طور پر اس کو سنبھالیں گے۔

AsliAhleSunnet.com

ہماری ان معروضات پریشاں کو یادش بخیر کی حیثیت دی جائے یا عقیدت کا نذرانہ تصور کیا جائے ، بہر صورت حضرت ناظم صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اپنے قلبی تاثرات پریشاں کو ہم نے سینے سے سفینے میں منتقل کر دیا ہے ۔ اب آخر قوم کا ہم پر واجبی حق ہے کہ جس طرح انہوں نے قوم و جماعت اور جامعہ کے نفع کو اپنی قیمتی زندگی کا مشن بنا لیا ، اور اسی حالت میں اپنے رب کے پاس جا پہونچے ، ہم بھی ان کے لئے دعاء خیر کا نفع رساں سلسلہ ہمیشہ باقی و جاری رکھیں ۔

یہ سیاہ کار سراپائے تقصیر و خطا دربارگاہ مولائے آمرزگار حضرت ناظم صاحب رحمہ اللہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دست دعا اٹھائے ہوئے امیدوار ہے کہ

در مقامیکہ صدارت بہ بزرگاں بخشند
چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزوں باشی

اللھم اغفر لہ اللھم اجعلہ یوم القیامۃ فوق کثیر من خلقک ومن الناس وادخلہ مدخلا کریما ۔

AsliAhleSunnet.com

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

جامعہ سلفیہ بنارس کے ناظم اعلیٰ اور مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے امیر خلد آشیاں مولانا عبدالوحید سلفی رحمہ اللہ کی باعظمت و پرکشش شخصیت پر میں تین تحریر لکھ چکا ہوں۔ پہلی تحریر اردو میں بہت مختصر اور عجلت میں لکھی گئی تھی، جو محدث اور آواز ملک بنارس میں شائع ہوئی۔ دوسری تحریر اردو میں قدرے مفصل تھی جو محدث ہی میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد تیسری تحریر عربی میں صوت الامہ کے افتتاحیہ کے طور پر شائع ہوئی۔ ان تمام تحریروں کے بعد بھی مجھے یہ احساس ہے کہ مرحوم کی شخصیت کے بہت سے پہلو ابھی تشنہ تحریر ہیں۔ اخلاص نیت، وسعت قلب، اور توفیق الٰہی سے بہرہ ور اہل قلم ضرور ان پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔ اور اس طرح جماعتی تاریخ کا یہ باب مکمل ہوگا۔

مولانا عبدالوحید رحمہ اللہ جماعت اہل حدیث کی آل انڈیا تنظیم "مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند" اور اس کے مرکزی دارالعلوم "جامعہ سلفیہ" کی سربراہی کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس ناطے ملک و بیرون ملک کے بے شمار افراد و شخصیات سے آپ کے قریبی تعلقات تھے۔ دونوں اداروں کے انتظام و انصرام کے سلسلہ میں مختلف النوع مسائل سے

AsliAhleSunnet.com

آپ کا سابقہ تھا۔ خاندان کی عظیم موروثی تجارت کے نشیب و فراز کو سنبھالنے اور گوناگوں معاملات کو سلجھانے میں آپ کا بنیادی کردار تھا۔ اس ضمن میں بھی آپ کے تعلقات کا دائرہ غیر معمولی طور پر وسیع تھا۔ اس لیے میرے ناقص خیال میں آپ کے سوانح کی ترتیب کے کام کو دو حصوں میں تقسیم کرنا زیادہ مناسب ہے۔ پہلے حصہ میں ایسے واقعات و مسائل کا تذکرہ ہو جن کا تعلق آپ کے ذاتی اوصاف و محاسن سے ہے اور دوسرے حصہ میں آپ کے نظریات، افکار و خیالات اور تاثرات پر روشنی ڈالی جائے۔ موصوف کی شخصیت اور ان کے افکار کو اس طرح زیادہ مفید اور منظم شکل میں سامنے لایا جاسکتا ہے۔

موصوف کے سوانح کا اول الذکر حصہ دوسرے حصہ ہی کی طرح بہت زیادہ تفصیل طلب ہے، اس پر کماحقہٗ روشنی ڈالنا کسی ایک شخص کا کام نہیں۔ ساٹھ سالہ زندگی کے نشیب و فراز کی تعیین شخصیت کی تعمیر میں کارفرما عوامل کی شناخت، پیچیدہ مسائل کو حل کرنے پر قدرت کی نشاندہی، تعمیری کاموں میں خلوص و بے نفسی کے ساتھ لگے، بڑھتے رہنے کا ذکر، کسی بھی موڑ پر اپنے آپ کو نمایاں کرنے سے گریز کی توضیح اور اسی جیسے بہت سے دوسرے پہلو سوانحی تذکرہ کے پہلے حصہ میں آئیں گے، جس کی تکمیل مجھ جیسے خاکسار کے بس میں نہیں۔ اس تحریر میں پہلے حصہ کے صرف بعض پہلوؤں پر میں روشنی ڈالوں گا اور دوسرے حصہ کو ابھی نظر انداز کر رہا ہوں، کیونکہ اس کے لیے قدرے تفصیل کی ضرورت ہے، جس کا متحمل یہ مختصر مضمون نہیں ہو سکتا۔ موصوف کے ذاتی محاسن کا اس تحریر میں احاطہ مقصود نہیں، نہ ان کے مابین کسی طرح کی ترتیب پیش نظر ہے۔ مدعا صرف یہ ہے کہ ان کی ذات سے متعلق بعض واقعات و احوال احاطۂ تحریر میں آجائیں تاکہ سوانح کی ترتیب کے کام میں آسانی ہو اور معاملات کو کسی اور رخ پر لے جانا آسان نہ رہے۔

۱۔ صاحب ترجمہ کی ایک نمایاں خوبی ملی و جماعتی کاموں کی محبت اور ان کی انجام دہی کا شغف تھا۔ وہ مثبت فکر سے کام کی تکمیل کے لیے یکسو ہو جاتے تھے اور بے جا زد و قدح سے دل برداشتہ نہیں ہوتے تھے۔ جو لوگ کسی بھی کام کے سلسلہ میں ان کے سامنے منفی رویہ کا اظہار کرتے یا کسی اعتراض کو مدلل کرنے کی کوشش کرتے، ان کی باتوں کو لائق التفات نہ سمجھتے تھے۔ ان کی دھن صرف یہ ہوتی تھی کہ جب کام اچھا اور ضروری ہے تو اسے انجام دینا چاہیے، اور اس سلسلہ میں کوئی ایسا رویہ اختیار نہ کرنا چاہیے جس سے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جائے، اور اس طرح لوگ اس کی افادیت سے محروم ہو جائیں۔

عمل سے محبت کے اسی جذبہ کی وجہ سے انھیں غیر معمولی برداشت اور چشم پوشی سے کام لینا پڑتا تھا۔ جماعتی کاموں میں ایسا اکثر دیکھا جاتا ہے کہ افراد کی آراء اس حد تک مختلف ہو جاتی ہیں کہ منصوبے کے فیل ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لوگ بے تکے اعتراض کرتے ہیں اور ان کا اصرار ہوتا ہے کہ ان کی بات تسلیم کی جائے۔ موصوف ایسے موقع پر سختی سے سخت

AsliAhleSunnet.com

تنقید کا جواب دیتے تھے اور غیر مطمئن افراد کو کام کی افادیت کی جانب متوجہ کرکے مثبت انداز میں سوچنے کی تلقین کرتے تھے۔ ان کا زور صرف اس بات پر ہوتا تھا کہ جب مفید کام سامنے آگیا ہے تو اسے مثبت طور پر انجام دینے میں فائدہ ہے، کبھی کبھی ان کے سامنے ایسے مسائل آجاتے تھے جن میں نقص صاف ظاہر ہوتا تھا اور لوگوں کی کوتاہیاں سامنے ہوتی تھیں، لیکن انھیں نمایاں کرنے کے بجائے مرحوم ان پر خاموشی اختیار کرلیتے تھے تاکہ کام میں تعویق نہ پیدا ہو۔

۲۔ جامعہ اور جمعیۃ میں کارکنوں کی ایک بڑی تعداد ان کی نگرانی میں مصروف کار تھی، تدریسی عملہ کے معاملات سے براہ راست ان کا تعلق کم تھا، کسی اہم فیصلہ کے لیے ان سے رجوع کیا جاتا تھا، لیکن ہر شخص کی قوت کارکردگی اور مزاج سے وہ اچھی طرح واقف تھے۔ اگر کسی مسئلہ میں کبھی کوئی الجھاؤ پیدا ہوتا تو کسی کارکن کی شخصیت کے کمزور پہلو کا سہارا لے کر استحصالی قسم کا کوئی فیصلہ کبھی نہیں کرتے تھے بلکہ کمزوری کو نظر انداز کرکے صلاحیت کے مطابق کام لینے کی سیاست کو اپناتے تاکہ آدمی کا دل مجروح اور اس کی کارکردگی متاثر نہ ہو۔ اس حصہ سے متعلق کچھ مثالیں قابل ذکر ہیں، لیکن میں انھیں مضمون کی اس قسط کے لیے ملتوی کررہا ہوں، جس میں شخصیات سے متعلق مرحوم کے تاثرات و تجربات کا بیان ہوگا۔

۔غیر تدریسی عملہ کا حال سب کو معلوم ہے، سرکاری اور پرائیویٹ دونوں طرح کے اداروں میں ان سے متعلق پیچیدہ مسائل سامنے آتے رہتے ہیں، لیکن پرائیویٹ اداروں میں یہ مسائل زیادہ سنگین ہوتے ہیں، کیونکہ عملہ کے تقرر کے وقت میں کارکردگی کی اہمیت وصلاحیت کے ساتھ ہی بعض دوسری چیزوں مثلاً قربت وغیرہ کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اس نوعیت کی تقرریوں کے نتیجہ میں کبھی کبھی کام بہت زیادہ خراب ہوجاتا ہے۔ یہ موقع نگران کار و ذمہ دار کی آزمائش کا ہوتا ہے، ایک طرف کام کی خرابی اور دوسری طرف ملازم کی بیچارگی و ناواقفیت، انسان نہ سخت بن سکتا ہے نہ نرم۔ ایسے متعدد مواقع پر میں نے مرحوم کے رویہ کا غور سے مطالعہ کیا، وہ بڑے ضبط سے کام لیتے تھے اور آدمی کو پشیمانی میں مبتلا ہونے سے بچا لیتے تھے، لیکن کام کی خرابی پر جب نظر جاتی تھی تو بار بار اظہار افسوس کرتے تھے۔ کبھی کبھی طبیعت کا تکدر بڑھتا تھا تو ملازمت سے علاحدگی کی بات بھی سوچ لیتے تھے۔ لیکن اس نوعیت کے تحت فیصلہ پر طبیعت کی نرمی غالب آجاتی تھی اور غلط کار آدمی اپنی جگہ پر رہ جاتا تھا۔

مرحوم کے ضبط و برداشت کا غیر معمولی مظاہرہ میں نے اس وقت دیکھا جب جامعہ کو ملنے والا ایک عظیم تعاون معمولی دفتری غلطی سے پڑوس کے دوسرے ادارہ کو مل گیا اور وہاں کے ذمہ داروں نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اسے حاصل کرلیا۔ اس معاملہ کا جب انکشاف ہوا تو مرحوم کی کیفیت ناقابل بیان تھی، ایسا محسوس ہورہا تھا کہ اس سے بڑا صدمہ انھیں کبھی نہیں پہنچا۔ اضطراب و بے چینی کو ضبط کرتے تھے، لیکن چہرہ پر غیر معمولی کرب کے آثار نمایاں رہتے تھے۔ اس معاملہ میں مرحوم کو غیر معمولی تلخی کا

AsliAhleSunnet.com

احساس ایسا بھی ہوتا تھا کہ بعض ذمہ داران کی معمولی غفلت سے یہ حادثہ پیش آیا تھا۔ پھر جن لوگوں نے اتنی بڑی امانت پر ہاتھ صاف کیا تھا ان کا موقف بے حد جارحانہ و تحکمانہ تھا۔ شرافت سے گرے ہوئے رویہ کا اظہار برملا ہوتا تھا۔ ندامت و شرمساری کی جگہ ہنرمندی و فتحیابی کی کیفیت نمایاں تھی۔ مقامی جماعت پر یاس و بے چینی کا غلبہ تھا۔ مرحوم سب سے اہم ذمہ دار کی حیثیت سے زیادہ متاثر تھے، لیکن اس کے باوجود زبان سے کوئی نازیبا بات نہیں نکلی۔ اپنے کرب کو چھپاتے ہوئے دوسروں کو صبر و ضبط کی تلقین کرتے تھے اور جامعہ کے مستقبل کے سلسلہ میں ہمیشہ باحوصلہ طرز عمل اختیار کرتے تھے۔

۳۔ صاحب ترجمہ کا ایک نمایاں وصف حسن تصرف تھا، مشکل مواقع پر وہ بڑی حاضر دماغی اور جرأت کے ساتھ صحیح اقدام کر کے صورتحال کو قابو میں کر لیتے تھے اور معاملہ سے متعلق لوگوں کو پوری طرح مطمئن کر دیتے تھے۔ جامعہ کی تاریخ میں سلفیہ طبیہ کالج کا قیام ایک اہم واقعہ بلکہ حادثہ کہا جائے گا۔ اس کالج کا قیام شاید ریاست کے احوال کا جائزہ لیے بغیر بحد عجلت عمل میں آیا تھا۔ جامعی نہلیت ذہن سے اس طرح کے ادارہ کے قیام کا کوئی تجربہ نہ تھا، لہٰذا کالج کے افتتاح کے بعد سے مسائل کا آغاز ہو گیا، اور یہ سلسلہ جب تک کالج رہا، چلتا رہا۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے جس نوعیت کی کوشش یا بالفاظ دگر دلوں پیچ کی ضرورت تھی اسے ذمہ داران نے پسند نہ کیا۔ نتیجہ کے طور پر کالج کی منظوری وغیرہ میں دیر ہوئی۔ طلبہ میں غیر جماعتی اور شر پسند عناصر زیادہ تھے، ان لوگوں نے مخالفین کی شہ پاکر جامعہ کے سامنے بھوک ہڑتال کی، اور جامعہ کے خلاف ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ماحول کی خرابی کے بعد عارضی طور پر کالج بند کر دیا گیا اور طلبہ کو حکم دیا گیا کہ ہوسٹل خالی کر دیں۔ ان لوگوں نے بہت زیادہ گستاخی اور سرکشی کا مظاہرہ کیا اور ہوسٹل چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر مرحوم نے اپنے حسن تصرف، شجاعت اور حاضر دماغی سے دیکھتے ہی دیکھتے ہوسٹل خالی کرا لیا اور معاملہ میں مداخلت کرنے والے ان لوگوں سے جو شر پسندوں کے حامی تھے، بڑی فیصلہ کن گفتگو کی جس سے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور معاملہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس فتنہ کے فرو ہونے کے بعد جب حکومت کے متعلقہ ذمہ داران سے کالج کے معاملہ میں گفتگو کی گئی تو انھوں نے بڑی وضاحت سے سمجھایا کہ اس طرح کے دینی ادارہ میں کسی کالج کے قیام کا تصور غلط ہے، اس کے لیے علیحدہ عمارت اور بعض ابتدائی کارروائیاں ضروری ہیں۔

۴۔ مرحوم مالی معاملات اور حساب و کتاب میں مبالغہ کی حد تک سخت تھے۔ جن لوگوں کو آمد و خرچ کا صاف ستھرا حساب لکھنے کی عادت نہ تھی، ان سے وہ کبھی بھی مطمئن نہ ہو سکے، خواہ ان کی صلاحیت اور کارکردگی کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو، اور جن لوگوں نے حساب کتاب صاف رکھا، ان کو تمام کمزوریوں کے باوجود مرحوم نے ہر موقع پر سراہا اور عزت کی نظر سے دیکھا۔ انسان کی دینی

AsliAhleSunnet.com

و اخلاقی حیثیت کا اندازہ وہ اسی چیز سے کرتے تھے۔ مالی معاملات میں اگر کوئی شخص ان کے سامنے کھرا ثابت نہ ہوتا تو پھر اس پر کبھی بھروسہ نہ کرتے، اور اس کے ساتھ آئندہ بڑی احتیاط سے معاملہ کرتے۔

عوامی اداروں میں مالیات کا صیغہ بڑی نزاکت رکھتا ہے۔ اچھے اچھے لوگ اس آزمائش پر پورے نہیں اترتے، کسی نہ کسی طرح دامن داغدار ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن موصوف نے اس صیغہ کو قابل تعریف حد تک صاف ستھرا رکھا اور کسی بھی موڑ پر کسی شبہ کی گنجائش نہ چھوڑی۔ اس سلسلہ میں ان کے اندر نہ تو کوئی لچک تھی نہ نرمی۔ حالات جن مسائل کے اظہار کا موقع نہ دیتے، انھیں مرحوم ظاہر نہ کرتے تھے۔ لیکن تمام مسائل کو تحریری شکل میں اس قدر صاف اور واضح رکھتے تھے کہ دیکھنے والے حیران ہو جاتے تھے۔ اس کے لیے ان کو بڑی محنت کرنا پڑتی تھی۔ کئی کئی گھنٹے مسلسل بیٹھ کر حساب وکتاب کی دیکھ بھال کرتے تھے اور متعلقہ افراد کو ضروری ہدایات دیتے تھے۔ ان کی حساب کے معاملہ میں محنت و تندہی کی تعریف آڈیٹر صاحبان کرتے تھے اور اس سلسلہ میں ان کی بصیرت اور کمال کا اعتراف ان کو تھا۔ بسا اوقات ان کی نشاندہی پر وہ لوگ اپنا لکھا ہوا حساب درست کرتے تھے۔ پرانے حسابات کو وہ اپنی زبانی یادداشت سے درست کرا دیتے تھے۔ میں مضمون کے شخصیت والے حصے میں مرحوم کے ساتھ کام کرنے والے بعض لوگوں کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالوں گا جن کا تعلق مالیات سے ہے اور ان سے مرحوم کی سیرت کا کوئی پہلو مختلف ہے۔

۵۔ صاحب ترجمہ ایک دردمند دل رکھتے تھے اور دوسروں کے مسائل و مشکلات کو سمجھنے میں ہمیشہ واقعیت پسندی سے کام لیتے تھے۔ عربی مدارس میں عام طور پر اساتذہ قلیل مشاہرہ پر کام کرتے ہیں، جس کی وجہ سے انھیں دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔ جب کوئی بڑا خرچ درپیش ہوتا ہے تو فکر دامن گیر ہو جاتی ہے کہ یہ کام کس طرح انجام پذیر ہوگا۔ مدارس کے ضابطے سخت ہوتے ہیں، کسی طرح کا قرض یا پیشگی تنخواہ دینے کی کوئی گنجائش آسانی سے نہیں نکلتی۔

مرحوم کے سامنے بھی اس نوعیت کے مسائل اکثر پیش ہوتے تھے۔ مالی معاملات میں ان کی ضابطہ پسندی کے باعث ہم لوگ ان کے سامنے اس طرح کے مطالبات رکھنے سے گریز کرتے تھے، لیکن مجبوری جب سخت ہو جاتی ہے تو آدمی کی زبان کھلتی ہے اور ایسی حالت میں اندازہ ہوتا ہے کہ صاحب معاملہ کا برتاؤ کیسا ہے۔ مرحوم نے اپنے پورے دور نظامت میں شاید کسی آدمی کو مایوس نہیں کیا۔ وہ ضابطہ کا خیال ضرور رکھتے تھے، لیکن ساتھ ہی ان کی نظر انسانی ضرورت اور زندگی میں پیش آنے والے سرد و گرم حالات پر بھی ہوتی تھی۔ مجھے بارہا کا تجربہ ہے کہ ان کے سامنے قرض یا تعاون کے بڑے بڑے مطالبے پیش ہوئے۔ اصولی طور پر ان کو پورا کرنے کی کوئی صورت سامنے نہ تھی لیکن مرحوم نے ازراہِ ہمدردی و حسنِ معاملت

AsliAhleSunnet.com

ضرورتمندوں کی دل جوئی کی، اور اگر جامعہ سے بروقت انتظام میں دقت محسوس ہوئی تو ذاتی طور پر اس بوجھ کو برداشت کیا، اور وقت پر مطالبہ پورا کیا۔

ایک طرف اگر ان کو انسانی ضرورت کا احساس تھا تو دوسری طرف وہ اہل علم کی تکریم و توقیر کے خیال سے بھی ایسا کرتے تھے۔ رحمانیہ کی نظامت کے دور میں بھی ان کے اس طرح کے نقوش و لمحات مشہور ہیں۔ بعض مدرسین کے ساتھ انہوں نے کسی مطالبہ کے بغیر بروقت تعاون کیا اور ان کے اس طرح کے اقدام نے اساتذہ کو اطمینان حاصل ہوا۔

اس نوعیت کی ہمدردی و خبرگیری فی الحقیقت جامعہ کی سرپرستی کرنے والے پورے خاندان کا نمایاں وصف ہے اور اس سے لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ علماء و طلبہ کے ساتھ ان کے برتاؤ سے اجنبیت و غیریت کا اظہار نہیں ہوتا اس خاندان کے افراد مختلف بہانوں سے لوگوں کی دل جوئی کرتے ہیں، اور ان کے مسائل پر ہمدردانہ نظر رکھتے ہیں جس سے ان کی کرم گستری و علم نوازی کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں نے مرحوم کے تذکرہ میں اس وصف کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ وہ ضابطوں کی رکاوٹ کے باوجود اہل علم کی خبرگیری اور ان کے ساتھ تعاون کا اہتمام کرتے تھے، لہٰذا ان کے تعلق سے یا مذکورہ خاندان کے کسی دوسرے فرد کے تعلق سے کسی عالم یا جماعتی خادم کی مجبوری و بیکسی کا تذکرہ قرین انصاف نہ ہوگا۔

جیسا کہ معلوم ہے جامعہ میں ہند و بیرون ہند سے مہمانوں کی آمد کا سلسلہ قائم ہے۔ ان مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست جامعہ ہی میں ہوتا ہے خواہ ان کا قیام طویل ہو یا مختصر۔ مرحوم ان مہمانوں کو جن کی علمی و جماعتی زندگی میں اہمیت ہے، دعوت دے کر اپنے گھر بلاتے تھے اور بڑی عزت کے ساتھ پرتکلف ضیافت کرتے تھے۔ اگر کسی مجبوری سے گھر نہ بلا پاتے تو سامان ضیافت جامعہ ہی بھجوا دیتے اور اکثر اوقات خود بھی شریک ہوتے۔ اس طرح کی ضیافتوں میں بعض مدرسین بھی مدعو ہوتے تھے۔ ہوٹلوں سے کھانے کے انتظام کو مرحوم پسند نہ کرتے تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ جو کچھ بھی میسر ہو گھر ہی پر تیار کر کے مہمانوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس سلسلہ میں کبھی کبھی الجھن پیدا ہو جاتی تھی، لیکن وہ اس کو گوارا کرتے تھے اور بدرجہ مجبوری ہی ہوٹلوں کے کھانے پر مطمئن ہوتے تھے۔ مہمانوں کے اجتماع کے موقع پر منتظمین کو جملہ ہدایات خود ہی دیتے تھے اور کھانے کے اقسام سے لے کر تمام چیزوں کا انتخاب و تعیین بھی خود ہی کرتے تھے۔ اس سے ایک آدمی اندازہ کر سکتا ہے کہ ان کے دل میں مہمانوں کے لیے کتنی جگہ تھی۔ اور وہ کس طرح ان کی عزت و توقیر کے لیے کمربستہ رہتے تھے۔ بعض ظاہر بیں ان کے اس اہتمام کو عدم انتظام یا توفیر کے رجحان پر محمول کرتے تھے، لیکن یہ بہت بڑی نادانی ہے۔ مرحوم کے پیش نظر صرف اہتمام و تکریم ضیوف کا پہلو تھا۔

AsliAhleSunnet.com

۶۔ مرحوم کا ایک نمایاں وصف یہ تھا کہ طلبہ اور مدرسین کی علمی ترقی کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہیں پیدا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کا دل بیحد وسیع اور حوصلہ بلند تھا۔ عربی مدارس کے سلسلہ میں بارہا سنا جاتا ہے کہ منتظمین اور اساتذہ داخلی سیاست میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جوڑ توڑ کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا اثر طلبہ تک بھی پہنچتا ہے۔ بعض طلبہ کسی استاد یا انتظامیہ کے غیظ و غضب کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے ان کا مستقبل تباہ ہو جاتا ہے، یا انتظامیہ کی طرف سے بروقت تعاون اور حوصلہ افزائی نہیں ہوتی جس سے ان کو خاطر خواہ ترقی کا موقع نہیں مل پاتا۔ اور وہ دل برداشتہ ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگ تو دانستہ طلبہ کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر دیتے ہیں، جس سے کش مکش کا بیحد گھناؤنا ماحول سامنے آتا ہے۔

صاحب ترجمہ نے اپنے دور نظامت میں اس طرح کا کوئی ماحول پیدا نہیں ہونے دیا۔ داخلی سیاست اور رسہ کشی کا جب بھی کوئی عنصر ابھرا اسے حکمت و دانائی سے دبا دیا اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے پر ہمیشہ زور دیا۔ طلبہ میں سے کسی کو اگر علمی ترقی کے لیے کسی طرح کے تعاون کی ضرورت پیش آئی تو بڑی فراخدلی سے پیش کیا۔ مدرسین کو اس طرح کے مواقع کم پیش آئے، لیکن جب پیش آئے تو مرحوم نے کسی تامل کے بغیر اپنا تعاون پیش کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ سے طلبہ کے باہر جانے کا سلسلہ عرصہ سے قائم ہے۔ اس میں کبھی کبھی ایسی صورت پیش آئی کہ طلبہ کے ٹکٹ کسی وجہ سے نہ پہنچ سکے اور تاریخ گزر جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا، ایسے موقع پر مرحوم نے کسی پس و پیش کے بغیر جامعہ کی طرف سے یا کسی بھی دوسرے ذریعہ سے ٹکٹ کا انتظام کرکے طلبہ کو بروقت روانہ کیا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے کبھی کسی طرح کی سیاست کو داخل نہ کیا، نہ ہی کسی ایسی تنگ دلی کا مظاہرہ کیا جس سے طلبہ کا مستقبل متاثر ہو۔ ان کی بلند حوصلگی عالی ظرفی اور بے نفسی سے بہت سے لوگوں کا مستقبل سنور گیا۔ کسی ادارہ کے ذمہ دار کے لیے یہ ایک بڑا وصف ہے۔

۷۔ اس مضمون میں صاحب ترجمہ کی علمی حیثیت پر بھی مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ کیونکہ اب تک ان کے احوال پر جو تحریریں نظر سے گزری ہیں، ان میں یہ پہلو تشنہ محسوس ہوتا ہے، بلکہ بعض تحریروں سے تو یہ مترشح ہوتا ہے کہ مرحوم کا بذات خود علم سے کوئی خاص تعلق نہ تھا، البتہ انتظامی حیثیت سے وہ بہت کامیاب تھے۔ شخصیات کے تجزیے میں لکھنے والا آزاد ہوتا ہے، جو رائے چاہے قائم کرے اور اس کی تائید میں دلائل پیش کرے۔ مرحوم کے سلسلہ میں مذکورہ بالا رائے سے مجھے اتفاق نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مرحوم نے تدریس، تالیف اور تقریر کو مشغلہ نہیں بنایا اور نہ اس میدان میں ان کو کوئی خاص شہرت حاصل ہوئی۔ لیکن اس سلسلہ میں اس پہلو سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ انھوں نے

جامعہ رحمانیہ سے باقاعدہ فراغت حاصل کی تھی اور تجارتی مشاغل کی کثرت سے پہلے وعظ و تبلیغ کی سرگرمیوں سے بھی ان کا تعلق تھا۔ ایک طویل عرصہ تک محلہ کی مسجد کے وہ امام تھے اور اس ذمہ داری کو بڑی خوش اسلوبی سے نبایا۔ لوگ ان کی قرأت کو سننے کے مشتاق رہا کرتے تھے۔ دینی مسائل پر گفتگو میں وہ باقاعدہ حصہ لیتے تھے اور بڑے سلجھے انداز میں اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ دینی کتابوں کے مطالعہ کا شغل بھی تھا، اس لیے مسائل مستحضر رہتے تھے۔ سفر حج میں ایک مرتبہ ایام منیٰ میں ایک مقام پر میں ان کے ساتھ تھا۔ آرام کے لیے ایک مقام پر بیٹھ گئے۔ بہت سے لوگ حج سے متعلق مسائل ان سے دریافت کرنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ موصوف بے تکلف سائلین کی رہنمائی کر رہے ہیں اور ان کے سوالات کے جوابات دے رہے ہیں۔ یہ سلسلہ دیر تک قائم رہا۔

جامعہ کی عربی مراسلت راقم سطور کے ذمہ تھی، بہت سے معاملات میں طویل اور قدرے علمی انداز کے خطوط لکھنے ہوتے تھے۔ موصوف تمام خطوط کو پڑھتے تھے اور ان پر اپنے اطمینان کا اظہار کرتے تھے، کبھی کبھی مضمون بدلنے کی ہدایت بھی کرتے تھے، اس سلسلہ میں ان کی رائے بیحد صائب ہوتی تھی۔ زبان و بیان کے نشیب و فراز سے وہ اچھی طرح واقف تھے۔ مختلف شعراء کے کلام پر مشتمل جو طویل انتخاب انھوں نے مرتب کیا تھا، اس سے ان کے ذوق کی گہرائی و بلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اردو کے اس انتخاب سے ان کے ادبی شعور کو جلا ملی تھی، اور عربی زبان کو سمجھنے اور انگریزی لکھنے میں اس کا اثر نمایاں تھا۔ دعوتی کارڈ اور کتبات وغیرہ کے مضمون کی تعیین و تحسین میں بھی ان کی رائے بیحد وقیع تھی، وہ جس لفظ یا ترکیب کو مرجوح قرار دیتے تھے وہ سب کو کھٹکتی تھی۔

مرحوم کے علمی مقام و حیثیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے جامعہ سلفیہ کی تصنیفی و اشاعتی سرگرمیوں کی جانب اشارہ ضروری ہے۔ حضرت شیخ الحدیث حفظہ اللہ تعالیٰ کی مرعاۃ المفاتیح کی اشاعت کے سلسلہ میں مرحوم کسی بھی تعویق و تاخیر کے متحمل نہیں تھے، اور انھی کی تاکید و توجہ سے اس کی دو اشاعتیں جامعہ سے شائع ہوئیں، تیسری اشاعت کی منظوری بھی وہ دے چکے تھے، لیکن اس کی تفصیل کا مقام مضمون کا دوسرا حصہ ہے۔

اسی طرح دیگر علمی منصوبوں کی بھی موصوف بیحد حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ جامعہ کے ادارۃ البحوث سے اب تک چھوٹی بڑی تقریباً دو سو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ موصوف نے کبھی بھی اس پروگرام میں کسی طرح کا التوا پسند نہ کیا جب بھی کسی کتاب کے ترجمہ یا تصنیف یا اشاعت کی بات آئی، انھوں نے فراخدلی سے اس کی تنفیذ کی اجازت دی، جبکہ ان کو — دوسروں کی طرح — بخوبی یہ علم تھا کہ جامعہ کا اشاعتی منصوبہ اس کے لیے کسی بھی طرح کے

AsliAhleSunnet.com

مادی فائدہ کا سبب نہیں، بلکہ اس کا جو کچھ حاصل ہے وہ علمی وثقافتی ہے۔ مرحوم نے اپنی علم دوستی وقدر دانی کی بنا پر ادارۃ البحوث کے تصنیفی واشاعتی منصوبوں کی قابلِ فخر طور پر سرپرستی کی اور ادارہ کے کارکنوں کو ہمیشہ حوصلہ شکنی سے بچایا۔ قرآن کریم کے اردو ترجمہ وتفسیر کے منصوبہ کا جب انھیں علم ہوا تو بیحد خوش ہوئے اور جیب خاص سے اس کی تکمیل کے لیے ایک خطیر رقم مخصوص کردی۔ یہ سب کچھ انھوں نے بلا جبر فرض شناسی کے طور پر کیا۔ لیکن ہمیشہ ان کی یہ تمنا بھی رہی کہ جامعہ سلفیہ کے شعبۂ تصنیف واشاعت کو علمی وتجارتی دونوں سطح پر اس طرح آگے بڑھایا جائے کہ مالی اعتبار سے یہ ادارہ خود کفیل ہو جائے، اور ساتھ ہی علم وتحقیق کے میدان میں اس کا اعتبار قائم ہو جائے، لیکن اس پاکیزہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے میں سب سے بڑی دشواری عدم تعاون تھا۔ موصوف اس عظیم کام کو تنہا انجام نہ دے سکتے تھے اس لیے بڑی حسرت سے جامعہ کی اس ناکامی کا تذکرہ کرتے تھے۔ یہ منصوبہ کیوں عملی شکل نہ اختیار کر سکا اس کا ذکر بھی مضمون کے دوسرے حصہ میں قدرے تفصیل سے ہوگا۔

ادارۃ البحوث سے عربی واردو دونوں مجلے بحمد اللہ سنہ ۱۹۶۹ء سے شائع ہو رہے ہیں۔ ان کی اشاعت وترسیل پر لمبا خرچ آتا ہے، لیکن خریداری محدود ہے۔ کبھی کبھی یہ خیال سامنے آیا کہ ان پرچوں کی اشاعت بند کردی جائے۔ معلوم نہیں اس طرح کی تجویز پیش کرنے والوں کی نیت کیا تھی۔ لیکن موصوف نے بڑی سختی سے اس کی مخالفت کی۔ البتہ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ مرکزی درسگاہ کے مجلات کے سلسلہ میں جماعت کے اہل علم وخیر کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ ان کے علمی ومادی تعاون سے یہ سلسلہ جاری رہے۔ ان کی تمنا تھی کہ جماعت کے عربی مدارس ان مجلات پر خصوصی توجہ مبذول کریں، بالخصوص عربی مجلہ پر کہ یہ مرکزی درسگاہ کا منفرد عربی مجلہ ہے جو تقریباً دو دہائیوں سے برابر شائع ہو رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں جب جماعت کے نام کسی اپیل کی اشاعت کا سوال سامنے آیا تو موصوف نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ اسی طرح انھوں نے ان تمام تاثراتی خطوط کی اشاعت سے بھی منع کر دیا تھا جن میں مجلہ (عربی یا اردو) کی بابت مدح وستائش مرقوم ہوتی تھی، ان کا نظریہ یہ تھا کہ دینی وعلمی کاموں کی ادائیگی فرض کے طور پر انجام دینا ضروری ہے، کسی دوسرے پہلو پر نظر غلط ہے۔

۸۔ علمی اداروں کے ساتھ جامعہ کے تعلقات کی استواری میں موصوف کے ساتھ توفیق ایزدی شامل تھی۔ ان کے دور نظامت میں جامعہ کے علمی وثقافتی تعلقات عالم عرب کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے استوار ہوئے اور طلبہ کو استفادہ کا بہترین موقع میسر ہوا۔ موصوف اس نوعیت کے تعلقات کو بڑی اہمیت دیتے تھے، ان کو یہ احساس تھا کہ

AsliAhleSunnet.com

موجودہ دور میں تعلیمی اداروں کا باہمی ربط اساتذہ وطلبہ دونوں کے لیے ضروری ہے۔ اس سے بحث وتحقیق کی نئی راہیں سامنے آتی ہیں اور علمی منصوبوں کی افادیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جامعہ کے آغاز ہی سے مدینہ یونیورسٹی سے اس کا تعلق استوار ہوگیا اور طلبہ کے وہاں تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا جو بحمد اللہ آج بھی قائم ہے۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ کی ام القریٰ یونیورسٹی، ریاض کی امام محمد بن سعود یونیورسٹی اور ملک سعود یونیورسٹی، پھر سعودیہ سے باہر دوسری اسلامی یونیورسٹیوں سے بھی تعلقات قائم ہوئے اور اس سے جامعہ کے اعتبار میں اضافہ ہوا۔

ملک کے اندر بھی مرحوم نے سنٹرل یونیورسٹیوں اور علاقائی یونیورسٹیوں کے ساتھ تعلقات کی استواری کو اہمیت دی۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے بنارس ہندو یونیورسٹی کے لیے کوشش کی گئی جس میں کامیابی نہ ہوسکی۔ اس کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور لکھنؤ یونیورسٹی سے تعلقات استوار ہوئے اور بحمد اللہ ان تمام اداروں سے طلبہ کے استفادہ کا سلسلہ جاری ہے۔

پچھلے سال جون کی بات ہے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کورٹ کی ممبری کے لیے ایک ہمدرد نے راقم سطور کے پاس لکھا، مجھے اپنے مشاغل کے پیش نظر تامل تھا۔ مرحوم سے میں نے استصواب کیا، انھوں نے زور دے کر کہا کہ ممبری قبول کرلینا بہتر ہے۔ جب کورٹ کے اجتماع میں شرکت کا وقت آیا تو میں نے سفر کی تیاری کی۔ اچانک شہر کے حالات ناہموار ہوگئے اور میں نے سفر ملتوی کردیا۔ موصوف کو عدم شرکت کا علم ہوا تو ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا کہ اس طرح کے مواقع کو کھونا نہیں چاہیے۔

جامعہ کی علمی شہرت اور یونیورسٹیوں کے ساتھ اس کے تعلقات کی بنا پر عربی ادب اور اسلامی علوم سے دلچسپی رکھنے والے اساتذہ وپروفیسران مختلف اوقات میں جامعہ آتے رہتے تھے۔ ان میں قابل ذکر نام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو، ڈاکٹر نذیر احمد، ڈاکٹر نور الحسن انصاری مرحوم، ڈاکٹر عبد العلی ازہری اور ڈاکٹر ظہیر صدیقی کے ہیں۔ مرحوم اپنی مصروفیتوں کے باوجود ان حضرات کے ساتھ بیٹھ کر علمی مسائل پر تبادلۂ خیال کرتے تھے اور جامعہ کی تعلیمی ترقی کے لیے ان سے مشورے طلب کرتے تھے۔ ڈاکٹر مختار الدین اور ڈاکٹر نور الحسن کے ساتھ آپ کی طویل مجلسیں بھی ہوئی ہیں۔ ان ملاقاتوں میں مرحوم بڑے وقار اور تمکنت کے ساتھ بات کرتے تھے۔ دیکھنے والا یہ محسوس نہیں کرپاتا تھا کہ آپ کے مشاغل کسی اور نوعیت کے ہیں۔

بیرون ہند کے سفر میں موصوف کا سابقہ ہر میدان کی عظیم شخصیات سے پڑتا تھا۔ ان میں اعلیٰ حکام، وزراء، تجار، علماء اور مشائخ سبھی ہوتے تھے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ اس کے منصب اور حیثیت کے مطابق اس طرح گفتگو کرتے تھے

AsliAhleSunnet.com

کر آدمی مطمئن ہو جاتا تھا۔ بلکہ اکثر لوگ ان کی شخصیت، وجاہت اور طرزِ تکلم سے غیر معمولی طور پر متاثر ہوتے تھے،۔ ایک بڑے عالم نے اپنے اس تاثر کا مجھ سے بصراحت اعتراف بھی کیا، بلکہ قطر میں میں نے ایک معروف عالمِ دین کو دیکھا کہ مرحوم کے جوتے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر ان کے پاس رکھ دیے، مرحوم منع کرتے رہ گئے وہ نہ رکے۔ میں اس منظر سے بےحد متاثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ جسے قبولِ عام سے نوازتا ہے اس کی اسی طرح توقیر ہوتی ہے۔ مرحوم کا ظرف یہ تھا کہ اس طرح کی پذیرائی سے خوش ہونے کے بجائے شرمساری و تواضع کا اظہار کرتے تھے۔

۹۔ صاحبِ ترجمہ کی ملی و جماعتی زندگی کا سب سے نمایاں اور قابلِ فخر وصف معلوم نہیں ان کے سوانح نگار کیا متعین کریں گے، لیکن میں ان کی دینی و جماعتی زندگی میں جس وصف کو سب سے زیادہ نمایاں اور قابلِ فخر بلکہ واجب التقلید سمجھتا ہوں وہ موصوف کا اخلاص اور ان کی بےنفسی و للہیت ہے، جس کی جلوہ نمائی کسی ایک مقام یا واقعہ کے ساتھ محدود نہیں، بلکہ ان کی جماعتی زندگی کے تقریباً ہر گوشہ کو محیط ہے۔ اس وصف پر اگر اپنے تاثرات میں پورے طور پر پیش کروں گا تو مضمون اپنے موجودہ دائرہ سے نکل کر دوسرے حصہ میں داخل ہو جائے گا، اس لیے بےحد مختصر انداز میں صرف ایک دو باتیں ذکر کروں گا۔

موصوف جس خاندان سے متعلق تھے وہ اپنی ثروت و عزت کے لیے مشہور ہے۔ ان کے سامنے ہر طرح کی راحت و آسائش کے اسباب و وسائل مہیا تھے، وہ چاہتے تو دکھاوے کے طور پر "خدمتِ دین" کا لبادہ اپنے اوپر ڈال کر نام پیدا کر لیتے، لیکن ان کا اخلاص آشنا دل اس کے لیے آمادہ نہ تھا، انہیں حقیقی معنوں میں جماعتی ترقی کا سودا تھا، ممکن ہے ان کے کسی اقدام سے دوسروں کی نظر میں جماعت کو نقصان پہنچا ہو، لیکن اپنی دانست میں انھوں نے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جس سے جماعت کی ترقی اور اس کے وقار کو ٹھیس پہنچے۔ اپنے آرام اور اپنی صحت کو تج کر انھوں نے جماعتی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کی، اور اللہ تعالیٰ نے جس قدر کامیابی مقدر کی تھی وہ انہیں حاصل ہوئی۔

مرحوم کو جماعت کے دو عظیم اداروں کی سربراہی کا اعزاز حاصل تھا اور اپنے منصب پر وہ ہر طرح معروف و مقبول تھے، منصب اور مقبولیت سے منفعت اندوزی کی مثالیں بھی ان کے سامنے تھیں، لیکن انھوں نے کمالِ احتیاط سے اپنا دامن محفوظ رکھا اور اتنا صاف ستھرا کردار ہمارے سامنے پیش کیا کہ کہیں سے انگلی نہ اٹھ سکی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بیرونِ ہند کے ایک سفر کے دوران جماعت اہلِ حدیث کے ایک بےحد مخلص کرم فرما نے مرحوم کے ساتھ تجارتی مسائل پر گفتگو شروع کی، دیر کے بعد خوبصورت انداز میں مرحوم سے کہا کہ آپ ایک بڑی تجارت کے مالک ہیں، اگر اس سفر میں

AsliAhleSunnet.com

اگر کچھ تجارتی مشغلہ بھی رکھیں تو اس سے فائدہ ہو۔ مرحوم نے بڑی صفائی سے انھیں جواب دیا کہ میرے تجارتی مشاغل علیحدہ ہیں گھر سے جب میں جامعہ کے کام سے نکلا ہوں تو پھر اس میں مادی منفعت کے کسی پہلو کو داخل کرنا میری طبیعت اور اصول کے منافی ہے۔

پیر کی بیماری کے باعث مرحوم کے لیے ٹرین کا سفر تکلیف دہ تھا، لیکن جب تک برداشت کر سکے ٹرین ہی سے سفر کیا۔ آخری چند برسوں میں جب تکلیف بہت بڑھ گئی تو ہوائی جہاز کا سفر اختیار کیا۔ اس سلسلہ میں وقت بچانے یا تکلیف سے بچنے کی دلیل ان کو مطمئن نہ کر سکی۔ ان کی غیور و محتاط طبیعت کا یہ حال تھا کہ سفر کے اخراجات خود برداشت کرتے تھے، اور اگر کہیں سے اس نام پر رقم ملتی تھی تو اسے جامعہ کے حوالہ کر دیتے تھے۔ مادی منفعت سے بے نیازی کے ساتھ ہی مرحوم ہر طرح کی ستائش و تحسین سے بھی بے پرواہ تھے، ورنہ ان کی خدمات جس قدر عظیم و روشن تھیں، ان پر مدح و ستائش کے انبار لگ جاتے:

ان سطور کے اختتام پر رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ملت و جماعت کو ان کا مخلص جانشین عطا فرمائے۔ آمین۔

بقلم مقتدیٰ حسن ازہری

۱۳ رجب ۱۴۱۰ھ

AsliAhleSunnet.com

کچھ یادیں ..... کچھ تاثرات

از ڈاکٹر عبد العلی عبد الحمید ازہری

اس وقت میری عمر بارہ تیرہ برس کی ہوگی، مئو ناتھ بھنجن کے سب سے پرانے سلفی معہد مدرسہ عالیہ میں عربی کی تیسری جماعت مکمل کرلینے کے بعد میری والدہ کا اصرار ہوا، کہ مجھے کسی دوسرے مدرسہ میں بھیجا جائے، تاکہ میں اپنی دینی تعلیم مکمل کروں، کیونکہ اس وقت مدرسہ عالیہ میں چار جماعت سے اوپر کی تعلیم کا انتظام نہیں تھا، اس زمانہ میں عربی مدارس کے طلبہ کے درمیان بنارس کے جامعہ رحمانیہ کا بڑا شہرہ تھا، اور ہر شخص دل میں یہ ارمان لئے رہتا تھا کہ اسے اس میں داخلہ مل جائے اس کی خاص وجہ یہ تھی، کہ عام طور پر مدارس کے طلبہ کے ساتھ انتظامیہ کا برتاؤ کچھ اس طرح کا ہوتا تھا کہ گویا طلبہ ان کے اوپر بوجھ ہیں اور انھیں قیام وطعام کی سہولت فراہم کرکے ان کے اوپر احسان کیا جارہا ہے، اسی لئے طلبہ کو صرف سدرمق کے برابر خوراک دی جاتی تھی، صرف دو وقت دال کے ساتھ دو روٹیاں، یا ایک روٹی اور تھوڑا سا چاول ملتا تھا، ناشتہ ضروریات زندگی سے اوپر کی چیز تھی، اس لئے اس کو طلبہ کے لئے مہیا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، ایک کمرے کے اندر آٹھ دس طلبہ زمین پر اپنے بستر ڈال کر سوتے تھے۔

ان حالات میں واقعی بنارس کا جامعہ رحمانیہ نادار طلبہ کے لئے جنت سے کم نہ تھا، وہاں پر نہ صرف یہ کہ سونے کے لئے چارپائی ملتی تھی، اور صبح کو ناشتہ میں چنا ملتا تھا، بلکہ دونوں وقت کے کھانے میں بھی دال کے ساتھ سبزی یا گوشت ہوتا تھا، اور عام طور پر روٹی اور چاول دونوں کا انتظام ہوتا تھا۔

جامعہ رحمانیہ میں محدود تعداد میں طلبہ لئے جاتے تھے، مدرسین میں مئو ناتھ بھنجن کے دو فاضل اساتذہ تھے، مولانا عبد الرحمٰن عمری، اور مولانا فضل الرحمٰن عمری، أطال اللہ حیاتہما۔ دونوں میرے قریبی رشتہ دار تھے بلکہ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ میرے سگے ماموں ہیں، والدہ نے اپنی خواہش کا اظہار ان کے سامنے کیا، اور انہوں نے مجبوری کا اظہار کیا، اور مجھے مدرسہ فیض عام میں

AsliAhleSunnet.com

مزید تعلیم کے لئے بھیج دیا گیا، بقرعید کی تعطیل میں جب مولانا فضل الرحمن صاحب بنارس سے مئو تشریف لائے، تو انہوں نے والدہ محترمہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ جامعہ میں ایک سیٹ کسی طالب علم کے چلے جانے کی وجہ سے خالی ہوگئی ہے، اور انہوں نے میرے داخلے کے لئے مہتمم جامعہ سے بات کرلی ہے، اور پھر مجھے ان کے ساتھ بنارس بھیج دیا گیا، اس وقت مہتمم حضرت مولانا عبد المتین صاحب رحمہ اللہ تھے۔ طیب شاہ کی مسجد میں عصر کی نماز کے بعد مولانا فضل الرحمن صاحب نے مجھے ان کی خدمت میں مسجد ہی میں پیش کیا، انہوں نے وہیں کھڑے کھڑے میری قابلیت کا امتحان لینے کا فیصلہ کیا، ہم لوگوں نے تیسری جماعت میں حدیث کی مشہور کتاب، " بلوغ المرام " پڑھی تھی، لیکن اسے زبانی یاد نہیں کیا تھا، لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم میرے اوپر کچھ ایسا تھا کہ عبارتیں بڑی جلدی ذہن نشین ہو جاتی تھیں، حافظہ بہت قوی تھا، مہتمم صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ بلوغ المرام کی آخری حدیث کون سی ہے؟ میں نے اپنے مخصوص مئوی لہجے میں جواب دیا:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، كلمتان خفيفتان على اللسان، ثقيلتان فی الميزان، حبيبتان إلى الرحمن، سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم۔

یہ حدیث اپنے منفرد اسلوب کی وجہ سے تقریباً سبھی طلبہ کو یاد تھی، پھر انہوں نے پوچھا کہ کتاب کی پہلی حدیث کون سی ہے؟ میں نے ذہن پر تھوڑا سا زور ڈالنے کے بعد اسے بھی بتا دیا، اور داخلہ کے امتحان میں کامیاب ہوگیا۔

نئے ماحول میں مجھ کو ہر چیز نئی اور عجیب سی لگتی تھی، لیکن چند چیزیں اور چند شخصیتیں ایسی تھیں جو ذہن پہ چپک کر رہ گئیں ان شخصیتوں میں سے ایک شخصیت طیب شاہ جامع مسجد کے امام کی تھی، ہم لوگ پنجوقتہ نماز کی ادائیگی کے لئے اسی مسجد میں جاتے تھے نماز جو صاحب پڑھاتے تھے ان کی شخصیت بے حد جاذب نظر تھی، خوبرو، شکیل، تنومند، شباب کی توانائیوں سے بھرپور، چہرے پر خوبصورت سی کالی داڑھی، جامہ زیب، نفاست اور شائستگی کا ایک نمونہ، چال میں وقار و تمکنت، بات چیت میں تواضع و انکساری، چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ، غرضیکہ ان کی شخصیت ان تمام صفات حسنہ کا مجموعہ تھی، جو ہم لوگ قرآن و حدیث میں ایک مؤمن کی نسبت سے پڑھتے چلے آئے تھے، تلاوت قرآن اتنی مؤثر اور دلنشیں آواز میں کرتے تھے کہ آل داؤد کی مزامیر کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، صبح کی نماز میں خاص طور پر جب قرأت کرتے تھے، تو سننے والوں کا جی یہی چاہتا تھا کہ اس کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے مختصر سا جواب دیا: " مولوی عبد الوحید کوٹھی والے " کوٹھی کیا تھی، ابھی مجھے معلوم نہیں تھا لیکن میں اتنا ضرور سمجھ گیا تھا کہ مولانا عبد المتین صاحب ناظم بھی کوٹھی والے

AsliAhleSunnet.com

ہیں، یہ صاحب بھی ان کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہوں گے، لیکن کوٹھی والے تو بہت امیر تھے، ان کی دولت کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سننے میں آتی تھیں، پھر یہ خاکساری اور انکساری اور تواضع اور مذہب سے اس قدر لگاؤ اور علم کی دوستی! میں نے سنا تھا، اور پڑھا بھی تھا کہ علم اور دولت کبھی اکٹھا نہیں ہوتے، اور اپنی زندگی میں دیکھا بھی کہ عالم اگر دولت کے پیچھے بھاگا تو علم نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے کوٹھی والوں پر یہ انعام کیا تھا کہ انہوں نے دونوں چیزوں کی حفاظت کی تھی۔

مولانا عبدالوحید سلفی۔ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور ناظر اعلیٰ مرکزی دارالعلوم (جامعہ سلفیہ) کو قریب سے دیکھنے کا یہ میرا پہلا موقع تھا۔

میں دو سال سے زیادہ جامعہ رحمانیہ میں نہیں ٹھہر سکا، اقتصادی مجبوریوں کے تحت مجھے اپنی پڑھائی چھوڑ دینی پڑی پھر بنارس سے کوئی رابطہ نہیں رہا۔ دو سال کے وقفہ کے بعد میں نے اپنی بقیہ تعلیم مئوناتھ بھنجن کے مدرسہ فیض عام میں مکمل کی، اس دوران نوگڈھ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے کل ہند اجتماع کا اہتمام کیا گیا، جماعت ایک طویل عرصہ سے جمود اور تعطل کا شکار تھی اور بہت سے مخلص عناصر اس بات کے لئے کوشاں تھے کہ اس کے مردہ جسم میں روح پھونک کر اسے حرکت میں لایا جائے، ان ہی کی کوششوں کے نتیجے میں نوگڈھ میں کانفرس کا انعقاد عمل میں آیا، وہاں پر پھر دوبارہ مولانا عبدالوحید کو دیکھنے کا موقع نصیب ہوا، وہ اپنے کچھ احباب اور رفقاء کے ساتھ کافی سرگرم نظر آرہے تھے۔

دراصل وہ جماعت کی آنے والی نسلوں کی دینی بقاء اور تحفظ کے لئے پریشان تھے، وہ اپنے لئے کچھ نہیں تلاش کر رہے تھے جیسا کہ بہت سے سرگرم عناصر کانفرس میں اپنے ذاتی مفاد کے لئے سرگرداں و پریشان تھے، اللہ کا یہ بندہ اس فکر میں چکر لگا رہا تھا کہ جماعت اہل حدیث کا تشخص باقی رکھنے کے لئے اور دین کی صحیح تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے کوئی ایسا تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے، جہاں سے تشنگان علوم دینیہ قرآن و حدیث کی صحیح تعلیم حاصل کر کے مسلمانوں کو ان کے مذہب کی بنیادی باتوں سے آگاہ کر سکیں، اس کے لئے وہ ہر با اثر فرد سے بات کرتے، اور اس کو جماعت اہل حدیث کی ایک مرکزی درسگاہ کے قیام کی ضرورت سے آگاہ کرنے کی کوشش کرتے۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے ایک اور عمل سے عوام کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی، کانفرس میں شرکاء کی تعداد توقع سے زیادہ ہوگئی، اور مضبوط مرکزی قیادت کے فقدان کی وجہ سے افراتفری کا عالم تھا، بسا اوقات ہنگامے کی شکل پیدا ہو جاتی تھی، ایسے موقعوں پر مولانا عبدالوحید صاحب مصری قاری عبدالباسط کی تلاوت قرآن کا ٹیپ لگا دیا کرتے تھے، جو انہوں نے ریڈیو سے ریکارڈ کر رکھا تھا۔ تلاوت شروع ہوتے ہی مجمع میں بالکل سکوت طاری ہو جاتا تھا، اور لوگ اطمینان سے بیٹھ

AsliAhleSunnet.com

جاتے تھے۔

وگنڈہ کی کانفرنس سے کوئی اور نتیجہ تو نہیں نکل سکا لیکن مرکزی دارالعلوم کے قیام کی تجویز منظور ہو گئی، اور اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو کانفرنس کامیاب تھی، تجویز منظور ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں تھی، جماعت اہل حدیث پہلے بھی بہت سی تجویزیں پاس کر چکی تھی، جو کبھی عملی شکل میں سامنے نہ آسکیں، لیکن عبدالوحید نے اس تجویز کو عملی شکل دینے کا عزم کر رکھا تھا، اور اسے پورا کر دکھایا۔

جس وقت مرکزی دارالعلوم کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا، ہم لوگ جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے قاہرہ میں تھے، خبر سن کر خوشی ہوئی، اور اس کی کامیابی کے لئے دل سے دعائیں نکلیں، اس کے بعد ۱۹۶۸ء ہمارے رفقاء میں سے حافظ مقتدی حسن الازہری جب واپس وطن تشریف لائے تو ان سے مرکزی دارالعلوم میں تدریس اور بحث و تالیف کے فرائض انجام دینے کے لئے رابطہ قائم کیا گیا، انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی، اس طرح مولانا عبدالوحید صاحب کے ساتھ جو کہ مرکزی دارالعلوم کے شروع ہی سے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے تھے، ہمارے ایک نئے رشتے کا آغاز ہوا، جب میں ۱۹۶۹ء میں وطن لوٹا تو ڈاکٹر ازہری صاحب نے مجھے ناظم صاحب کی خدمت میں پیش کیا، ان سے براہ راست گفتگو کرنے کا میرا یہ پہلا موقع تھا، انہوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا، اور بیٹھ کر دیر تک باتیں ہوئیں، میں ان سے اس طرح بات کرتا تھا جیسے ایک شاگرد کو استاذ سے کرنی چاہئے، لیکن ان کا برتاؤ میرے ساتھ ایسا تھا جیسے کہ میں کوئی بہت بڑا عالم اور باحث ہوں، ان کی خاکساری اور تواضع سے میں پہلے ہی سے متاثر تھا، اس ملاقات نے مجھے ان کا اور زیادہ گرویدہ بنا دیا۔

پھر میں نائجیریا چلا گیا، وہاں سے جب بھی وطن آتا بنارس ضرور جاتا، اور ناظم صاحب سے ملاقات کرتا، اور اس طرح ہمارے تعلقات مضبوط ہوتے گئے، نائجیریا سے واپسی کے بعد بمبئی میں قیام کے دوران ہم لوگوں کو ملاقات کے زیادہ مواقع فراہم ہوئے۔ وہ جب بھی بمبئی تشریف لاتے ملاقات کا شرف بخشتے، اور میں جب بھی بنارس سے گذرتا، سلام کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضری دیتا، انہوں نے مجھے مرکزی دارالعلوم کی مجلس منتظمہ کا ممبر بھی بنا دیا، اسی طرح جمعیت اہل حدیث کی سرگرمیوں میں بھی مجھے داخل کرنے کی کوشش کی، میں اپنی ذاتی مصروفیات اور کچھ دوسرے اسباب کی بناء پر تمام اجتماعات میں شرکت نہیں کر سکا، لیکن جامعہ سلفیہ کی ترقی اور اس کے تعلیمی پروگراموں کو بہتر بنانے کے لئے جو اسکیم میرے ذہن میں آتی تھی میں اس سے ناظم صاحب کو باخبر کر دیتا تھا۔

آخری دنوں میں ان پر کام کا دباؤ بہت زیادہ محسوس ہوتا تھا، مرکزی جمعیت اہل حدیث کچھ اس طرح کے مسائل

AsliAhleSunnet.com

کا شکار تھی، جن میں ذاتی مفاد جمعیت کے لئے خطرہ بن رہا تھا، وہ اپنی طرف سے ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ جماعت کا کوئی کام رکنے نہ پائے، ان کو اپنی ذات کے لئے کچھ درکار نہ تھا، مئو میں کلیۃ فاطمۃ الزہراء الاسلامیہ للبنات اساتذہ کی کمی کی وجہ سے ایک بحرانی کیفیت کا شکار تھا، کلیہ میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیاں مایوسی میں مبتلا تھیں، اراکین میں خاکسار، ڈاکٹر مقتدیٰ حسن الازہری اور برادرم مظہر احسن الازہری کے نام بھی تھے، ہم نے دوسرے احباب کے ساتھ بیٹھ کر مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ناظم صاحب سے مدد مانگی جائے اور درخواست کی جائے کہ وہ جامعہ سلفیہ کے کسی مدرس کو عاریۃً کلیہ کے لئے دیدیں، ایک وفد کی شکل میں جن میں مولانا محمد الاعظمی اور حکیم عبدالباقی عمری بھی شریک تھے، ناظم صاحب سے ملاقات کی گئی، اور اپنا معروضہ ان کے سامنے رکھا، انہوں نے ہماری بات بڑے غور سے سنی، اور جب انہیں یہ بتایا گیا کہ تمام مسائل اور ہنگامی حالات کے باوجود کلیہ کی طالبات ہندوستان کے کسی بھی مدرسہ یا جامعہ کی طالبات سے بہتر ہیں، اور کلیہ نہ صرف مئو میں بلکہ پورے صوبے کے اندر اپنا نام پیدا کر رہا ہے، تو انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا، اور ہمیں یہ اطمینان دلا کر رخصت کیا کہ جامعہ سلفیہ اس کے مسائل کو حل کرنے کے سلسلے میں ہر ممکن مدد کرے گا، ڈاکٹر ازہری کے ساتھ انہوں نے کچھ مزید مشورے کئے، اور بعد میں ہم لوگوں کو بلا کر یہ خوش خبری سنائی کہ جامعہ سلفیہ کے ایک سینئر اور تجربہ کار مدرس مولانا عابد صاحب کو ایک سال کے لئے عاریۃً کلیہ فاطمۃ الزہراء میں بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، اس طرح کلیہ ایک بہت بڑے بحران سے بچ گیا، اور مایوسی کی شکار طالبات کو کامیابی کی علامتیں نظر آنے لگیں۔

ناظم صاحب کی صفات عالیہ میں سے ایک بہت بڑی خوبی ان کا علو نفس تھا، وہ کبھی بھی اپنے ذاتی مفاد کے لئے یا کسی کی بدخواہی میں اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے اپنے مرتبہ سے نیچے نہیں اتارتے تھے۔ میرے ساتھ ان کا رویہ بہت ہی مخلصانہ اور ہمدردانہ تھا، لیکن جب میں ایک بحرانی دور سے گذر رہا تھا، انہوں نے کبھی بھی میرے سامنے دوسروں کے خلاف زبان نہیں کھولی، اور نہ نقصان پہونچانے کی غرض سے کوئی مشورہ دیا، اور نہ مجھ سے تمام تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش کی، میں نے بھی ان کے احساسات کا خیال کرتے ہوئے کبھی اپنی داستان غم سنانے کی کوشش نہیں کی، انہوں نے کبھی بھی مجھے جامعہ سلفیہ میں کام کرنے کے لئے بہکانے یا پھسلانے کا ارادہ نہیں ظاہر کیا۔ لندن کے لئے روانہ ہوتے وقت انہوں نے دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا، کسے معلوم تھا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے، اور اپنے مقرب بندوں کے ساتھ جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے، اور دوسروں کو ان کے اخلاق حسنہ اور اعلیٰ کردار سے سبق حاصل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

AsliAhleSunnet.com

آہ! والد صاحب رحمہ اللہ

عبداللہ سعود بن عبدالوحید سلفی

اس دنیائے ناپایدار میں جتنے بھی چھوٹے یا بڑے لوگ آئے، سب کو ایک دن جانا ہے، نہ کوئی یہاں ہمیشہ رہا اور نہ رہے گا، مگر سب کا جانا ایک جیسا نہیں ہوا کرتا۔ والد محترم کی رحلت جمعیۃ اہلحدیث کی تاریخ کا عظیم سانحہ ہے، جس کا تعلق صرف افراد خاندان سے نہیں، جماعت و جامعہ سے نہیں بلکہ ملت اسلامیہ کے ہر اس فرد سے ہے جس کو والد صاحب سے محبت و لگاؤ تھا۔ جس نے بھی آپ کو نزدیک سے دیکھا، یا آپ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا اتفاق ہوا، اس نے آپ کے اخلاص و محبت، زہد و تقویٰ، ایثار و قربانی، عزم محکم، صبر و استقامت، قوت برداشت، اور تحمل مزاجی کی تعریف کی۔ آپ صحیح معنوں میں حق و صداقت کے علمبردار، پیکر صدق و وفا اور دائمی ایمان و یقین تھے۔ آپ کی حیات مخلصانہ سے کس قدر روحانی سکون ہوتا تھا اور کتنی دل کو فرحت و خوشی ہوا کرتی تھی، وہ ہم سے رخصت ہو گئے، علم و عمل، محبت و شفقت اور اخلاق و کردار کا ایک عہد بیت گیا۔ ہم خدائے ذوالجلال کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہم کو ایسی شفقت پدری عطا کی کہ ہم دونوں بھائیوں کو علم دین کی تعلیم کا موقع ملا، جب کہ اکثر لوگ تعلیم کو روزی روٹی سے جوڑ کر اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے محروم رکھتے ہیں۔ یہ وہ دولت بے بہا ہے جس پر ہم جتنا بھی ناز کریں کم ہے، جو والد محترم کی دینی محبت کے صلہ میں دونوں بھائیوں کو حاصل ہوئی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح معنوں میں دین کا شیدائی، اسلام کا خادم اور والدین کے لیے اجر و ثواب کا باعث بنائے۔ آمین

⁂ ⁂ ⁂

آپ کی ولادت مدن پورہ میں ۴ر جمادی الآخرہ ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۳ر جنوری ۱۹۲۴ء بروز چہار شنبہ ہوئی۔ بچپن سے ہی آپ اپنے والدین کو سب سے پیارے تھے، خدا نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ نوجوانی کی عمر سے آپ نے حالات کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔ آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تاریخیں اور واقعات ۱۹۳۶ء کے قبل سے ملتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

اس وقت آپ کی عمر بارہ سال کے قریب تھی، بچپن کی تعلیم مدرسہ سے شروع ہوئی، جامعہ رحمانیہ کا قیام آپ کے تعلیمی دور میں ہوا، اور آپ یہیں سے فارغ ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا منیر خاں صاحب کا نام خاص اہمیت کا حامل ہے جن سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا، مولانا منیر خاں صاحب مرحوم مولانا سعید صاحب محدث بنارسی اور مولانا میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد تھے۔ اسی طرح فقہ و تفسیر کے استاد مولانا عبد الغفار حسن صاحب رحمانی تھے۔ مولانا عبدالمجید صاحب حریری جو علم و ادب کے استاد اور چھ زبانوں کے ماہر تھے، والد صاحب کے استادوں میں تھے، جن سے دیوان حماسہ پڑھا تھا۔ مولانا عبید اللہ صاحب عشتر، مولانا ابو القاسم صاحب الشیخ الجامعہ (مولانا عبد الوحید صاحب رحمانی کے والد) او رمولانا حبیب اللہ صاحب بھی آپ کے استاذ تھے، جن سے آپ نے فارسی و عربی ادب و قواعد وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ ماسٹر اکبر خاں مرحوم جو اپنی زندگی کے آخری ایام میں جامعہ سلفیہ میں مدرس تھے، والد صاحب کے انگریزی کے استاد تھے، ناچیز کو بھی اکبر خاں مرحوم کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ والد صاحب نے علم تجوید اور قرأت قاری احمد سعید صاحب مرحوم بن مولانا محمد سعید صاحب محدث بنارسی سے حاصل کیا۔ قاری صاحب کا شمار جامعہ رحمانیہ کے محسنین میں ہوتا ہے، جن کے دور میں مدرسہ رحمانیہ کا ایک مقام تھا اور قاری صاحب کی سب عزت کرتے تھے، جامعہ سلفیہ کے قیام کے لیے بھی آپ کافی متحرک تھے، آپ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ قرآن تجوید کے ساتھ پڑھاتے تھے، اور جس نے آپ سے قرآن پڑھا وہ مکمل قاری ہوگیا۔ عربی و فارسی امتحانات یوپی بورڈ سے عالم کا امتحان سنہ ۱۹۳۳ء میں پاس کیا، انگریزی زبان بھی کافی اچھا لکھتا تھا، سنہ ۱۹۳۶ء میں انٹر کا امتحان پرائیویٹ پاس کیا تھا۔ آپ اس کے اوپر کی تعلیم آپ مکمل نہ کر سکے تھے اپنے کاروباری اور جامعہ سلفیہ کے تمام انگریزی خط و کتابت شروع سے آپ ہی انجام دیتے رہے۔

حساب کتاب اور اکاؤنٹنگ میں کافی ماہر تھے، وکلاء اور آڈیٹر بھی آپ کی حاضر دماغی کی تعریف کرتے، آپ نے جو بھی ذمہ داری قبول کی اس کے حسابات کو جس خوبی سے رکھا ہے۔ اس کی مثال کم ملے گی۔ آپ ہمیشہ تعلیم دیتے کہ روپیہ پیسہ کا حساب بہت صاف ہونا چاہیے، اس سے ذہن پر بوجھ نہیں پڑتا اور آدمی بدگمانی سے محفوظ رہتا ہے۔ بچپن سے ہی آپ حساب کتاب میں بہت محتاط تھے، کوئی سامان ادھار لانے سے منع کرتے۔ آپ کا ایک واقعہ مجھے آپ ہی کے قلم کا ملا ہے۔ سنہ ۱۹۵۲-۵۳ء میں اہل خاندان نے دنگل کرایا، بڑے بڑے پہلوانوں کو دعوت دی، کافی انعامات تقسیم کیے۔ ٹکٹ رکھنے کے بعد بھی نقصان ہوا۔ آپ اس کے منتظمین میں تھے یا نہیں، یہ معلوم نہیں، مگر آپ نے یہ نوٹ کیا ہے:

"۱۲ر صفر سنہ ۱۳۷۳ھ ۲۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۳ء بدھ: آج دنگل بابت خیمہ والے کو اپنے پاس سے پیسہ دے کر چکتا کر دیا،

آپ کی طبیعت ایسی ہی اخیر عمر تک تھی ۔

اب روپیہ وصول کرتا ہے ۔" آپ شاعر نہ تھے، مگر شعر و ادب سے دلچسپی تھی، آپ نے ۱۹۲۷ء میں ایک ضخیم کاپی پر مشہور شعراء کا کلام جمع کیا، جو ۵۵۰ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں نظم، ثمریات اور قطعات وغیرہ ہیں، اس مجموعہ کا نام آپ نے "گلدستہ" لکھا ہے جو شعراء کے منتخب کلاموں کا مجموعہ ہے۔ ظاہر ہے اتنے ضخیم اور چار پانچ ہزار اشعار پر مشتمل یہ مجموعہ ایک دو سال میں تیار نہیں ہوا ہوگا بلکہ اس میں دس بارہ سال لگے ہوں گے۔ اسی مجموعہ میں پہلی نظم "بندے کی فریاد" کے عنوان سے ہے، شاعر کا نام نہیں لکھا ہے، اس کے چند شعر یہ ہیں :-

کچھ کہہ رہا ہے تجھ سے اک شرمسار سن لے
چشم کرم کا صدقہ آمرزگار سن لے

جو تو نہیں سنے گا، ہے کون سننے والا؟
دونوں جہاں کے خالق، پروردگار سن لے

آنکھوں میں اشک حسرت، لب پر صدائے توبہ
اب دل سے تیرا بندہ ہے شرمسار سن لے

ناشاد بیکسوں کو او شاد کرنے والے
بے آس ہو رہا ہے امیدوار سن لے

مجرم کی التجا ہے، ناشاد کی دعا ہے
آمرزگار سن لے، پروردگار سن لے

کچھ اور اشعار :

تلاش حق سے فروزاں تھی کائنات تری
اسی تلاش میں گم ہو گئی حیات تری

زہے خلوص محبت کہ حادثات جہاں
مجھے تو کیا مرے نقش قدم مٹا نہ سکے

بخشی ہیں ہم کو عشق نے وہ جرأتیں مجاز
ڈرتے نہیں سیاست اہل جہاں سے ہم

دیکھیں گے ہم بھی کون ہے سجدہ طراز عشق
لے سر اٹھا رہے ہیں ترے آستاں سے ہم

عنفوان شباب ہی سے دینی کاموں سے دلچسپی تھی اور ہمارے جد امجد حاجی حافظ عبدالرحمن مرحوم نے گھر کا جو ماحول بنایا تھا، اس کا اثر ہونا بھی لازمی تھا۔ یہ وہی شخص ہیں جن کے نام پر انجمن رحمانیہ اور مدرسہ رحمانیہ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ آپ کافی دیندار اور غریب پرور تھے۔ خدا نے آپ کو دولت بھی بہت دی تھی، جس کی وجہ سے آپ "بیوپاری" کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ بنارس کے مہاجن اور افسران بھی آپ کی عزت کرتے۔ دین سے لگاؤ اتنا تھا کہ آپ کی زندگی میں ریڈیو سے گانا سننے کی ہمت کسی کو نہ ہوتی۔ آپ کے مکان سے کافی دور پہلے باجا وغیرہ کی آواز بند کر دی جاتی تھی کہ حافظ صاحب کے کان میں نہ پڑ جائے۔ غریبوں میں اناج و پیسہ تقسیم کرتے، محلہ والوں کا خیال رکھتے۔

AsliAhleSunnet.com

مئو شہر کے علاوہ گول چبوترہ پر کنواں آپ ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ جب بنارس میں فساد ہوا تو آپ نے بیل گاڑی پر اناج منگا کر ایک بڑے کمرے میں بھروا دیا اور سب محلہ والوں میں تقسیم کرا دیا۔ جب آپ حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے تو وہاں بھی کافی چادر، کپڑا اور روپیہ تقسیم کیا۔

اسی ماحول میں آپ کے تینوں فرزند، مولوی عبدالاحد و حاجی عبدالحق و مولانا عبدالمتین صاحبان نے بھی پرورش پائی جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ دینی ماحول گھر میں باقی رہا، ان کے بعد ان تینوں کے اولاد میں بھی بچوں نے دینی تعلیم حاصل کی مگر خاندان کی روایت اور رہن سہن میں پہلی جیسی بات نہ رہی۔ موجودہ دور کی آلائشوں نے اس خاندان پر بھی اثر ڈالا، مگر اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اب بھی یہ خاندان دینی کاموں میں سرگرم عمل ہے، اور دامے، درمے، سخنے، قدمے ہر طرح سے دینی کام میں لگا ہوا ہے، میرے والد محترم بچپن سے ہی دینی ماحول میں رہے ہیں۔ تعلیم کے ایام میں بھی جلسہ وغیرہ میں شریک ہوتے، چنانچہ آپ نے لکھا ہے، "۲۵ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ، ۲ اپریل ۱۹۴۳ء جمعہ، مئو آئمہ اہلحدیث کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے"، بیرسٹر ظہور احمد کے مکان پر قیام ہوا، بہت آرام ملا۔" اس وقت آپ کی عمر انیس سال تھی، اس کے بعد بھی آپ کی تعلیم جاری تھی چنانچہ ۱۵ اپریل ۱۹۴۳ء پر رقمطراز ہیں۔ "امتحان میں ہم اور محمد زبیر اور مولوی ابوالخیر سکنڈ پاس ہوئے۔" اس کے بعد ۱۹۴۳ء میں نوٹ کیا ہے کہ "امتحان کا فارم پُر بھرا۔ غالباً یہ انگریزی کا امتحان تھا، اس کی مارک شیٹ میرے پاس تھی جو تلف ہو گئی۔

آپ کو ذمہ داری کا بہت احساس تھا، جوانی کی عمر میں ہی خاندان کے بزرگوں کی نظر آپ پر پڑنے لگی تھی، جب ہمارے یہاں کاروبار الگ ہوا اور کام تقسیم ہوا تو حساب کتاب کی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی۔ خط و کتابت بھی آپ ہی کرتے تھے۔ سیاست میں کھل کر حصہ کبھی نہیں لیا، لیکن سیاست سے کنارہ کش بھی نہ تھے؛ ۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو مولانا عبدالمجید صاحب حریری مرحوم کے الیکشن میں حمایت کے لیے مئو گئے تھے، آپ نے لکھا ہے کہ "میں اور عیسیٰ کرہاں دیہات میں تھے۔ ۱۳ مارچ کو خبر آئی مولوی صاحب ۲ ہزار ووٹ سے ہار گئے۔" جب میرے بڑے ابا حاجی عبدالعلیم صاحب مرحوم ۱۹۵۲ء میں چیرمین کے الیکشن کے لیے کھڑے ہوئے، اس میں بھی آپ نے حصہ لیا تھا، اور ماضی قریب میں میرے پھوپھا محمد صالح انصاری صاحب کے میئر کے الیکشن میں کافی سرگرم عمل رہے۔ بڑے بڑے سیاسی رہنماؤں سے ربط و تعلق تھا اور سب آپ کی عزت کرتے تھے، جب آپ ۱۹۵۸ء میں یوپی حج کمیٹی کے ممبر ہے اور قرعہ اندازی میں ۳ مئی ۱۹۵۸ء کو لکھنؤ تشریف لے گئے تو ریاستی وزیر محمد امین انصاری نے جو حج کمیٹی کے سربراہ تھے، آپ سے قرعہ اندازی کے آغاز کی فرمائش کی، آپ وہاں کے کام سے مطمئن رہے

AsliAhleSunnet.com

اس لیے اس سے الگ ہو گئے۔ آپ نے ۵ رمئی ۱۹۶۰ء کو دہلی میں منعقدہ آل انڈیا مومن کانفرنس میں شرکت کی تھی، آپ اس کے رکن بھی تھے۔

مدنپورہ کی جامع مسجد (طیب شاہ) میں آپ نے تیس سال تک امامت کی ذمہ داری کو انجام دیا، ۱۹۵۹ء میں جب نانا مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم جب بیمار و کمزور ہو گئے تو یہ ذمہ داری آپ کو سپرد کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کو بلند اور دلکش آواز عطا کی تھی۔ لوگ آپ کی قرأت کی بہت تعریف کرتے۔

آپ رمضان المبارک میں شب قدر کی نماز مسجد میں پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اس نماز کا یہ حال تھا کہ لوگ شہر اور مضافات شہر سے رات کی تاریکی میں آپ کے پیچھے نماز ادا کرنے آتے اور مسجد نمازیوں سے تنگ پڑ جاتی۔ عورتیں بھی تہجد کی نماز مسجد میں آپ کے پیچھے پڑھنے لگی تھیں۔ آپ نے یہ ذمہ داری اخیر عمر تک نباہی، مگر پیر کی تکلیف کی وجہ سے فجر کے علاوہ چار وقت کی نماز اکثر گھر پڑھ لیا کرتے تھے۔ فجر کی نماز برابر پڑھاتے رہے۔ آخری نماز ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۹ء جمعہ کو پڑھائی جس روز آپ کے پیٹ میں درد شروع ہوا، پھر آپ مسجد میں دوبارہ نہ جا سکے۔

جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس جو ہمارے خاندان کا قائم کردہ پرانا ادارہ ہے، مختلف مدارج طے کرتا ہوا موجودہ منزل پر پہنچا ہے، اس کے قیام کی کڑی ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۲ء سے ملتی ہے۔ جس وقت ہمارا خاندان حنفی سے اہلحدیث ہوا اور اپنے بچوں کی تعلیم صحیح مسلک اور کتاب و سنت کے مطابق دینے کی فکر ہوئی۔ یوں تو ہمارا خاندان بہت بڑا ہے اور ہمارے جد امجد پیر محمد عرف فرنگی جن کی پیدائش اندازاً ۱۷۵۰ء میں ہوئی تھی، کی طرف منسوب کر کے "فرنگی" مشہور ہے۔ اس خاندان کے افراد میں آج بھی بہت سے حنفی ہیں اور شہر بنارس کے علاوہ بیرونی شہروں میں بھی آباد ہیں، مگر جہاں سے ہمارا خاص خاندان ممتاز ہوتا ہے وہ اللہ بخش ولد نذر محمد پیر محمد کے پوتا ہیں۔ آپ کو چار بچے تاج محمد، وارث محمد، نور محمد اور عبدالرحیم اور ایک بچی رحم بی بی تھی۔ یہی تاج محمد و وارث محمد کے اعتبار سے ہمارا خاندان "تاجا وارث" کے نام سے مشہور ہے۔ اہل بنارس عموماً حنفی تھے۔ ان میں تاج محمد وغیرہ بنارس کے اولین اہلحدیث میں سے ہیں۔ انھیں بزرگوں کی محنت کا ثمرہ ہے جو بنارس میں اتنی بڑی تعداد میں کتاب و سنت کے متبع اور مسلک اہلحدیث کے ماننے والے پائے جاتے ہیں۔

والد محترم بچپن سے ہی اپنے خاندان والوں کی معلومات جمع کر رہے تھے۔ آپ نے خاندان کا جو شجرہ نسب مرتب کیا ہے وہ ایک نادر چیز ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ جو بھی دیکھتا ہے، تعجب کرتا ہے اور والد صاحب کی محنت کی تعریف کرتا ہے۔ اتنے بڑے خاندان کے تمام افراد کی واقفیت اور ان کی اولاد کا عمر کے حساب سے تذکرہ وہی کر سکتا ہے، جس کو

AsliAhleSunnet.com

خدا کی طرف سے ایسی صلاحیت عطا ہوئی ہو۔ والد صاحب کہتے تھے، قرابتداری کا علم رکھنا اور سب کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اسلام کا شعار ہے، اور بغیر معلومات حاصل کیے اپنے خاندان والوں کو کیسے جان سکتے ہو۔ آپ نے جو شجرہ مرتب کیا ہے اس کے مطابق آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: عبدالوحید بن حاجی عبدالحق بن حافظ عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی بن غلام محمد عرف غلامن ان کے بعد بھی پانچ پشت کا علم ہے، مگر ان کے حالات کا صحیح علم نہیں ہے۔

نذر محمد کو تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں، جن میں اللہ بخش سب سے بڑے تھے۔ اللہ بخش کو پانچ اولاد ہوئی جن میں تاج محمد، پھر وارث محمد پھر نور محمد پھر رحیم بی بی اور سب سے چھوٹے عبدالرحیم تھے۔ عبدالرحیم کو دو لڑکے عبدالرحمٰن و عبدالخالق اور ایک لڑکی نوری بی بی تھی۔ عبدالخالق جو چھوٹے تھے، بچپن میں انتقال کر جانے کی وجہ سے حافظ عبدالرحمٰن اپنے باپ کے اکلوتے لڑکے بچے، ان کی والدہ مریم بی بی بنت حاجی ننھو کی دعا تھی کہ آپ کو اتنی عزت نصیب ہوئی، اور ایک زمانہ وہ آیا جب خاندان کے تمام افراد انھیں کی سرپرستی اور دیکھ بھال میں رہتے۔ آپ نے تجارت کو وسعت دی اور اللہ تعالیٰ نے برکت دی۔ آپ ہی کے نام کی نسبت سے آج بھی ہمارا خاندان "تاجا بیوپاری" کے نام سے مشہور ہے۔ دینداری اور خدا ترسی آپ کو اللہ کی طرف سے ملی تھی۔ آپ کے والد حافظ عبدالرحیم بھی بہت دیندار تھے۔ والد صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ تاریخی مضمون ایک سند کے طور پر یاد کیا جائے گا۔

۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۲ء: کچھ عرصہ سے بنارس میں جماعت اہل حدیث کا تبلیغی سلسلہ جاری تھا اور بہت سے لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ ان میں حاجی تاج محمد و حافظ عبدالرحیم، و لال محمد و بھیا دا، محمد یوسف (خیر کے یا ما کے)، وغیرہ پیش پیش تھے۔ چنانچہ مولانا عبداللہ صاحب غازیپوریؒ کی آمد پر لوگوں کے اعتقاد میں پختگی آئی اور لوگوں نے اپنے فیصلہ کو کھلم کھلا بنارس والوں کو سنانا چاہا۔ اس وقت حاجی تاج محمد حج بیت اللہ کے لیے گئے ہوئے تھے، کچھ لوگوں نے حاجی تاج محمد کی واپسی تک اس اعلان کو ملتوی رکھنا چاہا، مگر خدا جب راہِ راست دکھلاتا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ طے یہ ہوا کہ نیک کام میں کسی کا انتظار کرنا ٹھیک نہیں۔ اس وقت خوش خیال جماعت میں سب سے بزرگ ہستی حاجی تاج محمد کی تھی، لیکن ان کی غیر موجودگی ہی میں مولانا عبداللہ صاحب غازیپوری کی قیادت میں طیب شاہ کی مسجد میں پہلی بار آمین بالجہر اور رفع الیدین شروع کیا گیا، اور اس کے بعد پھر جماعت اہلحدیث کی بنیاد بنارس میں مضبوط ہو گئی۔ اسی جد و جہد میں مولانا محمد منیر خاں مرحوم نے بنارس میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔"

اس وقت مدرسہ کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ حاجی محمد صدیق صاحبؒ کے مکان سے جو مسجد طیب شاہ کے بغل میں واقع

AsliAhleSunnet.com

سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا جو بعد میں مدرسہ مصباح العلوم کے نام سے جانا جانے لگا، جب یہ مدرسہ اٹھ کر اس مقام پر گیا جہاں آج مولانا عبد المجید حریری مرحوم کا مکان ہے تو اس کو اور وسعت ہوئی اور اس کا نام مدرسہ عربیہ اسلامیہ رکھا گیا۔ پھر جب ۱۹۳۳ء میں موجودہ جامعہ رحمانیہ بنات کی بلڈنگ حافظ عبد الرحمٰن صاحب مرحوم نے بنوائی تو مدرسہ اسی بلڈنگ میں منتقل ہو گیا اور ۱۹۳۶ء میں حافظ عبد الرحمٰن صاحب کے انتقال کے بعد اس کا نام بدل کر انھیں کے نام پر جامعہ رحمانیہ رکھا گیا۔ اس وقت مدرسہ کی دیکھ بھال حافظ عبد الرحمٰن مرحوم کے فرزندان وغیرہ کر رہے تھے اور اپنے ذاتی خرچ سے مدرسہ چلا رہے تھے۔ ۱۹۶۰ء سے پہلے اس کے ناظم مولانا عبد المتین صاحب مرحوم تھے۔ مدرسہ کے اراکین اور اہلِ خاندان نے اس ذمہ داری کو ۴ر دسمبر ۱۹۶۰ء کو والد محترم کے سپرد کر دیا اور آپ اس کے ناظم ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۳ سال تھی۔ مدرسہ کی مالی و انتظامی حالت بہت خراب تھی آپ نے اپنی خداداد صلاحیت اور حوصلہ و ہمت سے اس کے سدھار کا بیڑا اٹھایا۔ رمضان میں گھر کی عورتوں سے ان کے زیور کی زکوٰۃ وصول کی اور شوال آنے سے پہلے پہلے مدرسہ کی مرمت و سفیدی کرائی۔ اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ کیا اور مدرسہ میں ایک حرکت پیدا کر دی۔ والد صاحب کی نظامت کے زمانہ میں مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی رحمہ اللہ جامعہ رحمانیہ کے صدر مدرس تھے۔ ان کے دور کے کئی دلچسپ واقعات اہم ہیں لیکن ان کو بیان کرنے کا یہ موقع نہیں، البتہ ان کی تفصیل کسی اور موقع سے ضرور پیش کروں گا، کیونکہ ان واقعات سے کچھ دوسری کہانیاں وابستہ ہیں، جن کی حقیقت منظر عام پر آنا ضروری ہے۔ اسی تفصیل سے یہ علم بھی ہوگا کہ مولانا مرحوم کی غیرت و خودداری اور بیکسی و تنگدستی کا تذکرہ زور دے کر کیوں کیا جاتا ہے۔ یہاں صرف یہ عرض کر دوں کہ جامعہ رحمانیہ کی نظامت جب والد صاحب کے حوالہ کی گئی تو مولانا نذیر احمد صاحب اپنی کسی مجبوری کے تحت رحمانیہ میں تدریس کے سلسلہ میں متردد تھے۔ والد صاحب کا بیان ہے کہ مولانا مرحوم نے تعلیمی سال کے اختتام پر گھر سے جامعہ کے ناظم کے نام ایک مکتوب معذرت کے طور پر ارسال کیا۔ ادھر میں نے تنخواہوں پر غور کیا تو کمی کا احساس ہوا اور اضافۂ تنخواہ کی خبر پر مشتمل ایک خط میں نے مولانا مرحوم کو لکھ دیا۔ عجیب اتفاق کہ ان کو میرا خط اور مجھے ان کا خط ایک دو روز کے اندر ملا۔ چند روز بعد مولانا مرحوم کا دوسرا خط موصول ہوا، جس میں انھوں نے وضاحت فرمائی کہ ان کا عذر دور ہو گیا اور آئندہ ماہ شوال میں وہ جامعہ آئیں گے۔

مولانا مرحوم کی بیماری کے ایام میں جامعہ رحمانیہ کے سرپرستوں اور والد صاحب نے ہر ممکن تعاون پیش کیا، علاج کے لیے بھاگ دوڑ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن نوشتۂ تقدیر کا پورا ہونا ضروری ہے۔ مرض جان لیوا تھا، جس سے سب کو مجبوری اور حسرت کا احساس تھا، لیکن اس کو مولانا مرحوم کی تنگدستی و بیکسی یا اہلِ مدنپورہ کی لاتعلقی و بے توجہی کا رنگ

AsliAhleSunnet.com

دینا غلط ہے۔ یہاں کے لوگ علماء کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے ہیں، اسی وجہ سے معمولی حیثیت کے لوگ بھی یہاں سے آسودہ ہوکر واپس جاتے ہیں۔ والد صاحب ۶ شعبان سنہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۶۹ء تک جامعہ رحمانیہ کے ناظم رہے۔ جب جامعہ سلفیہ میں تعلیم کا آغاز ہوا، طلبہ کی نگرانی کے لیے اکثر دارالاقامہ جاتے۔ مجھے یاد ہے ایک بار فجر کی نماز میں اکثر طلبہ و اساتذہ غیر حاضر تھے۔ آپ مسجد سے سیدھے دارالاقامہ تشریف لے گئے اور وہاں جاکر سب کو تنبیہ کی۔ اس دوران آپ نے بہت کچھ سدھار کیا۔ آپ کے دور نظامت میں مدرسہ اپنے معیار تعلیم کے لحاظ سے ممتاز قرار پایا، جس کی وجہ سے شہر کے حنفی و شیعہ مکتب فکر کے اچھے گھرانے بھی اس مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دلانا پسند کرنے لگے۔

آپ نے رحمانیہ کی نظامت کے ساتھ ساتھ جماعت کی تنظیم کا کام بھی شروع کیا اور ۲۷ اگست سنہ ۱۹۶۱ء بروز یکشنبہ، مسجد اہلحدیث مدنپورہ میں شہر جنوبی کی ایک عام میٹنگ طلب کی۔ آپ نے ایک سو بیس آدمیوں کو دعوت دی، جن میں اسّی آدمی جمع ہوئے۔ طے ہوا کہ شہر شمالی کی طرح شہر جنوبی میں بھی جملہ اہلحدیث باشندگان کی ایک تنظیم دینی اغراض کے لیے بروئے کار لائی جائے اور باضابطہ ممبر سازی وغیرہ کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ مولانا عبدالمجید حریری رحمۃ اللہ علیہ نے سات نام پیش کیے جو باتفاق رائے منظور ہوئے۔ ان میں مولانا نذیر احمد رحمانی، مولانا عبدالمتین صاحب، مولانا عبدالمجید صاحب حریری، حاجی عبیداللہ صاحب حریری، مولوی محمد یحییٰ صاحب، مولوی عبدالقدوس صاحب اور مولوی عبدالوحید صاحب والد محترم شامل تھے۔ آپ اس کمیٹی میں عمر کے لحاظ سے سب سے چھوٹے تھے، مگر آپ داعی تھے، اس لیے آپ ہی کو کنوینر منتخب کیا گیا۔

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کی جب ۱۲ رجب سنہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۹ نومبر سنہ ۱۹۶۳ء کو تاسیس ہوئی، اس وقت آپ ہی انجمن جامعہ رحمانیہ کے ناظم اعلیٰ تھے۔ دارالعلوم کی بلڈنگ کی تعمیر آپ کی نگرانی میں شروع ہوئی۔ اس بلڈنگ کے نقشہ و ڈیزائن میں آپ کی ذہانت کا بہت بڑا دخل ہے۔ جامعہ کے اندر مسجد کا نقشہ آپ ہی کا بنایا ہوا ہے۔ میرے دادا حاجی عبدالحق صاحب مرحوم بھی جو خزانچی صاحب کے نام سے مشہور رہیں، تعمیرات کے سلسلہ میں کافی ماہر تھے۔ آپ کی زیر نگرانی کئی عالیشان عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ جامعہ رحمانیہ مدرسہ و دارالاقامہ کی بلڈنگ میرے دادا مرحوم کی نگرانی میں تعمیر ہوئی ہیں۔ جامعہ سلفیہ میں اتر جانب پانچ کمرہ مکمل کرنے کے بعد ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۶۶ء میں جامعہ مرکزیہ (مرکزی دارالعلوم) کے نام سے یہاں باقاعدہ تعلیم کا افتتاح ہوا اور آپ کی کوشش سے مرکزی جمعیۃ اہلحدیث کے دیرینہ خواب کی تعبیر مکمل ہوئی۔

۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء کو ہندوستان میں جماعت اہلحدیث ہند کا قیام عمل میں آیا تو اکابر جماعت

AsliAhleSunnet.com

نے جہاں بہت سے منصوبے تیار کیے وہاں ایک منصوبہ مرکزی دار العلوم کے قیام کا تھا۔ ابھی ہمارے یہ بزرگان دین افراد جماعت کو منظم کرنے میں کوشاں ہی تھے کہ ۱۹۴۷ء کے فساد میں مسلمانوں کی عام اور جماعت اہلحدیث کی خاص تباہی میں جماعت کا شیرازہ بکھر گیا جب حالات معمول پر آگئے تو دوبارہ کوشش کے بعد جماعتی نظام کسی حد تک درست ہوا، لیکن مرکزی دار العلوم کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ البتہ ہندوستان کے طول وعرض میں جماعت اہل حدیث کے چھوٹے چھوٹے بے شمار مدارس بن گئے۔ مگر ایک ایسی مرکزی درسگاہ کی ضرورت محسوس کی جاتی تھی جو تمام جماعتی مدارس کو ایک لڑی میں پرو سکے۔ اسی اثنا میں ایسے واقعات بھی پیش آئے جس سے اس کی ضرورت کا شدت سے احساس ہوا۔ آخر ۲۰ رجمادی الآخرہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹ رنومبر ۱۹۶۱ء کو نوگڑھ کے اجلاس میں یہ طے پایا کہ اہل بنارس اس ذمہ داری کے لیے آمادہ ہیں، اس لیے اس کا قیام بنارس شہر میں ہوگا، ہمارے آباء واجداد نے بہت پہلے سے یہ زمین جہاں آج جامعہ کی عالیشان عمارتیں قائم ہیں دینی ادارہ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اللہ کا کرم ہے کہ ان کا خلوص بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوا اور جماعت اہل حدیث ہند کا مرکزی ادارہ اس روئے زمین پر ۱۹۶۳ء میں عالم وجود میں آگیا۔ اب اس کے انتظام وانصرام کو چلانے کے لیے باصلاحیت فرد کی ضرورت تھی۔ اکابر جماعت کی نظر والد صاحب پر پڑی، کیونکہ جامعہ رحمانیہ کو سنبھالنے کے بعد اس کا جو معیار قائم ہوا تھا، اس کی عمدہ مثال ان کے سامنے موجود تھی اور ایک مرکزی ادارہ کو چلانے کے لیے ایسا ہی باصلاحیت وباہمت شخص درکار تھا، آپ نے جس محنت وجانفشانی کے ساتھ اس جامعہ کو ایک تناور درخت کی شکل میں کھڑا کیا ہے، وہ ارباب جماعت سے مخفی نہیں۔ اسی لیے یوم تاسیس سے لے کر آخر عمر تک آپ جامعہ کے نظامت علمی جیسے اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ نے ضعیفی اور بیماری کے باوجود اپنی انتھک محنت اور مسلسل جانفشانی سے جامعہ کو اس منزل پر لا کھڑا کیا ہے کہ تعلیم وتدریس، ترجمہ وتالیف اور شرح وتحقیق ہر میدان میں اس کا سر اپنے وقیع کارناموں سے بلند ہے اور پوری جماعت اور ساری دنیا کے سلفی بڑے اعزاز کے ساتھ اسے اپنا مرکز قرار دیتے ہیں اور یہاں سے فارغ شدہ علماء سے بڑی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ سدا بہار رکھے اور یہاں کے عاملین ومعاونین کے اندر خلوص پیدا کرے۔ آمین

اس مدت میں آپ نے جامعہ کے اندر کئی کانفرنسیں اور بڑے بڑے جلسے منعقد کیے تاکہ لوگوں کے دلوں میں جامعہ کو جگہ مل سکے اور اس کے مقاصد کو اجاگر کیا جا سکے۔ ان جلسوں کے انتظام میں جو محنت اور مشقت جھیلنی پڑتی ہے وہ آپ کے ساتھ کام کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کے انتظام میں آپ رات رات بھر جاگتے، کھانا، پینا مشکل ہو جاتا،

AsliAhleSunnet.com

فکر رہتی کہ جامعہ کا نام بلند رہے، لوگوں کے دل میں اس کی عزت بڑھے اور جس مقصد کے لیے اکابر جماعت نے اس کو قائم کیا ہے وہ مقصد پورا ہو سکے۔ آپ کو بہت کچھ سننا بھی پڑتا تھا، مگر آپ نے جس صبر و تحمل اور رواداری کی مثال قائم کی ہے وہ آپ کے بعد کام کرنے والوں کے لیے مشعل راہ کا کام دے گی۔ آپ کو جامعہ کے در و دیوار سے محبت تھی، اس میں جن جن لوگوں نے ہاتھ بٹایا، ان سے محبت تھی، آپ ان کی قدر کرتے تھے۔ اس جامعہ کی ترقی کے سلسلہ میں ہر طرح کے لوگوں سے تعاون کی اپیل کی اور ان کی ہمدردی کو خوش آمدید کہا۔ آپ جامعہ کے مستقبل کے لیے ہمیشہ فکرمند رہا کرتے۔ زندگی کے اخیر ایام ہسپتال میں بھی آپ اکثر جماعت و جامعہ کے مسائل پر گفتگو فرماتے تھے۔ آپ نے جامعہ کے اندر جو آخری تقریر کی ہے وہ آپ کے جذبات کی صحیح ترجمانی ہے۔ آپ نے کہا تھا:

"یہ در و دیوار اور میری زندگی، یہ لازم و ملزوم ہیں۔ ایک دوسرے سے اس طرح سے ملے ہوئے ہیں کہ اس کو الگ نہیں کیا جا سکتا اور ذمہ داریوں کو سنبھالنا اسے پورا کرنا یہ ایک ایسا فریضہ ہے اور بحیثیت مسلمان ہونے کے ہر مسلمان کو جب کوئی ذمہ داری دی جاتی ہے تو اس کی ادائیگی امانت داری کے ساتھ کرنے کے لیے اپنے شب و روز کو بالکل قربان کر دینا پڑتا ہے۔"

آگے فرماتے ہیں:۔

"سب برابر ہیں اور سب کو برابر بن کے رہنا ہے، کسی عہدہ کی ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے ہر شخص کا فرض ہے کہ ہمیں اگر کسی کے ذمہ کوئی عہدہ دیا ہے، کوئی ذمہ داری دی ہے تو اس کی ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے بھی ہم کوشش کریں ورنہ وہ اکیلا نہیں ادا کر پائے گا۔ میری بھی یہی گزارش ہے۔"

والد صاحب جماعت کے کاموں میں شروع سے منسلک رہے، کتاب و سنت کے پکے داعی تھے، کاروباری مشغولیت کے باوجود آپ سفر کے لیے وقت نکال لیا کرتے، شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مدظلہ العالی سے ملاقات اور مشورہ کے لیے اکثر مبارکپور تشریف لے جاتے، آپ نے جملہ اہم کاموں میں شیخ صاحب سے رائے لینا ضروری سمجھا اور ہمیشہ آپ کی رہنمائی کو تمام آراء پر مقدم رکھا۔ دہلی کا سفر بسا اوقات ہوتا رہتا تھا، گھٹنے میں درد کی وجہ سے ریل پر سفر میں تکلیف ہوتی تھی۔ ہم لوگوں کے بہت اصرار پر اخیر ایام میں ہوائی جہاز سے سفر کرنے لگے تھے۔ آپ ایک زمانہ سے مرکزی جمعیۃ کے ممبر تھے۔ سنہ ۱۹۷۳ء میں جب انتخاب ہوا تو آپ نائب صدر بنا دیے گئے، اور پھر ۲ر دسمبر سنہ ۱۹۷۹ء کو آپ کو صدر چن لیا گیا۔ آپ پر جامعہ کے ساتھ ساتھ جمعیۃ کی بھی ذمہ داری ڈال دی گئی۔ کن حالات میں آپ امیر بنائے گئے، یہ اہل جماعت سے مخفی نہیں۔ والد صاحب نہیں چاہتے تھے کہ میری وجہ سے انتشار پیدا ہو، آپ کا

AsliAhleSunnet.com

خواہش تھی کہ جماعت میں اتحاد قائم ہو جائے، چنانچہ آپ نے ۱۹ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو جماعت کے متعدد حضرات کو خط میں لکھا تھا:

"جماعت کے چند متعدد اصحاب اگر آگے آویں اور اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو یہ ایک بہت بڑا احسان جماعت پر ہوگا، میں اس اختلاف کی موجودہ فضا میں صدارت پر نہیں رہنا چاہتا میری صحت بھی اس لائق نہیں ہے کہ اتنی بڑی ذمہ داری اٹھا سکوں، اس لیے کسی مناسب شخص کا انتخاب کر لیا جائے۔ جماعت میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے، یہی میری سب سے بڑی خواہش ہے، امید ہے کہ آپ فوری توجہ دیں گے۔"

اس طرح کے مضمون کا کئی خط آپ نے متعدد ذمہ داران جماعت کو لکھا تھا مگر ارباب جماعت نے آپ کو اس عہدہ عظمیٰ سے الگ ہونے نہ دیا اور بار بار آپ ہی کا انتخاب کرکے یہ عظیم ذمہ داری آپ ہی کے سر باقی رکھی، آپ نے جماعت کو کیا کچھ دیا یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ جب آپ صدر بنائے گئے تو جمعیۃ کا دفتر کرایہ کے مکان میں تھا، اس کی اپنی کوئی جگہ نہ تھی۔ ۱۹۸۱ء میں آپ نے جمعیۃ اہلحدیث ہند کو جامع مسجد جیسے اہم اور گنجان مسلم علاقہ میں مستقل بلڈنگ عطا کی۔ اس کے پاس فنڈ کی کمی تھی، آفس کا خرچ چلانا مشکل تھا۔ مگر آپ نے جس حوصلہ اور ہمت سے کام کیا ہے اسے بھولنا آسان نہیں۔ آپ نے جمعیۃ کو منظم کیا، ریاستوں اور ضلعوں سے اس کو جوڑا، اس کو متحرک بنانے کے لیے متعدد پروگراموں کی تشکیل دی، شعبہ دعوت و تبلیغ کو آگے بڑھایا، ریلیف فنڈ قائم کیا، آپ کی خواہش تھی کہ اہل حدیث ویلفیئر ٹرسٹ کا بھی قیام عمل میں آجائے جو جمعیۃ کی بلڈنگ وغیرہ کا انتظام دیکھے، اس کے لیے بھی برابر کوشاں رہے۔ مگر آپ کی زندگی نے دفا نہ کی اور یہ کام ادھورا رہ گیا۔

آپ جمعیۃ اور اہل حدیث منزل کی نگرانی کے لیے برابر دہلی کا سفر کرتے رہے، اندرون ہند اور بیرون ملک کے کئی جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت کی، کئی بار حج کی ادائیگی کے لیے سفر کیا، آپ کا پہلا سفر حج یکم ستمبر ۱۹۳۶ء کو ہوا تھا، اس کے بعد ۱۵ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کو میرے دادا حاجی عبدالحق صاحب کا انتقال ہوگیا تو میری دادی کو لیکر مع اہل و عیال ۲۳ر اپریل ۱۹۵۸ء کو حج کا فریضہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۷۸ء میں تیسرا حج کیا، پھر کئی بار حج پر جانا ہوا، میری والدہ محترمہ حفظہا اللہ کے ساتھ آخری حج ۱۹۸۷ء مطابق ۱۴۰۷ھ میں کیا جب آپ نے پورا رمضان المبارک مکہ مکرمہ میں گزارا اور اپنی زندگی کا آخری حج جولائی ۱۹۸۹ء میں رابطہ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کی ضیافت میں ادا کیا، آپ نے یہ حج اپنی والدہ محترمہ خدیجہ بی بی بنت مولوی عبدالحکیم مرحوم کی زندگی میں ان کی طرف سے حج بدل کے طور پر کیا تھا اللہ

AsliAhleSunnet.com

تعالیٰ سب کو شرفِ قبولیت بخشے آمین۔ اس دوران مملکتِ سعودیہ عربیہ کے کئی مؤتمر میں شرکت کی، پہلی شرکت مؤتمر المسجد فی الاسلام مکہ مکرمہ میں رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ میں ہوئی۔ مؤتمر رسالۃ المسجد میں بھی شریک ہوئے، جسے رابطۃ العالم الاسلامی نے مکہ مکرمہ میں منعقد کیا تھا۔ المؤتمر العالمی لتوجیہ الدعوۃ واعداد الدعاۃ جو صفر ۱۳۹۶ھ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں منعقد ہوئی، شریک ہوئے اور المؤتمر العالمی الاول للتعلیم الاسلامی ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ جو جامعۃ الملک عبد العزیز کی طرف سے مکہ مکرمہ میں منعقد ہوئی تھی، اس میں بھی شامل ہوئے، ان کے علاوہ خلیج کے ملکوں کا کئی بار سفر کیا۔

۱۳ ر مئی ۱۹۷۶ء کو نوندھیا پار تشریف لے گئے تھے۔ ۲۵ ر فروری ۱۹۸۲ء کو کالیکٹ کیرالہ میں منعقدہ مجاہدین اسٹیٹ کانفرنس میں شرکت کی۔ ۲۵ ر مارچ ۱۹۸۲ء کو بریلی و کلکتہ کا سفر کیا، اسی سال ۵ ر مئی کو اپنی گاڑی سے بانسی ضلع بستی تشریف لے گئے اور ۲۳ ر مئی ۱۹۸۲ء کو بنارس میں نئی چوک کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور اس مسجد کو ادارۃ اصلاح المساجد کے تعاون سے اپنی نگرانی میں مکمل کرایا۔ اس مسجد میں مدرسہ محمدیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کر کے اس علاقہ کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا، آپ اس کی نگرانی خود کرتے تھے۔ بنارس کی کئی اور مساجد کی تعمیر میں آپ کا ہاتھ ہے۔ آخری مسجد جلالی پورہ کی رحمانیہ مسجد ہے جو آپ ہی کی خواہش کے مطابق اس علاقہ میں تعمیر ہو رہی ہے۔ بمبئی کا سفر اکثر ہوتا تھا۔ ۳ ر مارچ ۱۹۸۳ء کو مالیگاؤں جامعہ محمدیہ دیکھنے گئے تھے، وہاں آپ کئی بار تشریف لے گئے۔

۱۲ ر ۱۳ ر مئی ۱۹۸۴ء کو بھدوہی میں منعقدہ ریاستی کانفرنس آپ ہی کی صدارت میں ہوئی جو ریاستی جمعیۃ اہل حدیث مشرقی یوپی کی طرف سے منعقد کی گئی تھی۔ مئو والوں سے پرانا تعلق تھا، ۱۳ ر جولائی ۱۹۸۴ء کو عالیہ ہسپتال اور مسجد کے سنگ بنیاد کے موقع پر آپ وہاں تشریف لے گئے اور جب ۱۶ ر نومبر ۱۹۸۵ء کو اس کا افتتاح ہوا، اس میں بھی حاضر ہوئے۔ ۱۱ ر مئی ۱۹۸۵ء کو بنگلور کا تاریخی اجلاس آپ ہی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ ۲۷ ر جنوری ۱۹۸۶ء کو لال گوپال گنج میں مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ ۷ ر مارچ ۱۹۸۶ء کو بینی پورہ میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی، ۲۵ ر مارچ ۱۹۸۶ء کو مرکزی جمعیۃ کے سلسلہ میں کلکتہ کا سفر کیا، ۱۶ ر ۱۷ ر اپریل ۱۹۸۶ء کو اٹوا بازار ضلع بستی اپنی موٹر سے تشریف لے گئے اور وہاں ریاستی کانفرنس جمعیۃ اہلحدیث مشرقی یوپی کی صدارت کی۔ اسی سال آپ حج پر تشریف لے گئے تھے۔ ۲۲ ر نومبر ۱۹۸۶ء کو جامعہ سلفیہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پر سیمینار ہوا اور ۲۷ ر نومبر کو دہلی میں حرمت حرمین شریفین کنونشن میں شرکت کی جو آپ ہی کی صدارت میں منعقد ہوا۔

والد صاحب کو ۷ ر مارچ ۱۹۸۹ء کو دل کے دورہ کی شکایت ہوئی تھی، جس کے علاج کے سلسلہ میں دس دن

AsliAhleSunnet.com

تک آپ ہسپتال میں بھرتی رہے، اس کے بعد بھی آپ کی معروفیت میں کمی نہ آئی۔ ۲۸ رمئی ۱۹۸۹ء کو جامعہ سلفیہ میں مرکزی جمعیۃ کی مجلس عاملہ کی میٹنگ بلائی۔ شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی مدظلہ العالی سے آخری ملاقات ۲۶ رجون کو مبارکپور میں کی۔ آپ کا آخری خطبۂ صدارت ۳۰ رستمبر ۱۹۸۹ء کا وہ خطبہ ہے جس کو آپ نے دہلی کے پیرد ہال میں کل ہند شبان اہلحدیث کنونشن کے موقع پر کھڑے ہو کر پڑھا تھا۔ اس میں آپ نے جماعت سے ہمدردی رکھنے والوں اور جوانوں سے خاص طور پر خطاب فرمایا اور ان کو یاد دلایا کہ موجودہ دور میں ان کی کیا ضرورت ہے۔ عملی میدان میں سب مل جل کر دین و ملت کے لیے کام کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا:

"بلاشبہ انسانی نفوس و طبائع میں اختلاف کا عنصر موجود ہے، عداوت و کینہ بھی دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے، ایک شخص کو دوسرے سے ذاتی یا جماعتی طور پر شکایت ہو سکتی ہے، لیکن اسلام نے اس صورتحال کو ختم کرنے کے لیے موثر طریقہ بتایا ہے۔ بہت سے اختلاف بے بنیاد ہوتے ہیں اور بہت سے اختلافات کی معقول بنیاد ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں مناسب طور پر ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے تبادلۂ خیال کیا جائے تو بڑی سے بڑی غلط فہمی اور عداوت و کینہ دور ہو سکتا ہے"

آج ضرورت ہے کہ ایک امیر جماعت ہونے کی حیثیت سے آپ کے فرمودات کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے، اس میں ہمارے لیے بڑی معنویت اور تجربات مضمر ہیں، جس ذات نے اپنی پوری زندگی اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دی اور بیماری و تکالیف کے ساتھ ساتھ کاروباری مشغولیت فرض کی ادائیگی میں حائل نہ ہو سکیں، اس کے خلوص اور محبت کی ہمیں قدر کرنی چاہیے۔ دنیا میں انسان آتے اور جاتے رہتے ہیں مگر اللہ کے خاص بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ باقی و زندہ رہتے ہیں۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ راکتوبر ۱۹۸۹ء کو اپنڈکس کے آپریشن کے لیے ہسپتال میں داخل کیے گئے، اسی روز رات ۱۱ بجے آپریشن ہوا جو کامیاب رہا۔ آپ اچھے ہو گئے، سب کام خود سے کرتے، ۱۶ رنومبر کو سر میں شدید درد ہو کر بخار آگیا، ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ دوا چل رہی تھی مگر بخار جاری تھا جو کبھی کبھی شدت اختیار کر جاتا تھا۔ ۲۵ رنومبر ۱۹۸۹ء شنبہ کے دن صبح سے طبیعت کچھ بدلی لگ رہی تھی۔ مگر بات چیت سے سکون معلوم ہوتا تھا۔ ۲½ بجے منہ گلا دھو کر کلی کی، ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے، عصر کا وقت نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا عصر بھی پڑھ کر آرام کریں، کہا کہ وقت سے پہلے کیسے پڑھ لوں؟ پھر اس کے بعد شام ۲ بج کر دس منٹ پر یکایک گلا صاف کر کے کلی کی، منہ دھویا، سانس بدل گئی اور آپ ہم سب کو سوگوار و ہراساں چھوڑ کر اپنے مالکِ حقیقی سے جاملے۔ لِلّٰہ ما اعطی وللہ ما اخذ۔ العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رب العلمین آپ کو غریق رحمت کرے۔ اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہم سب کو صبر کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ الکریم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ ••

AsliAhleSunnet.com

محترم ناظم اعلیٰ مولانا عبدالوحید عبدالحق السلفی رح

کی یاد میں

ڈاکٹر عبدالرحمان بن عبدالجبار الفریوائی

دین خیرخواہی کا نام ہے اسی وجہ سے اسلام کی ساری تعلیمات کا ماحصل انس و جن کی فلاح دارین ہے، یعنی دنیا میں صبر و شکر اور امن و آشتی اور صلح و سلم کی زندگی میسر ہو تاکہ انسان یکسوئی کے ساتھ آخرت کی کھیتی کر سکے، اور اخروی زندگی میں ابدی و سرمدی نعمت یعنی جنت الفردوس سے بہرہ ور اور فائز المرام ہو۔

موت و حیات کے بارے میں بھی اسلام ہماری رہنمائی اسی نقطۂ نظر سے کرتا ہے، اسلامی شریعت میں جاں کنی کے وقت سے وفات اور مابعد وفات تک کے بارے میں بڑی واضح تعلیمات اور روشن ہدایات ہیں، عالم نزع سے قبر کی برزخی زندگی تک اور اس کے بعد عالم آخرت کے احوال پر کتاب و سنت میں جو معلومات ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کیسے کیسے سامان فراہم کئے ہیں۔

قبروں کی زیارت کی اجازت میں بھی یہی پہلو مدنظر رکھا گیا ہے کہ اس سے آخرت کی یاد میں مدد ملتی رہے، اور مردوں کے لئے دعائے مغفرت کا موقع فراہم ہو۔

آدمی کے وفات پاجانے کے بعد بالعموم اس کے اعزہ و اقرباء اور متعارفین و محبین اس کی موت پر غمزدہ ہوتے ہیں، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اعزاء و اقرباء کی وفات پر غمگین ہوئے اور فطری انسانی جذبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اظہار غم کی تین دن کی اجازت دی۔

دنیا میں آدمی اپنی صلاحیت، صالحیت، افادیت، اور حیثیت کے مطابق اپنا حلقۂ تعارف و اثر رکھتا ہے، اور لوگوں کے خیالات اور تاثرات بھی اپنی معلومات اور عقائد و افکار کے تابع ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقدس شخصیات سے لے کر معاشرہ کے برے لوگوں تک کے بارے میں لوگوں کے خیالات و جذبات میں تضارب و تناقض پایا جاتا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

محترم ناظم صاحب یعنی مولانا عبدالوحید بن عبدالحق جن کو اب وفات کے بعد "رحمۃ اللہ علیہ" کی دعا کے ساتھ ہم یاد کرتے ہیں، موصوف کی وفات سے بنارس ایک بہت ہی مؤثر اور اہم شخصیت سے محروم ہوگیا، مدنپورہ اور اس سے ملحقہ مسلم محلے ایک اچھے اور مخلص سرپرست سے محروم ہوگئے، ساڑی کی تجارت میں مشہور تاجا خاندان اپنے ایک اہم بزرگ سے محروم ہوگیا، مسجد طیب شاہ ایک خوش الحان امام سے محروم ہوگئی، کل ہند مومن کانفرنس ایک بڑے تجربہ کار وامین شخص کی سرپرستی سے محروم ہوگئی۔

ہندوستان کی بہت ساری کل ہند اور علاقائی اسلامی دینی اور تعلیمی تنظیمیں اور اداروں نے بھی محسوس کیا کہ ملک کا ایک محترم اور باوزن انسان ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ جمعیۃ اہل حدیث ہند اور اس کا مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بادی النظر میں آپ کی وفات سے یتیم ہوگئے ہیں۔

فرحمة الله عليه رحمة واسعة وأمطر عليه شآبيب رحمته

ناظم صاحب کی وفات راقم الحروف کے لئے بھی ذاتی حادثہ سے کم نہ تھی، آپ سے تعلق کی ساری بنیاد تعلیم وتدریس اور جماعت وجامعہ رہی لیکن ربع صدی سے زیادہ کے عرصہ یعنی ۱۹۶۵ء سے اس وقت تک کی طویل مدت میں ناظم صاحب کو دیکھنے سمجھنے اور برتنے کے ایسے مسلسل مواقع ملے کہ اگر تمام تجربات کو قید تحریر میں لایا جائے تو جماعت وجامعہ کی بلکہ ہندو بیرون ہند کی اسلامی ودینی وتبلیغی تاریخ بالخصوص تحریک اہل حدیث کے اکثر گوشوں پر محیط ہوگی۔

جامعہ سلفیہ کے مؤسسین میں مولانا عبدالوہاب آروی رحمۃ اللہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا تھا، بنارس میں مولانا نذیر احمد صاحب املوی رحمہ اللہ استاذ جامعہ رحمانیہ کو دارالاقامہ سے لے کر بنارس ہندو یونیورسٹی کے ہسپتال میں دیکھا، مولانا عبدالمجید حریری رحمۃ اللہ علیہ سے راقم الحروف کے اچھے مراسم تھے، یہ بات میرے لئے باعث سعادت تھی کہ مجھے اور برادرم ڈاکٹر رضاءاللہ مبارکپوری کو ان سے قربت وتعارف اور ان کی نیک دعاؤں کے لینے کا شرف حاصل ہوا، ان کے عصر کے بعد طیب شاہ کے درس میں حاضری نیز جامعہ سلفیہ کے بعض جلسوں کی تقاریر کی سماعت کا شرف بھی حاصل ہوا، اور موت کے بعد جنازہ میں بھی حاضر رہا۔ رحمة الله عليه رحمة واسعة۔

شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری حفظہ اللہ سے بھی مراسم ڈاکٹر حافظ عبدالعزیز صاحب کی معیت ومصاحبت سے اوائل طالب علمی سے رہے، اور بعد میں سند اجازہ بھی حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی (فالحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات)۔ اور ان سے مسلسل اور بار بار شرف نیاز وملاقات حاصل کر کے بہت سے مسائل میں استفادہ بھی کرتا رہا

AsliAhleSunnet.com

اور اس طرح کے مقامی اور غیر مقامی بہت سے خواہان جماعت وجامعہ سے نیاز حاصل رہا۔

لیکن جماعت وجامعہ کے تعلق سے ابتدائے تاحین وفات ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو تعلق خاطر رہا اس تعلق سے آپ کی موت ہم سب کے لئے بہت بڑے خسارہ کی بات تھی۔ بہے نام اللہ کا۔

باتیں بہت ساری کہی اور لکھی جاسکتی ہیں لیکن چند باتیں جو میں نے ناظم صاحب کی زندگی میں دیکھیں اور جس سے یک گونہ متاثر بھی ہوا، وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ ناظم صاحب انتہائی مصروف ومشغول آدمی تھے، اور بایں ہمہ ایک ساتھ بہت سارے کام کرتے اور وہ متنوع اور پیچیدہ بھی ہوتے، ہمیشہ کاموں کی کثرت اور وقت کی قلت کے شاکی رہتے، لیکن ہمیشہ بڑی پابندی سے بہت سارے نجی اور جماعتی کام بالخصوص تجارت کے اور جو ٹالے نہ جاسکتے تھے ان کو نبھانے کی کوشش کرتے۔

۲۔ بایں ہمہ مشغولیت رات کو صبح صادق سے بہت پہلے اٹھتے اور انتہائی اہتمام سے فجر کی سنتیں پڑھتے، اور سنت کے مطابق اعتدال واطمینان سے فرائض ونوافل ادا کرتے، مجھے بچپن ہی سے نمازیں ناظم صاحب کی امامت میں ادا کرنے کا موقع ملا، بالخصوص نماز فجر کی پرسوز ودلنواز اور مسحور کن قرأت کی لذت سے اب بھی کان آشنا ہیں، اسفار میں ریاض وغیرہ میں مسلسل آپ کی امامت میں نمازیں ادا کرنے کا موقع ملا۔

۳۔ شیریں دہنی، دائمی مسکراہٹ، پاکیزہ زبان، پاکیزہ لباس، خوبصورت اور بھاری بھرکم وجیہہ شخصیت جس سے ہر آدمی متأثر ہو جائے، چنانچہ ناظم صاحب اپنی نستعلیقیت آواز، گفتار، نشست وبرخاست، وجیہہ شکل وصورت، تجارت کی شہرت، تجربہ، پختہ عقل کی وجہ سے مجالس میں بہت سے لوگوں میں ہر حیثیت سے قدآور معلوم ہوتے تھے۔

۴۔ محترم ناظم صاحب کم گو تھے، مختصر گوئی میں مسکراہٹوں اور اشاروں اشاروں میں مخاطب تک اپنی بات پہونچا دینے کا آپ آپ کو ملکہ تھا۔

۵۔ سستی شہرت اور موقع پرستی کا مزاج نہ تھا، یہ اور بات ہے کہ ملی کاموں کی وجہ سے لوگوں کے مابین ابھری ہوئی شخصیت کے بھرم کے بچانے میں کہیں کوئی لغزش ہو گئی ہو، چونکہ انسان خطا ونسیان کا پتلا ہے، شیطان لعین رگوں میں دوڑ رہا ہے، نفس امارہ سے انکار نہیں، اس لئے کسی کو معصوم ثابت کرنے یا مطعون کرنے کے بجائے ہمارا شیوہ یہ ہو کہ اس طرح کے موقع پر ہم دعائے مغفرت کریں، اور جس صورت حال سے دل ودماغ میں خدشات پیدا ہوں اس سے اجتناب واحتیاط پر آدمی خود شدت سے عامل ہو۔

۶۔ ناظم صاحب کی سخاوت وفیاضی اور خوردہ نوازی بھی آپ کی شخصیت کا ایک اہم پہلو ہے۔

AsliAhleSunnet.com

۷ ۔ بال بچوں اور رشتہ داروں کے مسائل و معاملات سے گہری دلچسپی اور وابستگی جس کی کمی بالعموم مشغول سماجی ، ملی شخصیتوں کے یہاں محسوس کی جاتی ہے ، ناظم صاحب میں یہ کمی نہیں پائی جاتی تھی ، چنانچہ حج و عمرہ وغیرہ کے اسفار میں آپ کے عائلی اور معاشرتی ذوق کے نمونے دیکھنے میں آئے ۔

۸ ۔ ناظم صاحب کو جامعہ سلفیہ سے عہد تاسیس سے وفات تک اتنا گہرا ربط و تعلق ہو گیا تھا جس کو موت کے علاوہ کوئی چیز ختم یا کم نہیں کر سکتی تھی ، یہ میرا ذاتی تاثر ہے ، مدرسہ کے لئے جہاں اپنا تعاون دیا ، دوسروں سے اپنی بیماریوں اور مصروفیتوں کے علی الرغم بھیک بھی مانگی ، مدرسہ کے لئے دوسروں سے منت و سماجت تک کی ، ہر طرح کے طعن و تشنیع اور نقد و تبصرہ کو برداشت کیا ، فجزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرا ۔

۹ ۔ ناظم صاحب بڑے تجربہ کار آدمی تھے ، مختلف ملی و جماعتی اور دنیاوی امور میں مشورہ طلب کرنے والوں کو مشورہ بھی دیتے تھے ،

۱۰ ۔ حساب کتاب اور فن تعمیر میں تجربہ اور مہارت تامہ کی داد اہل فن بھی دیتے تھے ۔

۱۱ ۔ جماعت و جامعہ کے بارے میں ناظم صاحب سے بہت سے لوگوں کو اتفاق یا اختلاف ہو گا ، لیکن میرا اندازہ ہے کہ وہ اپنے طویل اور ہمہ جہت تجربے کی بنا پر لوگوں کے مشورے یا آراء سے استفادہ ضرور کرتے رہے ہوں گے ، لیکن ترمیم و اضافے کے بعد ۔

۱۲ ۔ امانت و دیانت کا معاملہ قرب قیامت بہت خراب ہو جائے گا ، اس لئے متاخرین میں اس طرح کی صفات کا ہونا بہت اہمیت کا حامل ہے ، ناظم صاحب پر فی الجملہ لوگوں نے اعتماد کیا ، اس وصف سے وہ مشہور بھی ہوئے ، اللہ کرے کہ آپ لوگوں کے حسن ظن کے مطابق رہے ہوں ، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ آپ کی لغزشوں کو معاف کرے ، مدارج کو بلند فرمائے ، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے ۔

آپ کی زندگی میں رو در شابقہ تعلق خاطر کی بنا پر میں نے بیحد و شمار گستاخی کی ہو گی ، حتیٰ کہ کبھی کبھی آپ کو ناراض بھی کیا ، لیکن بایں ہمہ ساری باتیں ملی مسائل اور جماعت و جامعہ سے متعلق ہوتی تھیں ، اس لئے یہ اعتماد رہتا تھا کہ مرحوم کی ذات کا مسئلہ نہیں ملت اور ملی مسائل کے حال و مستقبل کا ہے ، اور شاید اسی لئے وہ درگذر سے بھی کام لیتے تھے ، اور بہت سے مسائل میں قائل بھی ہو جاتے تھے ۔

آخری عمر میں جب مسلسل بیماریوں ، کاموں کے ہجوم اور لاینحل مسائل پر صبر و تحمل کی پالیسی سے اتَّسَعَ الْخَرْقُ عَلَى الرَّاقِعِ کی مثل صادق آنے لگی تو آپ کا اضطراب قابل دید تھا ، حتیٰ کہ میں نے اس صبر و تحمل کے پتلے کو بھی بے صبر و شکیب دیکھا ، اور دلاسہ و تسلی

AsliAhleSunnet.com

دلائی، بہر حال مومن کا ہر کام اس کے لئے سود مند ہوتا ہے، صبر و شکر اس کی اہم صفات ہیں، تبصرے، تنقیدیں، ہجو اور قدح سے مفید باتیں اگر آدمی اخذ کر کے بقیہ پر صبر کرے اور اصرار علی الباطل نہ کرے اور اپنی مہم میں لگا رہے تو یہ رفع درجات اور محو سیئات کا سبب ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔

انسانی تعلقات میں باہم نا خوشگوار امور کا پیش آنا عین متوقع ہوتا ہے، اسی لئے حدیث میں مردوں کی خوبیوں اور اچھائیوں کے گنانے پر ان کی موت پر ان پر ترحم و استغفار کرنے، اور موت سے عبرت و موعظت کا حکم ہے، اس کے معائب و قبائح بالخصوص نجی اور ذاتی مسائل و معائب کے ذکر سے ممانعت آئی ہے، کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں، حق گوئی، نصیحت اور خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی میں صاحب معاملہ سے آدمی تمام مسائل پر کھلے دل و دماغ سے بات کرے، تاکہ ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھ کر عذر و معذرت تلاش کرے۔

لیکن اگر بات عقائد و اعمال کی ہو جس سے آئندہ کی اسلامی اور ملی کام سے متاثر ہونے کا خطرہ ہو تو اس سے بحث ناجائز نہیں ہے، جیسا کہ علماء حدیث اور ائمہ فن رجال نے حدیث رسول کی حفاظت و خدمت کے لئے علم جرح و تعدیل میں روا رکھا۔ یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ محدثین نے حسب ضرورت رواۃ حدیث کے لئے جرحِ مفسّر کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ تعدیل و توثیق میں اجمال پر اکتفاء کیا ہے، اور مردوں کے بارے میں شریعت معائب و مثالب کے نہ ذکر کرنے کی تلقین کرتی ہے، اور محاسن و خوبیوں کو اجاگر کرنے پر ابھارتی ہے، تاکہ اچھے جذبات کے نتیجہ میں آدمی اپنے مردوں کے لئے دعائے مغفرت شرح صدر سے کرے۔

ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا۔

حدیث میں آتا ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد اس کے لئے نفع بخش تین چیزیں ہوتی ہیں۔

۱۔ صالح اولاد جو اس کے لئے دعا گو رہیں۔ ۲۔ علم جس سے استفادہ کا سلسلہ جاری رہے۔ ۳۔ صدقہ جاریہ۔ (مسلم شریف)

ناظم صاحب الحمد للہ اس حیثیت سے ان شاء اللہ آخرت میں غنی و مالدار رہیں گے کہ آپ نے صالح اولاد چھوڑی جو باقاعدہ علم دین کی نعمت سے بہرہ ور ہیں، اور جن میں استقامت و تدین کے آثار ہویدا ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو دین پر چلنے اور اس کی مخلصانہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے ناظم صاحب نے معروف معنوں میں تعلیم و تدریس کا کام تو نہیں کیا، لیکن پوری زندگی علم کتاب و سنت کی آبیاری اور خادمان علوم کتاب و سنت کی خدمت کرتے رہے، اس لئے زمرۂ خدام علوم کتاب و سنت میں آپ یقیناً داخل ہیں۔

رہ گیا صدقہ جاریہ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمعیت و جامعہ اور دوسرے ملی و اسلامی اداروں کی مالی خدمت کی توفیق دی، آپ کی تحریک سے جو ملی خدمات انجام پائیں گی وہ ان شاء اللہ آپ کے حق میں صدقۂ جاریہ ہوں گی، پھر ناظم محترم نے جن طلباء کرام اور طالبان علوم نبوت کی خدمت

AsliAhleSunnet.com

کے نتیجہ میں دنیا میں شہرت ومحبوبیت حاصل کی وہ بھی آپ کے لئے دعاگو ہیں، اللہ رب العزت آپ کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔ ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔

محترم ناظم صاحب کی زندگی میں ایک مومن صالح کے لئے بہت سی عبرت وموعظت کے پہلو ہیں، ہمارے معاشرہ میں اچھے آدمیوں کی قلت ہوچکی ہے، ہر طرح کے چھوٹے بڑے کام کے لئے فوراً باعمل مخلص آدمی کی تلاش وتگ ودو شروع ہوجاتی ہے، جماعت اہلحدیث کے اس "قحط الرجال" کے عہد میں ناظم صاحب کو ملکی پیمانے کا جو ملی اعتماد حاصل ہوا، اس کے پیچھے ناظم صاحب کی ذاتی خوبیاں ہی تھیں، یہ اعتماد کسی خارجی کوشش یا تحریک کا رہین منت نہ تھا، اسی وجہ سے آپ کی موت پر جو تاثرات جمعیت وجامعہ کو ملے اس میں شدت سے آپ کی مخلصانہ زندگی کے اہم گوشوں کی طرف اشارات موجود تھے، اور صراحۃً لوگوں نے آپ کے بعد آنے والے مرحلوں کے بارے میں طرح طرح کے اندیشوں کا اظہار کیا۔

قرآن وحدیث کی نشرواشاعت، تعلیم وتربیت اور دینی مدارس کے نظام کی برکت سے علم دین کا حصول بہت آسان ہوگیا ہے، اور عام اسلامی تعلیمات کو عام لوگ سمجھتے ہیں، اخلاقیات کا درس دینے والے بہت ہیں۔

لیکن عملی میدان میں، عقائد، معاملات، اخلاقیات اور دوسرے سماجی مسائل میں مسلمانوں کی موجودہ جو تصویر ہے اس پر ہر حساس دل کو توحش اور ہر صاحب عقل وفکر کو تردد ہے۔

محترم ناظم صاحب علیہ الرحمۃ عقائد کے اعتبار سے سلفی العقیدہ ہی نہیں تھے، بلکہ "بابائے سلفیت" تھے، معاملات کی دنیا میں بڑی اچھی شہرت کے حامل تھے، بنارس کے لوگ اور باہر کے جن لوگوں کا تعلق آپ سے تھا وہ اس کی شہادت دیں گے، آپ کے اخلاق کے گرویدہ بھی بکثرت لوگ نظر آئیں گے، رہ گئے سماجی ومعاشرتی مسائل میں ناظم صاحب کی شرکت ومساہمت اور کارکردگی تو اس کو وہی لوگ محسوس کرتے ہیں، جو مدنپورہ اور بنارس شہر کی مجالس کو دیکھ چکے ہیں۔

آخر میں ہم قارئین کرام سے مرحوم کے لئے دعاء مغفرت کی درخواست کرتے ہیں، اور دعوت دیتے ہیں کہ وہ آپ کی سیرت کے مفید پہلوؤں سے استفادہ کریں، اور آپ نے جن کاموں کو چھوڑا ہے اس کی تکمیل کی فکر کریں۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سلفیؒ

ناظم جامعہ سلفیہ بنارس

ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری

یوں تو ہمیشہ ہی اس عالم رنگ و بو میں بے شمار نوابغ روزگار، اصحاب کمالات جنم لیتے ہیں اور اپنے علم و فضل اور کمالات سے لوگوں میں انقلاب برپا کرکے اس عالم فانی سے اس طرح کوچ کر جاتے ہیں کہ لوگ ان کی وفات کا کچھ عرصہ غم منا کر انہیں طاق نسیاں کے حوالے کر دیتے ہیں، یا اگر زمانہ ان کے ساتھ بہت زیادہ احسان کرتا ہے تو وہ تاریخ کا ایک باب بن کر رہ جاتے ہیں، لیکن ایسی ہستیاں بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں جو اپنے بلند اخلاق و کردار، عمدہ کارکردگی اور دوسرے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے موافق اور مخالف دونوں کے درمیان یکساں طور پر جانے اور مانے جاتے ہوں، یا جن کے کمالات دور رس اثرات، اور جہود مفید نتائج کے حامل ہوتے ہیں اور ایک طویل مدت تک ان کی کمی کا شدت سے احساس کیا جاتا ہو۔

انہی نادر الوجود ہستیوں میں ہمارے ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ایک ہستی ہے جو اپنے اوصاف حسنہ اور اخلاقِ حمیدہ، اپنی تدبیر و تدبر اور بردباری کی وجہ سے مخالف و موافق دونوں کے یہاں نہایت عزت و احترام اور توقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، جامعہ اور جماعت کے لئے انہوں نے جو وقت دیا اور محنت کی اس کے اثرات کافی دور رس ہیں اور طویل عرصہ تک محسوس کئے جا سکتے ہیں، کم از کم جامعہ سلفیہ کی حد تک یہ بات بالکل وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ جب تک یہ جامعہ اس کرۂ ارضی پر قائم و دائم ہے (اللہ تعالیٰ اسے مزید اور ترقی سے نوازے) اس وقت تک ایک لمحہ کے لئے بھی موصوف کے اثرات اوجھل نہیں ہو سکتے، کیونکہ عالم تخیل سے نکل کر حیز الوجود کے جس مقام پر آج وہ کھڑا ہے وہاں تک پہونچانے میں ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی انتھک کوشش، حسن تدبیر و تدبر اور ان کے صبر و ضبط اور بردباری کا بہت زیادہ دخل ہے، متعدد آندھیاں آئیں، آکر گذر گئیں، لیکن جامعہ اپنی اسی آن بان اور شان کے

AsliAhleSunnet.com

ساتھ قائم کودائم ہے۔

موصوف کے بارے میں بہت سی صفات حمیدہ خواص وعوام سے سننے میں آتی رہتی ہیں، ان کے ایام میں ناچیز کو جتنے دنوں بنارس رہنے کا موقعہ علاوہ جامعہ رحمانیہ اور جامعہ سلفیہ کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے تھا، اور ہم طلبہ کے دلوں پر موصوف کے احترام ومحبت اور رعب ودبدبہ کی ملی جلی کیفیت کا گہرا اثر تھا۔ اس لئے بوقت ضرورت بھی ان کے سامنے جانے سے کترایا کرتے تھے، جس کی وجہ سے قریب سے دیکھنے کا موقعہ کم ہی نصیب ہوا، اس کے باوجود ان کے بعض اوصاف سے ذاتی طور پر بہت زیادہ متاثر ہونا پڑا ہے۔ آپ کی جو صفات ناچیز کے دل ودماغ پر اثر انداز ہوئیں، ان میں سرفہرست آپ کی قرأت کا مسحور کن انداز ہے۔

مکتب کی تعلیم سے فراغت پاکر جامعہ رحمانیہ بنارس میں عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ ملا، مدرسہ مذکورہ کے بیرونی طلبہ کی رہائش اس کے مخصوص ہوسٹل دارالاقامہ میں تھی، پنجوقتہ نماز کے لئے طیب شاہ کی مسجد میں حاضری لازمی تھی، واضح رہے کہ موصوف مسجد مذکور کے پیش امام تھے، اس طرح ایک طویل مدت تک اکثر نمازیں اور خاص طور سے جہری نمازیں ان کے پیچھے ادا کرنے کا موقعہ نصیب ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز میں ایک عجیب قسم کا سوز ودیعت فرما رکھا تھا جب آپ قرأت کرتے خاص قسم کی کیفیت دل پر طاری ہوجاتی تھی، خصوصاً فجر کی نماز آپ کے پیچھے ادا کرنے میں ایک طرح کا لطف اور سرور ملتا تھا، ایک مدت تک آپ کے پیچھے جہری نمازیں ادا کرنے کی وجہ سے دل ودماغ آپ کی آواز سے اس قدر مانوس اور متاثر ہوچکے تھے کہ ایک عرصہ تک وہ کیفیت محو نہ ہوسکی، حقیقت تو یہ ہے کہ اب بھی اگر طیب شاہ جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو آنکھیں انھیں کو تلاش کرتی ہیں اور کان انہی قرأت کو سننے کے لئے بیتاب رہتے ہیں، رحمہُ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

دوسری جس صفت نے مجھ کو کافی متاثر کیا وہ آپ کی حسابی ذہانت تھی، پہلے ہی سے میں نے اس سے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا، لیکن جب اپنی آنکھ سے اس امر کا مشاہدہ کرلیا تو رشک کی حد تک متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اپنی ایک خاص علمی ضرورت کے تحت ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا، صبح کا وقت تھا آپ متعدد منیموں کے ساتھ حساب کتاب کی تفتیش میں مصروف عمل تھے، مجھے انتظار کرنے کا حکم ملا، چنانچہ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ بات دیکھی جو سن کر بمشکل تصدیق کی جاسکتی ہے، ہوا یوں کہ آپ ہر ایک کو حکم دیتے، وہ اپنا بہی کھاتہ کھول کر سامنے رکھتا اور آپ اس سے حساب وکتاب کی روداد سنتے، اور پھر زبانی طور پر اس کی غلطی پکڑتے، اور شدید محاسبہ کرتے۔ اور یہی عمل ہر ایک کے ساتھ پیش آیا، جبکہ ان کی تعداد پانچ یا چھ سے کم نہ رہی ہوگی، جب موصوف ان سے فارغ ہوکر اندر چلے گئے تو ہر ایک نے دوسرے کی جانب نہایت تھکے ہوئے انداز

AsliAhleSunnet.com

میں مسکرا کر دیکھا اور اپنی پیشانی سے پسینہ پوچھنا شروع کیا۔

ایک تیسری چیز جس سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا، وہ آپ کی شدید خواہش اور حرص تھی کہ جامعہ سلفیہ کے طلبہ علم و عمل کے میدان میں مثالی ثابت ہوں، فراغت کے بعد بھی ان کی علمی و عملی ترقی کے لئے کوشاں رہتے تھے، چنانچہ آپ کے وہ تمام خطوط جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم ابنائے جامعہ سلفیہ کے نام گاہے بگاہے لکھا کرتے تھے اس امر کا بین ثبوت ہیں، یہی نہیں بلکہ بالمشافہ بھی اس کی تلقین کیا کرتے تھے، اور اگر کوئی نامناسب بات انھیں نظر آتی تو اسے نہایت محبت و احترام کے ساتھ دور کرنے کی نصیحت فرماتے تھے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ ——— ٭

اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم
اہل انصاف کی نظر میں

تصنیف ۔ شیخ احمد بن حجر آل بوطامی

ترجمہ ۔ اقبال احمد سلفی

قیمت ۔ ۲۸/ روپئے (علاوہ محصول ڈاک)

پتہ ۔ مکتبہ سلفیہ ریوڑی تالاب بنارس

اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل اسلام کے محاسن۔ اسلاف کرام کے علوم وثقافت دین اسلام، قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشرق و مغرب کے اہل انصاف علماء کی شہادتیں نہایت تفصیل اور بہترین اسلوب کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

احمد مجتبیٰ سلفی

بہت روتی ہے تیرے بعد...

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز

یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

فخرِ جماعت، اولین ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ، اور مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے امراء میں سب سے ممتاز امیر جناب مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مذکورہ دو شعر یوں ہی کوئی خطابت کی لفاظی نہیں، بلکہ یہ میرا حقیقی دلی تاثر ہے کہ مرحوم اس کے واقعی مصداق تھے۔

اس دورِ "قحط الرجال" میں (جو "فقط زیبِ داستان" نہیں) اور اس عہدِ فقدانِ اقدار و اخلاق میں اِس "فُقید الجماعۃ" میں جتنا کچھ بھی موجود تھا، اس دور کے اعتبار سے بہت ہی زیادہ کہا جائے گا، (جو اب مفقود ہوگیا) میں اس کو ایک فرمانِ نبوی سے واضح کروں گا۔

حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عمرو بن العاص، حضرت انس اور حضرت ابوجمعہ انصاری۔ رضی اللہ عنہم، سے اس مفہوم کی حدیث مروی ہے کہ "جن لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں پھر بھی ان پر ایمان لائے، ان کے ایمان کی بڑی اہمیت ہے۔"[1]

اس حدیثِ نبوی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عہدِ نبوت کے بعد ایمان (مع جمیع شُعَبِہٖ) کی ایک خاص قدر و منزلت ہوگی۔ اس معنیٰ پر حضرتِ حذیفہ کی حدیث سے بھی روشنی پڑتی ہے، جس کو امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے۔[2]

---

[1] مجمع الزوائد (۶۵/۱۰) باب ماجاء فیمن آمن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یرہ، والمشکاۃ مع تخریج الألبانی۔ رقم ۶۲۷۹؛ ۶۲۸۲ —

[2] صحیح بخاری کتاب الفتن باب ۱۳، وصحیح مسلم کتاب الإیمان باب ۶۴ —

AsliAhleSunnet.com

" امانت لوگوں کے دلوں میں نازل کی گئی ۔ قرآن نازل ہوا ، لوگوں نے کتاب و سنت سے استفادہ کیا (پھر آپ نے امانت کے اٹھائے جانے کے متعلق بیان کیا ، فرمایا) ۔ ۔ ۔ کوئی بھی امانت کو ادا کرتے ہوئے نہیں ملے گا ، یہاں تک کہ کہا جانے لگے گا کہ " فلاں قوم میں ایک امانت دار آدمی پایا جاتا ہے "

یہ حدیث کئی طرح سے مرحوم ناظم اعلیٰ پر صادق آتی ہے ۔

۱۔ آخری زمانے میں خال خال لوگ امانت دار پائے جائیں گے ، اور یہ حقیقت ہے کہ مرحوم انہی خال خال لوگوں میں سے تھے ۔

۲۔ خاص طور پر خال خال امانت دار اُمناء (یعنی نُظَمَاء) میں سے تھے ۔ (موجودہ دور میں نظمار مدارس کی امانتیں مخدوش ہو کر رہ گئی ہیں)

۳۔ پہلی حدیث کے معنیٰ پر اس حدیث سے یوں روشنی پڑتی ہے کہ جب خال خال امانت دار پائے جائیں گے تو ان کی قدر و منزلت اُس دور میں بہت زیادہ ہوگی ، ٹھیک اسی طرح امانت داری کے علاوہ دیگر اخلاقی اقدار و روایات بھی آخری زمانہ میں جب خال خال پائی جائیں گی تو ان اخلاق و اقدار کے حاملین کی چند گونہ اہمیت ہوگی :

آمدم برسر مطلب : ناظم صاحب مرحوم کی بلندئ نگاہ ، دلنوازئ سخن ، اور جاں پرسوزی کی اس دور فقدان ۔ ۔ ۔ ۔ میں چند گونہ اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ۔ اور یہ صرف "دور کے ڈھول سہانے " والی بات نہیں ، بلکہ ان صفات عالیہ کی ان کے اندر موجودگی کی گواہی ہر وہ شخص دے گا جس کا ان سے سابقہ پڑا ہو ، اور جس شخص کو کسی اور ادارہ یا جمعیت کے ذمہ داروں سے سابقہ پڑا ہو (خواہ پہلے یا بعد میں) وہ اور زیادہ اسی کی بات کی تصدیق کرے گا ، اور احقر انہی لوگوں میں سے ہے جن کو یہ سابقہ پڑ چکا ہے جامعہ کے طالب علم کی حیثیت سے بھی اور بحیثیت مدرسِ جامعہ بھی ۔

میرا سب سے پہلا سابقہ مرحوم سے اس وقت پڑا تھا جب میں جامعہ سلفیہ کا طالب علم بنا ، ایک نووارد طالب علم کے ساتھ ناظم صاحب کا جو حسنِ برتاؤ سامنے آیا وہ پہلے کسی کی طرف سے میرے سامنے نہیں آیا تھا (الا ناظم احمد صاحب مرحوم ناظم جامعہ فیض عام کے) اس وقت بھی میں نے آپ کی زبان سے " تم " کا لفظ نہیں سنا ، اور یہ بہت سے دیگر طلبہ سے بھی سنا ہے کہ ناظم صاحب ان کو " آپ " ہی کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے ، جبکہ عموماً طلبہ اور خاص طور پر نووارد طلبہ کے ساتھ " دیگر " برتاؤ کیا جاتا ہے (الا ماشاءاللہ) ۔

ناظم صاحب کے حسنِ اخلاق اور نرم گفتاری کے متعلق جامعہ کے قدیم ترین خادم جنہیں دفتری امور کے سلسلے میں برابر ہی آپ سے سابقہ پڑھتا تھا ، یعنی جناب ماسٹر عبدالمنان صاحب کا بیان ہے کہ : جہاں تک میرا علم ہے ناظم صاحب اساتذہ تو اساتذہ کسی معمولی چپراسی کے ساتھ بھی سخت کلامی کرتے ہوئے اور پھٹکارتے ہوئے نہیں دیکھے گئے ۔

AsliAhleSunnet.com

اساتذہ ہوں یا طلبہ، یا جامعہ کے دیگر غیر تدریسی اسٹاف سب کے ساتھ نرم گفتاری ہی سے پیش آتے، کسی کی کسی ضرورت کو اگر کسی وجہ سے پوری کرنے سے کوئی مانع ہوتا تب بھی نرم گفتاری سے معذرت کر دیتے، اس موقع پر عموماً مسکراتے اور فرماتے " فلاں وجہ سے ممکن نہیں " اس شکل سے معذرت پر طلب کنندہ کی اس طرح دل شکنی نہیں ہوتی جو عبوسًا قمطریرا اور پھٹکار و دھتکار سے ہوتی ہے، حالانکہ ہر دو طرح سے معذرت کا ماحصل ایک ہی ہوتا ہے۔ ولکن اکثر الناس لایشعرون۔

طلبہ کو بیرونِ ملک جانے کے سلسلے میں جو مختلف قانونی پیچیدگیاں پیش آتیں ان کے حل میں ہر ممکن کوشش فرماتے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہمارے ہم سبقوں میں سے سات طلبہ کو بیرونِ ملک بھیجنے کا فیصلہ کیا تو اس وقت پاسپورٹ بنوانے میں دو ضمانت داروں (یعنی چودہ ضمانت داروں) کا مسئلہ اپنی طرف سے اور اپنے برادران کی طرف سے ضمانتیں دے کر حل کیا تھا، جبکہ پاسپورٹ کے لئے ضمانت لینی کوئی معمولی خطرناک بات نہیں، کیونکہ بیرونِ ملک پاسپورٹ والے نے اگر کوئی ملک مخالف پالیسی یا کسی طرح کا جرم کیا تو ضمانت دار ہی پکڑا جائے گا۔

اسی طرح بیرونی سفر کے سلسلے میں پیش آمدہ مالی مشکلات کو بھی حل کر دیتے تھے، کیونکہ بعض غریب طلبہ بر وقت اس بوجھ کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے، احقر کو بھی یہ مشکلات پیش آئے تھے جسے مرحوم نے حل کر دیا تھا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر ہونے سے پہلے بھی جماعت کے ہر طرح اور ہر طرف کے لوگ آپ کے پاس اپنی ذاتی جماعتی اور جامعاتی (مدارس سے متعلق) ضرورتیں لے کر آتے، آپ ان سے حسن اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، ان کی ضرورتیں سنتے، اور حتی الامکان ان کو پوری کرتے۔

اس سلسلے میں جماعت کے افراد کو یہ معلوم ہوجاتا کہ آپ سے اگر کسی اور وقت شدید مصروفیات کے باعث ملاقات کا موقع نہیں مل سکے گا تو نماز فجر کے بعد تو ضرور موقع مل سکتا ہے، کیونکہ فجر کی نماز بالالتزام آپ ہی پڑھاتے تھے، پاؤں کے عارضے کے بعد بھی یہ التزام جاری رہا، آپ کی قرأت اتنی مسحور کن ہوتی کہ ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ " اگر ممکن ہوتا تو فجر کی نماز میں روزانہ آپ کے ہی پیچھے پڑھتا" نماز ختم ہوتے ہی ملاقاتی لوگ آپ سے ملتے، اور آپ ان سے کبھی تو گھنٹوں ان کے علاقہ سے متعلق جماعتی امور پر تبادلۂ خیال فرماتے، حتی کہ لوگ مدارس کے تعمیر و ترقی کے علاوہ تعمیری امور میں بھی آپ سے مشورہ لیتے کیونکہ آپ ایک ماہر تعمیری انجینئر کی طرح تعمیری واقفیت اور تجربہ رکھتے تھے۔ اور اگر تعاون کی بات ہوتی تو سرِ فہرست اپنا تعاون لکھ دیتے، اس طرح گویا حدیث نبوی:

" من سن سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها " جس نے کوئی اچھا طریقہ رائج کیا تو اس کو اس پر عمل کرنے کا ثواب تو ملے گا ہی، اس کے علاوہ جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کا

AsliAhleSunnet.com

ثواب بھی ابن کو ملے گا۔"

کے مصداق بعد کے تمام محسنین کے عطیات کے اجر کے بھی مستحق بن جاتے، کیونکہ آپ کا عطیہ دیکھ کر مدنپورہ اور بنارس کے دیگر محسنین دل کھول کر اپنا تعاون پیش کرتے تھے، بلکہ بعض تو آپ کی اتباع میں آپ کے ہی کے برابر تعاون دیتے تھے۔

آپ اپنا تعاون اپنے نام سے نہیں لکھتے تھے، بلکہ اپنے برادرِ مکرم الحاج عبدالرشید صاحب حفظہ اللہ کے نام سے لکھتے تھے، شاید اس میں دو باتوں کا لحاظ فرماتے تھے۔

۱۔ خواہ مخواہ نیکی کی تشہیر نہیں چاہتے تھے۔

۲۔ یہ ادب کے خلاف سمجھتے تھے کہ بڑے بھائی کے ہوتے اپنا نام استعمال کریں۔

دوراں بے: اساتذہ ہوں یا طلبہ، جامعہ کے دیگر متعلقین ہوں یا جماعتی مدارس کے ذمہ دار اور سفراء، یا عام ضرورت مند افراد سبھی آپ کی وفات حسرت آیات سے پیدا شدہ اس خلاء کو شدت سے محسوس کرتے ہیں، اور بزبانِ حال یہ مصرع دہراتے رہتے ہیں (بتصرف)۔ بہت روتی ہے تیرے بعد تیری شام تنہائی،

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ مرحوم ہر طرح کے عیوب سے پاک تھے کیونکہ "بے عیب ذات اللہ کی ہے" اور "معصوم صرف انبیاء علیہم السلام ہیں" مگر "لَا تَذْكُرُوا هَلْكَاكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ" کے تحت یہ دعا کرتے ہیں

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں!

غفر اللہ لہ، ولنا ولجمیع المؤمنین والمؤمنات ——————

AsliAhleSunnet.com

پیکرِ جمال و کمال

از: مولانا محفوظ الرحمن فیضی
جامعہ فیض عام، مئوناتھ بھنجن

تا جاخاندان، اس کے جود وسخا اور علم وفضل کے تذکرے اور حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سلفی (ناظم جامعہ سلفیہ رحمۃ اللہ علیہ) کا ذکر خیر تو بچپن سے سن رکھا تھا، مگر ناظم صاحبؒ یا ان کے خانوادۂ نیک نام کی کسی شخصیت سے ملاقات اور زیارت کا شرف حاصل نہیں تھا یہ شرف سب سے پہلے اس وقت حاصل ہوا جب مرکزی دارالعلوم (جامعہ سلفیہ) کی تاسیس کے بعد اس کے لئے فراہمی چندہ اور حصول تعاون کی خاطر ناظم صاحب خود ایک وفد لے کر مئو تشریف لائے، غالباً کارخانہ دارالصحت ڈومن پورہ میں تشریف فرما تھے، میں نے ہمت کرکے قریب پہونچنے کی کوشش کی، اور ناظم صاحب سے مصافحہ وملاقات کی سعادت حاصل کی، اور ایک طرف خاموش کھڑا آپ کو دیکھتا اور سنتا رہا۔۔۔ پیکر وجاہت وتمکنت، دراز قد، کشادہ پیشانی، ہنستا مسکراتا چہرہ، سرخ وسفید رنگ، آنکھوں میں چمک ذہانت وفطانت کی غماز، گفتگو میں حد درجہ سنجیدگی ومتانت اور حسب موقع لطافت وظرافت بھی، غرض

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

یہ میری ناظم صاحب موصوف سے پہلی دید وشنید تھی، اس کے بعد جامعہ سلفیہ میں منعقد ہونے والی مختلف تقریبات اور کانفرنسوں نیز دیگر مواقع سے بھی ناظم صاحب ممدوح سے ملنے، ان کے ساتھ میٹنگوں اور مجلسوں میں شریک ہونے، آپ سے استفادہ اور تبادلۂ خیال کرنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

ان مجلسوں اور ملاقاتوں اور جماعت وجامعہ کے لئے آپ کی مخلصانہ اور بے لوث خدمات اور نمایاں کارناموں (جو سب کے سامنے عیاں ہیں) کے مشاہدہ سے ناظم صاحب موصوف کے بارے میں میرے تاثرات کا حاصل یہ ہے کہ ممدوح صاحب جمال وکمال تھے، جمال صورت کے ساتھ حسن معنیٰ کا بھی پیکر تھے، جسے کسی قلم کار اور مقالہ نگار کے مشاطگی کی ضرورت نہیں ؂

میری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنیٰ کو ٭ کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنابندی

AsliAhleSunnet.com

ماہنامہ محدث حضرت مرحوم کی حیات اور کارنامے کو بیان کرنے اور یاد رکھنے کے لئے یہ خاص نمبر شائع کرتا یا نہ کرتا، مرحوم کی بلند و بالا شخصیت پر گرد نہیں پڑ سکتی تھی، ان کی سدا بہار پر وقار شخصیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ انشاء اللہ۔ یہ بنارس جیسے درسگاہ کتاب و سنت جامعہ سلفیہ کے قیام اور مرکز کتاب و سنت حرمین شریفین سے اس کے گہرے مقدس تعلقات کی بنا پر کہنے والے نے آئینہ رخ حرم[1] کہا ہے۔ اہم بنارس کے در و دیوار، یہ جامعہ رحمانیہ، یہ جامعہ سلفیہ، یہ جامعہ کی سادہ و شکوہ مسجد وغیرہ وغیرہ ..... اور یہ جماعت فی و جمعیۃ، اور یہ دہلی کی اہل حدیث منزل ہم کوئی ہزار ستم ظریفی کے باوجود بھی ان سب سے ناظم صاحبؒ کے والہانہ تعلق اور ان کے لئے مخلصانہ خدمات اور مساعی جمیلہ کو کیسے بھلا دے گا، یا نظر انداز کر دے گا:

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

ناظم صاحب مرحوم کی کن کن خوبیوں کو یاد کیا جائے اور بیان کیا جائے، فہم و فراست اور اصابتِ رائے سے معمور، حکمت و دور اندیشی اور انتظامی صلاحیت سے بھرپور، جفاکش اور محنت و مسلسل جہد و عمل کے عادی، خیر خواہی و ہمدردی کے خوگر، اہل علم کے قدر داں اور مرتبہ شناس، تمام مکاتب فکر میں یکساں احترام کے مالک، تواضع و خاکساری اور خوش مزاجی ان کی فطرت، وضع داری و بردباری اور صبر و ضبط ان کا امتیازی وصف، غرض فضائل و محاسن میں آپ کی ذات ایسی جامع تھی کہ اس پر میر کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

سراپا میں جس جا نظر کیجئے • وہیں عمر اپنی بسر کیجئے!

آپ کے اندر طمطراق اور دھوم دھڑاک تو نہیں تھا، لیکن ایک میر کارواں کے جو بنیادی اوصاف ہوتے ہیں، بلند نگاہی دلنوازی اور جاں سوزی وہ سب آپ کے اندر موجود تھے۔ ؎

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

انسان سے قصور و کوتاہی کا صدور اس کا خاصہ ہے، اور اس پر تنقید اور انگشت نمائی بھی ایک امر طبعی ہے، اس سلسلہ میں ناظم صاحب مرحوم کی شان یہ تھی کہ ناقدین کی تنقیدوں اور کچھ رفقاء و اخوان کی آپ کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں بے اعتدالیوں کے باوجود بھی آپ نے اپنی وضع داری و دلداری میں جہاں تک مجھے علم ہے کبھی فرق نہیں آنے دیا، اور ایسے لوگوں کے ساتھ بھی ہمیشہ عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے اور دلنوازی ہی کا معاملہ کرتے رہے۔

---

[1] جامعہ سلفیہ کے ترانہ میں فضا ابن فیضی صاحب کے ایک شعر کی جانب اشارہ ہے۔

AsliAhleSunnet.com

جامعہ فیض عام ۔ جو ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کا قدیم مرکزی ادارہ ہے ۔ اور جامعہ سلفیہ کے درمیان اول روز سے توافق اور باہمی تعاون کی خوشگوار فضا برابر قائم رہی ، جامعہ سلفیہ کے ناظم مولانا عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ کو جامعہ فیض عام سے بھی دلی تعلق خاطر تھا ، وہ اس کی خدمات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ، جامعہ فیض عام کے مرحوم ناظم حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱۰ھ - ۱۴۰۲ھ) جو ایک ممتاز عالم دین اور تعلیمی و انتظامی امور کے ماہر تھے ، اور جامعہ سلفیہ کی مجلس شوریٰ اور مجلس تعلیمی کے بھی رکن تھے ، مولانا عبدالوحید صاحب کے ان سے بڑے گہرے روابط تھے ، ان کی حد درجہ تعظیم و تکریم کرتے اور تعلیمی و انتظامی امور و مسائل میں ان کی ماہرانہ صلاحیتوں سے استفادہ اور رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے ، ان کی وفات پر تعزیت نامہ میں اپنے قلبی تاثرات کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا تھا :

> " محترم مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کی خبر وفات سے سخت صدمہ پہونچا ، جماعت کے لئے آپ کی شخصیت ایک قائد و سرپرست کی تھی ، جامعہ سلفیہ تو آغاز ہی سے آپ کی سرپرستی سے مشرف تھا ، اس کی پہلی تعلیمی کمیٹی کے تین ممبروں میں آپ کی شخصیت نمایاں تھی ، کسی ادارہ کے قیام کے وقت اس کے نظام اساسی اور نصاب تعلیم کی ترتیب بڑا اہم مرحلہ ہوتا ہے ، اس مرحلہ میں جامعہ کے ذمہ داران کو موصوف محترم سے بیش قیمت رہنمائی حاصل ہوئی ، جس سے ادارہ کو بڑی تقویت ملی ۔"

جامعہ سلفیہ کے قیام کے بعد اس کے شایان شان اساتذہ کی فراہمی سب سے اہم مسئلہ تھا ، جامعہ فیض عام میں ایسے متعدد اساتذہ موجود تھے جن کی خدمات سے جامعہ سلفیہ کو فائدہ پہونچا ۔

جامعہ کے موجودہ ناظم استاد گرامی حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب فیضی حفظہ اللہ نے مولانا عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ سے ایک موقع پر ازراہ بے تکلفی اس کا اظہار بھی کیا ، مولانا موصوف نے حسب عادت مسکرا کر بڑا معقول جواب دیا ، " جامعہ سلفیہ بھی آپ ہی کا ہے ، اس کے شایان شان اساتذہ فراہم کرنا سب کی ذمہ داری ہے ، ظاہر ہے کہ جہاں لائق اساتذہ ہوں گے وہیں سے آئیں گے ۔"

مولانا موصوف کی دولت و ثروت ، جود و کرم اور قلب و نظر کی وسعت کے واقعات اور دیگر عادات و معاملات کو ان کے سیرت نگار ان کے پس منظر کے ساتھ بیان کریں گے ، میں یہاں صرف ایک وصف کی جانب اشارہ کرنا چاہتا ہوں : مولانا باقاعدہ حافظِ قرآن نہیں تھے لیکن قرآن کریم کے ساتھ شغف اور کثرت تلاوت کی بنا پر بیشتر حصہ حفظ ہو گیا تھا گویا حافظ ہی تھے ، مسجد طیب شاہ میں نمازِ پنجگانہ خصوصاً نماز فجر کی امامت تقریباً تاحیات کرتے رہے ، اس مسجد میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں نماز تراویح آخر شب میں

AsliAhleSunnet.com

ہوتی تھی، اور عموماً مولانا ہی پڑھاتے تھے، مجھے آپ کی امامت میں نماز فجر ہی پڑھنے کے مواقع ملے ہیں، آپ کی قرائت میں ایسی حلاوت اور ایسا سوز اور زیر و بم ہوتا تھا کہ جی چاہتا تھا وہ پڑھتے رہیں اور سنتے رہیئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کے اس سچے عاشق اور دین وملت کے خادم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے، اور انکفیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد !

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

عقیدۃ المؤمن

تالیف ــــ نواب صدیق حسن خاں رح

تلخیص ــــ عبد المعید سلفی۔

قیمت ــــ ۲۰/روپے۔
(علاوہ محصول ڈاک)

پتہ ــــ مکتبہ سلفیہ ریوڑی تالاب بنارس

AsliAhleSunnet.com

وہ میر کارواں تھا ابھی کل کی بات ہے

از ۔ محمد فاروق اعظمی، جلگاؤں

کوئی پندرہ سولہ سال پہلے کی بات ہے، میں وطن سے جلگاؤں آرہا تھا، جون کا ابتدائی عشرہ تھا، ٹکٹ ریزرو تھا، مگر سوءِ اتفاق کہ سفر کی طے شدہ تاریخ سے ایک دو روز قبل ہی کاشی ایکسپریس کی روانگی کے وقت میں تبدیلی کردی گئی تھی جس کا مجھ جیسے ہزاروں مسافروں کو علم نہیں تھا، جیسے ہی ہم پلیٹ فارم پر پہونچے معلوم ہوا گاڑی ابھی ابھی جا چکی ہے، سخت حیران و پریشان تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کروں، ساتھ ہی میرا بڑا لڑکا اور بڑی لڑکی بھی تھی، بہرکیف پہلی فرصت میں ٹکٹ واپس کیا اور اگلے دن کے سفر کی فکر لاحق ہوئی، کئی کوششیں کر ڈالیں مگر ریزرویشن کی کوئی صورت نہ نکلی، لمبی مسافت، گرمی کا موسم اور بغیر ریزرویشن کے بال بچوں کے ساتھ سفر کی صعوبت کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے، انھیں تصورات میں گم تھا کہ جامعۃ السلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس پہونچ کر رات بھر قیام کرنے اور دوسرے دن عازم سفر ہونے کا خیال ذہن میں آیا۔ دارالعلوم گرمی کی چھٹیوں کی وجہ سے قریب قریب سنسان تھا، عین پریشانی میں ایک ملازم کے ذریعہ ناظم ادارہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی کو فون کرایا اور ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی کچھ دیر بعد ناظم صاحب بنفس نفیس تشریف لے آئے، اپنے آفس میں فروکش ہوئے اور مجھے بلوایا، میری ناظم صاحب سے یہ پہلی بالمشافہ ملاقات تھی، میں نے اپنا تعارف کرایا اور اپنی افتاد بیان کی، انہوں نے اسی موقع پر میرے ساتھ جس خلوص و محبت، بلند اخلاق اور شریفانہ طبیعت کا مظاہرہ کیا، وہ میرے دل و جگر میں آج بھی " تیر نیم کش " کی طرح پیوست ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایسے خلیق اور خوش مزاج لوگوں سے کسی جماعت کا ضمیر تیار ہوا کرتا ہے، موصوف نے جامعہ کی ایک فعال شخصیت ماسٹر عبدالمنان صاحب کو بلوا کر ہدایت کی کہ وہ دوسرے دن صبح سویرے ریلوے اسٹیشن پہونچ کر اپنے خصوصی اثر و رسوخ سے میرے لئے تین ٹکٹ مع ریزرویشن کے حاصل کریں۔

آج جب میں اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو میرا سر شرم اور ندامت سے جھک جاتا ہے، اپنی کم عقلی اور شوریدہ سری پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے، ایک معمولی کام کے لئے میں نے ایسی عظیم المرتبہ شخصیت کو زحمت دی تھی، جس کے منصب اور مرتبہ کے یہ قطعی شایان شان

AsliAhleSunnet.com

نہ تھا، لیکن انہوں نے جس کسر نفسی ، شرافت اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا وہ کچھ انھیں کا حصہ تھا ۔

مولانا مرحوم سے جو لوگ قریب رہے ہیں، وہ ان کی شرافت، حسن اخلاق، تحمل و بردباری اور معاملہ فہمی کو اچھی طرح جانتے ہیں میری ملاقاتیں اکثر سرسری اور اتفاقی رہی ہیں، اکثر منصورہ (مالیگاؤں) بمبئی ، بنگلور ، بنارس اور مئو وغیرہ کے اجلاس میں ان سے نیاز حاصل ہوتا رہا، جب بھی ملے اور جہاں بھی ملے بڑی محبت اور اپنائیت کا اظہار فرمایا، جب بھی میرا کوئی مضمون " محدث " میں دیکھتے تو ملاقات کے وقت اس کا ذکر فرماتے، تحسین و آفرین کے کلمات کہتے، اور میری حوصلہ افزائی کرتے، میں ان کے اس سلیقۂ دلنوازی سے بڑی تقویت محسوس کرتا، یہ ان کے مسکراتے لبوں کا حسن تھا یا دل کی وسعت، گفتگو کا سحر تھا یا دلِ دردمند کا کرشمہ، محبت کا خلوص تھا یا بے نفسی و انکساری کا اعجاز کہ دل بے ساختہ ان کی طرف کھنچتا تھا، ان کی مجلس میں ایک بھائی کی محبت، ایک بزرگ کی شفقت اور ایک رفیق کی رفاقت کا لطف بیک وقت محسوس ہوتا تھا، ان کا خلوص بے پایاں ہر ایک کے لئے عام تھا، اپنی خوش مزاجی و دلنوازی سے ہر ایک کے دل میں گھر کر لیتے تھے، اور سامنے والا محسوس کرتا تھا کہ ان کا یہ التفات اس کے لئے خاص ہے ۔

مولانا " تاجا بیوپاری " کے خاندان کے چشم و چراغ تھے ، آج بھی قرب و جوار میں تاجا بیوپاری کا نام بکتا ہے، مولانا کو خاندانی عز و شرف کے ساتھ پیشۂ تجارت وراثت میں ملی تھی، ہر طرح کی خوشحالی اور مرفع الحالی ان کا مقدر تھی، قدرت جب کسی کو مال و منال جاہ و جلال اور کسی فن میں کمال عطا کرتی ہے، تو اس کے اخلاق و کردار کی بڑی سخت آزمائش ہوتی ہے، ان حالات میں فطری طور پر غرور و تکبر، رعونت و خساست، خودستائی و خود پرستی، انانیت و خود مرکزیت جیسی بری خصلتیں پیدا ہو جاتی ہیں، مگر مولانا سراپا ــــ پیکرِ جمال ـــ تھے، ان کی سیرت میں ایک درویشانہ شان تھی، انھیں نہ نام و نمود کی تمنا تھی نہ اپنے کو نمایاں کرنے کی خواہش، نہ اپنی تعریفیں کرانے کا شوق تھا، نہ کسی قسم کی خودسری نہ کسی قسم کا غرور و تکبر تھا، نہ کسی قسم کے جاہ و منصب کی ہوس، یہی وہ صفات تھیں جو ان کا امتیازی نشان تھیں، ان کی للّٰہیت و بے نفسی ہی کا اثر تھا کہ جماعت نے ملک کے سب سے بڑے سلفی ادارہ جامعۃ السلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس کی نظامت کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی، یہی نہیں بلکہ جب ۱۹۷۹ء میں جمعیۃ اہل حدیث ہند کی صدارت (امارت) کا مسئلہ درپیش آیا تو اخوان جماعت کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی، اگرچہ آپ اپنے بعض عوارض، اور دیگر کاروباری مصروفیات نیز اس وقت کی جماعتی صورت حال کی بنا پر اس بار گراں کو اٹھانے سے گریزاں تھے، مگر جماعت کے اعتماد، خلوص اور عقیدت کے سامنے سرنگوں ہو گئے ۔

ادھر گذشتہ کچھ دنوں سے موصوف لنگ کھا کر بڑی مشکل سے چل پھر سکتے تھے، جب کبھی میں انھیں کسی کانفرنس یا جلسہ میں دیکھتا

AsliAhleSunnet.com

وان کی ہمت و حوصلہ اور جاں سوزی کو دیکھ کر اپنے قوائے عمل میں ارتعاش محسوس کرتا، موصوف اگرچہ نظامت و امارت کے مناصب جلیلہ پر فائز تھے، اور آخری سانس تک فائز رہے، مگر انہوں نے ہر اہم مسئلہ میں اپنے بڑوں، بزرگوں اور خوردوں کے مشوروں اور رایوں کا ہمیشہ احترام کیا، بالخصوص کسی اہم مسئلہ میں وہ محدث کبیر بقیۃ السلف حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی مبارکپوری رحفظہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ اور رائے لینا اشد ضروری سمجھتے تھے، اس سلسلے میں وہ کبھی بہ نفس نفیس حضرت الشیخ کے دولت کدہ پر حاضر ہوتے، یا کبھی اپنے کسی خاص ایلچی کو روانہ کرتے، یا ضرورت ہوتی تو کار بھیج کر حضرت الشیخ کو بنارس آنے کی زحمت دیتے۔

فروری ۱۹۸۳ء میں جب مرکزی دارالعلوم بنارس کے طلبا رنے "ہنگامہ" کھڑا کیا تھا، تو ادارہ کے نظم و ضبط اور وقار کیلئے ایک سنگین مسئلہ پیدا ہو گیا تھا، مشکل یہ تھی کہ اپنی ہی صفوں میں سے کچھ لوگ اس کو ہوا دے رہے تھے، اور "بیرونی ہاتھ" بھی اس سازش میں متحرک تھے، حسن اتفاق تھا کہ راقم الحروف ان دنوں اپنے وطن ہی میں تھا اور جس صبح جلگاؤں کے لئے عازم سفر ہونے والا تھا سفر کی سہولت اور حضرت الشیخ کا نیاز اور ان کی دعائیں لینے کے لئے رات میں ان کے دولت کدہ پر قیام پذیر تھا، لگ بھگ عشاء کے وقت ناظم صاحب کا ایک خصوصی ایلچی ہنگامہ سے متعلق ان کا ایک تفصیلی خط لے کر حضرت الشیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اسے پڑھ کر حسرت و یاس اور رنج و الم کی کئی شکنیں ان کے ماتھے پر ابھر آئی تھیں، اپنے لڑکے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو لے کر گئی رات تک اس ہنگامہ کے عوامل و عواقب پر غور و فکر کرتے رہے، اور ایک مفصل خط املا کرا کر بنارس بھیجا۔

...... اور پھر ۹ و ۱۰ / اپریل ۱۹۸۳ء کو اس مرکزی ادارہ جامعۃ السلفیہ میں ملک کے کونے کونے سے اخوان جماعت اہل حدیث کی ایک نمائندہ مٹنگ طلب کی گئی تھی، جس میں کشمیر سے کنیا کماری تک اور کلکتہ سے بمبئی تک کے بڑے بڑے علماء و زعماء شریک تھے، راقم کو بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا، ناظم صاحب موصوف اس موقع پر آئے ہوئے مہمانوں کو قیام و طعام اور مختلف نشستوں اور میٹنگوں کے انتظام کی بہ نفس نفیس نگرانی فرما رہے تھے، چہرے پر درد و کرب کے آثار بھی تھے اور زیر لب مسکراہٹ بھی، ہر ایک کی زبان پر "ہنگامہ" کا موضوع تھا، معاملہ بڑا سنگین تھا، جب سے ہنگامہ ہوا تھا جامعہ مکمل طور سے بند کر دیا گیا تھا، جلد از جلد کوئی ایسا ٹھوس فیصلہ کرنا تھا جس سے جامعہ کا وقار اور اعتماد فوری طور پر بحال ہو سکے، اس موقع پر کسی بھی جذباتی یا غیر دانشمندانہ فیصلہ سے جامعہ شر و فساد کی جولانگاہ بن سکتا تھا، ناظم صاحب اس موقع پر انتہائی پر وقار اور پر سکون نظر آئے ہر معاملہ اور مسئلہ کی تہہ تک پہونچے، اس کے اسباب و علل کو جانئے، عمل اور رد عمل کو بھانپنے، اور صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں انہوں نے اپنی خداداد صلاحیت کا مظاہرہ کیا، اتفاق رائے سے جو تجاویز پاس ہوئیں، انھیں مؤثر طور پر نافذ کرنے میں ناظم صاحب نے جس سنجیدگی، اعلیٰ ہمتی اور بلند حوصلگی کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

AsliAhleSunnet.com

ایک دن سکون واطمینان کے کچھ لمحات میسر تھے، کہ میں ناظم صاحب کا وہ خطبۂ صدارت پڑھ رہا تھا جو انہوں نے ۳۰ ستمبر ۱۹۸۹ء کو دہلی کے سپر ہاؤس میں کل ہند شبان اہل حدیث کنونشن کے موقع پر پیش کیا تھا، مجھے اس کی ایک ایک لائن اپیل کر رہی تھی، نفس مضمون سے مضمون ایسا مربوط تھا، اور جا بجا قرآنی آیات کے حوالے ایسے برجستہ اور برمحل دیئے گئے تھے کہ بیساختہ لکھنے والے کی ذہانت وذکاوت اور علمی صلاحیت کی داد دینے کو جی چاہتا تھا، اس وقت مولانا کا پورا سراپا آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا، ان کا وہ جگمگاتا ہوا کتابی چہرہ، لب ولہجہ کی متانت وسنجیدگی، مزاج کی نرمی، محبت کی گرمی اور خیالات کی وسعت آنکھوں کے سامنے فلمی تصویروں کی طرح گھوم رہی تھی۔

... اور دوسرے دن صبح سویرے برادر محترم مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری بمبئی کی کسی میٹنگ میں شرکت یا کسی نجی کام کے بعد جلگاؤں میرے مستقر پر پہونچے، تو سامان رکھتے ہی چارپائی پر دراز ہو گئے اور بولے "بڑا زبردست حادثہ ہو گیا" میں نے پوچھا خیریت؟ کہنے لگے مولانا عبدالوحید صاحب ناظم کا انتقال ہو گیا، میرا ذہن کسی "ریلوے حادثہ۔یا۔سفری حادثہ" کی طرف تھا، میں اس دلدوز خبر کو سننے کے لئے ہرگز تیار نہ تھا، کہنے لگے، بذریعہ فون وہاں اطلاع پہونچی تھی، وہاں سے غائبانہ نماز جنازہ ادا کر کے آرہا ہوں، میں دھک سے ہو گیا، ابھی کل ہی تو میں انھیں ایسا ٹوٹ کر یاد کر رہا تھا، ان کی تحریریں پڑھ رہا تھا، ان کی قرآن فہمی کی داد دے رہا تھا، ان کے حسن اخلاق کی گرمی محسوس کر رہا تھا، میں یہ سوچ کر پریشان تھا کہ کیا یاد اور موت کا کوئی پُراسرار رشتہ ہے؟ -

AsliAhleSunnet.com

آہ! امیر کاروانِ سلف نہ رہا

مولانا عارف سراجی، سکریٹری ادارہ دعوت دین، کونڈرا گرانٹ بستی۔

"قومی آواز" مجریہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۹ء میں مولانا عبدالوہاب خلجی قائم مقام ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کی شائع کردہ انتہائی اندوہ ناک اور الم ناک خبر نظر سے گذری، عزت مآب حضرت مولینا عبدالوحید سلفی امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث و ناظم جامعہ سلفیہ بنارس کا انتقال پر ملال ملک و ملت اور جماعت کے لئے ناقابل برداشت صدمہ ہے، آپ کی وفات سے جماعت اہل حدیث یتیم و یسیر ہو کر رہ گئی ہے، اور نشاۃ جدیدہ کی انقلابی تاریخ کا خاتمہ ہو گیا ہے آپ کے دور امارت میں تحریک اہل حدیث کو بے پناہ عروج و فروغ حاصل ہوا، آپ کی امارت کی بدولت مذہبی، مسلکی، اور سیاسی اعتبار سے ملک و بیرون ملک جماعت کا تعارف ہوا، اکابر جماعت کے زیر سایہ جماعت کے نوجوان طبقوں میں ولولوں اور حوصلوں نے انگڑائی لی، اور "مرکزی جمعیۃ شبان اہل حدیث ہند" کا قیام ہوا، الغرض مرحوم امیر جماعت پیرانہ سالی میں عزم جوان رکھتے تھے، اور جوانوں سے کام لینے اور انھیں میدان حرکت و عمل میں آگے بڑھانے کا سلیقہ جانتے تھے، درحقیقت مرحوم علامہ اقبال کے اس معنی خیز کلام کے مصداق تھے ؎

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق — جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھکو دکھا کر رخ دوست — زندگی اور بھی تیرے لئے دشوار کرے

آہ! تحریک سلف صالحین کا امیر کارواں ایسے وقت اپنے آخری سفر پر روانہ ہو گیا جب کارواں کو اس کی شدید ضرورت تھی۔ لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک امراً۔ اس دردناک خبر سے فضا سوگوار ہے، اور ماحول پر اندھیرا چھایا ہوا ہے، آنکھیں پرنم ہیں اور قلم ناتواں جذبات رنج و غم کا ساتھ دینے سے معذور ہے، میری دعا ہے کہ اللہ کریم مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، پسماندگان کو صبر جمیل بخشے، اور مرکزی جمعیۃ اور جامعہ سلفیہ کو ان کا نعم البدل عنایت کرے۔ آمین! وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز۔

AsliAhleSunnet.com

دفترِ ہستی میں تھی زرّیں ورق تیری حیات

شنبہ ویکشنبہ ۲۵ و ۲۶ر نومبر ۱۹۸۹ء کی درمیانی رات میں جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے ناظم اعلیٰ اور مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے امیر مولانا عبدالوحید عبدالحق سلفی (رحمہ اللہ) اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے " انا للہ وانا الیہ راجعون" اور اس طرح جامعہ سلفیہ اور ملت وجماعت اپنے ایک مخلص وبے نفس اور باحمیت وبصیرت رہنما سے محروم ہوگئی۔

اہل ایمان کی نظر میں موت ایک اٹل حقیقت ہے، اور ہر متنفس کے لئے اس کا ایک وقت مقرر ہے جس میں تقدیم وتاخیر ناممکن ہے، اسی طرح اسلام کا حکم ہے کہ مسلمان اگر اپنے کسی عزیز وقریب یا محسن ومتعارف کی موت کے صدمہ سے دوچار ہو تو صبر وصلوٰۃ کا سہارا لے، اور اللہ تعالیٰ سے جانے والے کے لئے مغفرت ورحمت اور پسماندگان کے لئے صبر وسکون کی دعا کرے۔

اسلام کے اس حکم میں بڑی معنویت ہے، اور غمہائے روزگار کے ہجوم میں سنبھلنے کا یہی سب سے بہتر سہارا ہے۔ اعزاء ومتعلقین میں سے کسی کی جدائی بڑی شاق ہوتی ہے، اور رحلت کرنے والی شخصیت اگر زیادہ عظمت واہمیت کی مالک ہوتی ہے تو صبر وشکیب کی تمام تدبیریں بے سود ہو جاتی ہیں، اور دل کو کسی بھی طرح سکون وقرار نہیں ملتا۔

جس ذات گرامی کی وفات پر یہ سطریں لکھی جارہی ہیں ان کی انفرادی حیثیت واہمیت بھی کچھ کم نہیں، لیکن ان کی ملی وجماعتی فعالیت وتاثیر کو دیکھتے ہوئے جب ان کی موت کا خیال آتا ہے تو کلیجہ شق ہونے لگتا ہے، وہ خود ایک انجمن ہی نہیں بلکہ انجمن ساز تھے، جماعت کی تاریخ میں انہوں نے جس طرح رنگ آمیزی کی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں جس طرح بڑے بڑے کارنامے انجام دلوائے ان پر سب لوگ آج بھی رشک کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تدبیر سے کبھی خود کو سجانے کی کوشش نہیں کی، لیکن قدرت نے ہر میدان میں ان کو سربلندی سے نوازا، اور انکے قدم قدم کو جماعت کے لئے باعث خیر وبرکت بنایا۔

AsliAhleSunnet.com

جامعہ سلفیہ کی پچیس سالہ تاریخ میں جس طرح اخلاص وللّٰہیت محنت وجانفشانی اور ایثار وقربانی سے انہوں نے اس شجر نورستہ کو سینچا اس کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے وسعت قلب اور دقت نظر کی ضرورت ہے۔ جامعہ کی یہ تاریخ ان کی ذات سے اس طرح وابستہ ہے کہ دونوں کو الگ کرکے صحیح حقیقت کا ادراک نہیں ہوسکتا، انہوں نے ادارہ کو، اور بعد کے دور میں مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کو بھی، اپنا مرکز نگاہ بنالیا تھا، مصروف تجارتی زندگی سے وقت بچابچاکر دونوں اداروں کی خدمت کرتے رہے، اور اس میں اس قدر انہماک دکھایا کہ صحت متاثر ہوگئی، ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دیا اور عمل کے اوقات میں کمی کی سخت تاکید کی، لیکن زندگی میں اس کا موقع نہ مل سکا۔

مدنپورہ بنارس کے جس خانوادہ سے مولانا عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ کا تعلق تھا اس کی ریاست وسیادت، کرم گستری وعلم نوازی اور جاہ وحشمت کا سب کو اعتراف ہے، اس خانوادہ کے بیشتر افراد ملی وجماعتی خدمات کی وجہ سے مقبول خاص وعام ہیں، اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بعد ان ہی کے ایثار وقربانی سے بنارس کی جماعت قلت تعداد کے باوجود ہمیشہ سربلند رہی، اور جامعہ سلفیہ کے قیام کے بعد افراد جماعت کا ربط اس خانوادہ سے اور زیادہ قوی ہوگیا، ہر طرف سے لوگ اپنے مالی وانتظامی مسائل لے کر یہاں پہونچتے تھے اور بیشتر حالات میں مقصد سے ہمکنار واپس جاتے تھے۔ جماعت کا مؤرخ یہاں کے احوال قلمبند کرنے بیٹھے گا تو اسے علم پروری وغرباء نوازی کی بڑی انوکھی مثالیں نظر آئیں گی۔

اس خانوادہ کے عظیم احسانات میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے عزم وہمت سے مرکزی دارالعلوم کی تاسیس کا کام آسان بنادیا، اور یہاں سے اس ادارہ کو ایسا باصلاحیت مخلص ناظم ملا جس نے اپنی دوررسی اور جانفشانی سے ادارہ کو چار چاند لگاکر بہت تھوڑی مدت میں اسے ملک وبیرون ملک میں معتبر بنادیا۔ جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا تو ہمارے جماعتی ادارے ملکی سطح پر دعوت وتدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے اور ان اداروں کے قائدین ومنتظمین کو بیرونی سطح پر کام کا تجربہ نہ تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مخلصین جماعت کی

AsliAhleSunnet.com

کوشش و توجہ سے بہت جلد جامعہ سلفیہ نے بیرونی اسلامی دنیا سے اپنے تعلقات استوار کرلئے، مدارس کی زندگی میں یہ ایک نیا تجربہ تھا، اسے تقویت دینے کے لئے بالغ نظری و معاملہ فہمی کی ضرورت تھی۔ محترم مولانا عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور گوناگوں اوصاف وکمالات سے کام لے کر جامعہ سلفیہ کے بیرونی علمی تعلقات کو مزید استوار بنایا، اور اس طرح ادارہ کے فارغین و متعلقین کے لئے علمی ترقی کے وسیع تر راستے سامنے آئے، متعدد تعلیمی اداروں سے استفادہ کے مواقع حاصل ہوئے اور علمی مذاکرات واجتماعات میں شرکت کا مرحلہ آسان ہوا، ساتھ ہی جامعہ سلفیہ کو بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کرنے کا حوصلہ ملا جس سے جماعتی زندگی میں حرکت وسرگرمی پیدا ہوئی، جامعہ سے جن طلبہ کو بیرون ہند تعلیم کا موقع ملا ان میں سے بیشتر طلبہ نے اپنے اپنے مضامین میں نمایاں کامیابی حاصل کی، اور اسی طرح علمی و تحقیقی کاموں میں قابل قدر پیش رفت ہوئی۔ عرب دنیا میں حالات کی ناہمواری کے باعث طلبہ کے داخلہ میں اس وقت کمی ہوگئی ہے، لیکن جو طلبہ بیرون ملک علمی خدمات میں مشغول ہیں ان سے بہتر توقعات وابستہ ہیں۔

انسان کی ذات میں بہت سے محاسن وکمالات ہوتے ہیں، لیکن ضروری نہیں کہ جملہ محاسن نمایاں طور پر لوگوں کے سامنے آجائیں، حالات کے مطابق آدمی کی شخصیت ابھرتی ہے اور اس کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں۔ ملی وجماعتی زندگی میں داخل ہونے کے بعد مولانا عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ کے جو محاسن ابھر کر سامنے آئے ان کی فہرست طویل ہے، جامعہ کی تاریخ اور مرحوم کے سوانح مرتب کرنے والے حضرات ان خوبیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے، اور ان سے متعلق واقعات وحقائق کو شرح وبسط سے پیش کریں گے، اور اپنے اپنے نقطۂ نظر اور تجربہ کے مطابق ان خوبیوں کے مابین ترتیب قائم کریں گے، لیکن مرحوم کے جو محاسن ان سے ملنے اور ان کو سننے والے ہر شخص کو نمایاں طور پر متاثر کرتے تھے ان میں ان کا تدین، تقویٰ شعاری، سنتِ رسول ﷺ پر فدائیت، صبر وتحمل، مردم شناسی و بالغ نظری، وقار ووضعداری، خوش خلقی وملنساری اور انتھک جدوجہد نمایاں ہیں، کبھی کبھی ان کی زندگی میں ان محاسن کی ایسی جلوہ گری ہوتی تھی کہ متعلق شخص

AsliAhleSunnet.com

ششدر رہ جاتا تھا۔ تجارت کی دنیا سے باہر ان کا زیادہ تر سابقہ علماء و طلبہ سے رہتا تھا، وہ سب کی سنتے اور مہیتے تھے، کبھی کسی کی دل شکنی نہیں کی، اور نہ ایسی صورت پیدا ہونے دی جس سے ان لوگوں میں سے کسی کو شرمساری ہو۔

جامعہ سلفیہ کے قیام سے پہلے مرحوم نے جامعہ رحمانیہ کی اپنی نظامت کے دور سے متعلق بعض واقعات ایک استفسار پر بیان کئے، ان کو سن کر اندازہ ہوا کہ علماء کی قدر و منزلت ان کے نزدیک کتنی تھی۔ مردم شناسی کا یہ حال تھا کہ آدمی کو پہلی نظر میں پوری طرح پڑھ لیتے تھے، لیکن تاثرات کے اظہار میں بے حد محتاط تھے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو، اس سے بعض لوگ یہ سمجھ لیتے تھے کہ حقیقت ان سے مخفی رہ گئی۔

بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ دو دو ماہنامے ان کی ماتحتی میں شائع ہوتے تھے لیکن کبھی اپنی کارگذاری کو نمایاں کرنے کے لئے کنایۃً بھی کوئی فرمائش نہ کی اور اگر کہیں کسی کارگذاری کے ضمن میں ان کا نام آگیا تو اس پر مسرت کے بجائے تکدر کا اظہار کیا، خاموشی کے ساتھ دین و علم کی خدمت ان کے اصول میں داخل تھی۔

راقم سطور نے ان کی ماتحتی میں کام کرتے ہوئے بیس سال سے زائد کا عرصہ گذارا، اس مدت میں ان کی زندگی کے بہت سے پہلو نمایاں ہوئے، جماعتی میدان میں ان سے متعلق دوسرے بہت سے لوگوں کو بھی دیکھنے کا اور پڑھنے کا موقع ملا، ان سب سے متعلق اپنے تاثرات کسی دوسری فرصت میں پیش کروں گا، فی الحال محدث کی کاپی پریس جانے کیلئے تیار ہے، اور عجلت میں یہ سطریں تحریر کر رہا ہوں، مفصل سوانحی خاکہ انشاءاللہ کسی دوسری اشاعت میں پیش کروں گا۔

جامعہ سلفیہ وجمعیۃ اہل حدیث کے سربراہ کی حیثیت سے مرحوم کے تعلقات کا دائرہ بے حد وسیع تھا، باہم ایسے صورت پیش آسکتی ہے جس سے کسی طرح کا تکدر پیدا ہوا ہو، لیکن مرحوم اب اس دنیا میں نہیں رہے، تجربہ سے ثابت ہے کہ ان کا اختلاف بھی مثبت و مفید پہلو رکھتا تھا، جماعت پر چونکہ ان کا حق بہت بڑا ہے اسلئے میری گذارش

AsliAhleSunnet.com

ہے کہ ہم مرحوم کے لئے اسلامی تعلیم کے مطابق دعائے خیر کریں، اور ان کے مخلص و صحیح جانشین کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کریں۔

مرحوم کی موت اسپتال میں تقریباً ایک ماہ زیر علاج رہنے کے بعد ہوئی، پھر بھی اچانک حادثہ تھی، حالات کی ناہمواری کے باعث جملہ متعلقین ومتعارفین کو بروقت خبر نہ دی جاسکی، جس کا ہمیں بے حد افسوس ہے، اور ساتھ ہی ہم ان تمام حضرات کے تہہ دل سے شکر گذار ہیں جنہوں نے خبر سن کر جنازہ میں شرکت کی یا تعزیت و ہمدردی کے کلمات ارسال کئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلامتی و عافیت سے نوازے، مرحوم کو جنت الفردوس اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے،

وصلی اللہ علی رسولہ الکریم، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(شریکِ غم: مقتدیٰ حسن ازہری)

قارئین محدث کی خدمت میں

ماہنامہ محدث ہر ماہ پابندی سے آپ کے نام ارسال کیا جاتا ہے اس لیے آپ سے مودبانہ گزارش ہے کہ پرچہ تاخیر سے پہنچنے یا نہ پہنچنے کے سلسلہ میں اولین فرصت میں ادارہ سے رجوع کریں۔

اگر آپ کے ذمہ ماہنامہ خریداری کی رقم باقی ہے تو براہِ کرم پہلی فرصت میں بھیجنے کی زحمت فرمائیں۔

(ادارہ)

AsliAhleSunnet.com

محمد سلیم ندوی نیپالی
جوزی، بیم کی، نیپال

حضرت مولانا عبدالوحید سلفی مرحوم

کی

شخصیت، خدمات اور کارنامے

آفتاب عالمتاب آسمان پر ہر روز ایک نئے زاویے پر طلوع ہوتا اور غروب ہوتا نظر آتا ہے، چاند سورج کی غیر حاضری میں رات کی تاریکی کو منور کرتا ہوا راہی منزل کے راستہ کا پتہ دیتا ہے، اور شب تاریک میں ٹمٹماتے ہوئے ان گنت قمقمے رات کو حسین بناتے ہوئے بھٹکے ہوئے مسافروں کے لئے مٹتے ہوئے نقوش کا پتہ دیتے ہیں، ٹھیک اسی طرح آئے دن انسانی زندگی بھی ایک نیا موڑ لیتی ہوئی، اور کروٹیں بدلتی ہوئی عالم عقبیٰ کی طرف رواں دواں ہے، اس عالم ہاؤ ہو میں انسان حیات مستعار لے کر اپنی زندگی کی کتاب کے صفحات کو پلٹتا ہوا روپوش ہو جاتا ہے، اور اس منزل کو موت عالم عقبیٰ سے ملا دیتی ہے۔

گذشتہ چند سالوں کے دوران جماعت اہل حدیث کو اپنی کئی بھی خواہ خدمت حدیث اور اشاعت حدیث کی شخصیت سے محروم ہونا پڑا، اور آئے دن اس کے نامور فرزند پیوند خاک ہوتے چلے جا رہے ہیں، جہاں انفرادی طور پر علم و عمل، ریسرچ و تحقیق اور حکمت و دانش کی بے شمار شخصیتیں داغ مفارقت دے گئیں، وہیں منبر و محراب کے امام و خطیب، حق و باطل کے لئے بے نیام شمشیر براں کے اٹھ جانے نے جماعت اہل حدیث کی قیادت میں زبردست خلا پیدا ہو گیا۔

۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو لاہور میں دنیائے اسلام کا ایک عظیم ہیرو، اور پاکستان کی جمعیت اہل حدیث کا قائد، نڈر اور بے باک سپاہی "علامہ احسان الٰہی ظہیر" اور ان کے چند رفقاء شہید کر دیئے گئے، علامۃ العصر، ادیب دوراں ڈاکٹر محمد تقی الدین ہلالی ۲۷ شوال ۱۴۰۷ھ کو الدار البیضاء میں سدھار گئے، فقیہ دوراں محدث کبیر حافظ محمد گوندلوی پاکستان، رابطہ سلفیان عالم حافظ فتح محمد مکہ مکرمہ، داعی حق میجر محمد اسلم امریکہ، مناظر اسلام مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی، بیہقی دوراں

AsliAhleSunnet.com

علامہ محمد حنیف ندوی، محدث عصر محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، ایسے صاحب فکر و بصیرت، جری و بہادر، مفکر و دانشمند، متبحر و فعال، صاحب صدق و صفا اور متقی و پرہیزگار ہمارے یہاں انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔

ساتھ ہی ۹ ر اکتوبر ۱۹۸۸ء کی شب میں مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کا ایک متحرک و فعال ناظم اعلیٰ مولانا محمود احمد میرپوری ایک حادثہ میں ہم سے جدا ہو گئے، ۱۹۸۹ء کے آغاز میں ہندوستان کی جمعیت اہل حدیث کے نامور خطیب شعلہ بیاں مقرر اور شیریں کلام " ڈاکٹر عبدالسلام اسلم کانپوری " اور جناب مولانا حافظ عبدالواجد صاحب شیخ الحدیث جامعہ دارالسلام عمرآباد ہم سے رخصت ہو گئے، صوبائی جمعیۃ مشرقی یوپی کے امیر اور مدرسہ شمس العلوم کے ناظم مولانا عبدالمبین منظر ۲۷ ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کو کوچ کر گئے، ان تمام بزرگوں کی داغ مفارقت حواس پر مسلط ہی تھے کہ ۲۵ ر نومبر ۱۹۸۹ء بروز شنبہ مغرب کی نماز کے بعد مطابق ۲۶ ر ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ کو نشاۃ ثالثہ کا سالار قافلہ مولانا عبدالوحید سلفی و ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس کی رحلت نے غموں کی چادر کو اور بھی دبیز بنا دیا۔

ان کی وفات سے جماعت اہل حدیث ایک مدبر قائد اور ملت اسلامیہ ایک مخلص اور ممتاز رہنما سے محروم ہو گئی۔ ان کی زندگی بچپن سے لے کر وفات تک صالحیت و بزرگیت اور صلاحیت و کارکردگی کے اعتبار سے قابل رشک رہی، ان کے غم میں ہر آنکھیں اشکبار ہو گئیں، اپنے ہوں یا غیر سبھی انھیں خراج تحسین پیش کر رہے تھے، اور انتقال کے بعد ان کی بے لوث خدمات اور غیر معمولی کارنامے کو قابل رشک شمار کر رہے تھے۔

ان کی شخصیت پر بعض اہم شخصیات کے تعزیتی پیغامات

- محترم بھائی عبدالوحید کی وفات کا صدمہ جماعت و ملت کے ہر فرد کو ہے، میں ان کے بہت قریب تھا، ان کے اخلاق ومحبت کی یاد ہمیشہ آتی رہے گی۔ / ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی سابق صدر
- مولانا سلفی جماعت اہل حدیث کے بہت بڑے ستون تھے۔ / پروفیسر ساجد میر، ناظم اعلیٰ جمعیۃ اہل حدیث پاکستان
- امیر جمعیۃ کی خدمات کو ہم خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ / رانا شفیق پسروری، صدر اہلحدیث یوتھ فورس۔
- امیر جمعیۃ اہل حدیث ہند کی خبر سن کر ہم بیحد مغموم محزون ہیں۔ / عبدالہادی برمنگھم، ناظم اعلیٰ جمعیۃ اہل حدیث بریطانیہ
- امیر محترم کی بابصیرت قیادت اور سربراہی نے جماعت کی تاریخ میں بلند مقام حاصل کیا۔

عبداللہ مدنی، جھنڈانگری، سکریٹری (صفا)

AsliAhleSunnet.com

- مولانا کی بارعب شخصیت سے "نصرت بالرعب" کی صفت کا اظہار ہوتا تھا۔ / عبدالخالق سلفی، ناظم اعلیٰ جمعیۃ اہل حدیث نیپال
- جماعتی غیرت وحمیت ان کی قابل قدر اور امتیازی شان تھی۔ / ابنائے جامعہ سلفیہ، متحدہ عرب امارات
- امیر جمعیۃ اہل حدیث ہند کی وفات عالمی سلفی برادری کے لئے ایک عظیم نقصان ہے۔ / عبدالمالک مجاہد، ریاض

جامعہ سلفیہ کی تاسیس سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک ان کی نظامت کے دوران موصوف کی خدمت کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، مگر ساتھ ہی دینی، تعلیمی، ملی اور سماجی خدمات میں ان کے اثرات بھی معمولی نہ تھے، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی دس سالہ دور صدارت وامارت کے درمیان موصوف جماعت کے ہمہ صفت اداروں کے مربی ومحسن اور سرپرست رہے، پیش آمدہ مہمات مسائل کے حل میں موصوف کے تدبر وتفکر کا بہت بڑا دخل رہا ہے۔

جس ذات گرامی پر یہ سطریں لکھی جارہی ہیں، ان کی انفرادی اہمیت وحیثیت بھی غیر معمولی نہیں تھی، ساتھ ہی جب ہم ملی تاثیر اور جماعتی کارکردگی پر نظر دوڑاتے ہیں تو دل دہل جاتے ہیں، اور حواس باختہ ہوجاتے ہیں، موصوف کی شخصیت ایک انجمن ہی نہیں، بلکہ انجمن ساز تھی، جماعت کی تاریخ میں جس محنت ومشقت اور خوش اسلوبی سے رنگ آمیزی کی، ساتھ ہی دست قدرت نے ان کے ہاتھوں سے وہ بڑے بڑے امور سرانجام دلوائے کہ لوگ آج بھی رشک کناں ہیں، موصوف نے اپنی حسن تدبیر سے کبھی بھی خود کو بڑا سمجھنے اور سجانے کی کوشش نہیں کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں ان کی سربلندی کی، اور ان کی پیش قدمی کو جماعت کے لئے باعث خیر وبرکت بنایا۔

پیدائش: حضرت مولانا عبدالوحید سلفی بن عبدالحق مرحوم کی پیدائش مدنپورہ بنارس میں ۱۴ رجمادی الآخر ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۳ رجنوری ۱۹۲۴ء کو ہوئی، مرحوم اپنے چار (عبدالعلیم مرحوم، عبدالعظیم، عبدالرشید، عبدالقدیر) بھائیوں سے چھوٹے اور اپنے پانچ (حافظ عبدالبصیر، عبدالکبیر، محمد شعیب، محمد صالح اور محمد سلیم) بھائیوں سے بڑے تھے، اور پانچ بہنوں کے درمیان بھی موصوف ممتاز اور قابلِ تعظیم تھے۔

تعلیم: بنارس میں ابتدائی تعلیم پانے کے بعد موصوف اپنے محترم دادا جناب عبدالرحمٰن صاحب سے منسوب جامعہ رحمانیہ بنارس سے منسلک ہوگئے اور آپ نے جامعہ کے آخری درجہ تک تعلیم حاصل کی، آپ کے خاص اساتذۂ کرام میں مولانا منیر خان صاحب اور مولانا عبدالغفار حسن صاحب رحمانی حفظہ اللہ سابق استاذ حدیث اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ تھے۔ جامعہ رحمانیہ کی تعلیم کے علاوہ موصوف نے مقامی کالج سے انٹر کیا اور حالات حاضرہ کے مطابق عصری علوم اور انگریزی زبان وتحریر میں مہارت حاصل کی وقت کے مشہور اساتذہ کرام کی تعلیم وتربیت خاندانی شرافت ونجابت اور نیک والدین کی دیکھ ریکھ کا نتیجہ تھا کہ موصوف بچپن سے بہت ہی نیک صالح اور بردبار تھے، موصوف مدنپورہ بنارس کے ایک تجارت پیشہ، سلفی عقیدہ، انتہائی دیندار اور مسلکی غیرت وحمیت سے سرشار گھرانے کے چشم وچراغ تھے، اور اسی ماحول میں آپ کی تعلیم وتربیت ہوئی، نیک والدین کی تربیت، خاندانی شرافت ونجابت، اعلیٰ اخلاق

AsliAhleSunnet.com

کردار کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی :-

جس خانوادہ سے مولانا کا تعلق تھا، اس کی امیری و سرداری، سخاوت و کرم فرمائی، غربا نوازی و علم پروری اور جاہ و حشمت کا سب کو اعتراف تھا، اس خاندان کے زیادہ تر افراد دینی و جماعتی خدمتوں کی وجہ سے عوام و خواص میں مقبول رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور دست قدرت کی معیت کے بعد انہی خاندان کے ایثار و قربانی سے بنارس کی تھوڑی تعداد کے باوجود سربلندی رہی، اور جامعہ سلفیہ کی تاسیس و قیام کے بعد اس خانوادہ سے افراد جماعت کا ربط و ضبط اور بڑھ گیا، چہار طرف سے لوگ اپنے مسائل مالی و انتظامی لے کر یہاں پہونچتے اور اکثر و بیشتر افراد اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر خوش و خرم واپس جاتے، ایسے خاندان میں جہاں دولت و ثروت اور مال و جائداد کی فراوانی ہوتی ہے، ساتھ ہی کوئی روک ٹوک کرنے والا بھی نہیں ہوتا ہے، ایسے حالات میں اکثر و بیشتر لڑکے بگڑ جاتے ہیں، مگر مولانا موصوف اپنی عاجزی و انکساری اور نرم خوئی کے ذریعہ سدا بہار شخصیت بنے رہے، مزاج حد درجہ شگفتہ، چہرہ پر مسکراہٹ، اور خاندانی شرافت و نجابت، گویا موصوف کی امتیازی شان تھے۔

موصوف ابتدا ہی سے مقامی طور پر دینی، جماعتی اور تبلیغی و ملی کاموں میں حصہ لینے لگے، اور رفاہی کاموں میں ہاتھ بٹانے میں پیش پیش رہنے لگے۔

خدمات : جامعہ رحمانیہ میں تعلیم مکمل کرنے اور عصری علوم حاصل کرنے کے بعد مولانا موصوف نے اپنا آبائی پیشہ تجارت کو اختیار کیا، اور اس میدان میں کارکردگی اور خوش معاملگی کی وجہ سے خوب زیادہ ترقی کئے، بنارس جو تجارۃً ساڑیوں کی منڈی ہے، دقت امور میں ان کے خاندان کی فرموں کو ایک امتیازی خصوصیت حاصل رہی ہے، یہ حضرات بنارس کے نامی گرامی اور مشہور تاجروں کی فہرست میں شمار کئے جاتے تھے۔

اس خاندان کے عظیم احسانات میں سے ایک خدمت یہ بھی ہے، کہ اس نے اپنی بلند ہمتی، پرعزم حوصلہ اور دوراندیشی سے مرکزی دار العلوم کی تاسیس کا کام سہل کر دیا، اور نہیں سے اس عظیم ادارہ کو وہ باصلاحیت، مخلص کارکن اور خادم ملا کہ جس نے اپنی جانفشانی اور دوراندیشی سے ادارہ کو چار چاند لگا کر بہت ہی قلیل عرصے میں ملک کے علاوہ بیرون ملک میں شہرت دیا، جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا تو جماعتی ادارے ملکی سطح پر درس و تدریس کی خدمات انجام دے رہے تھے، اور ان اداروں کے قائدین و منتظمین کو بیرونی سطح پر کام کے سرانجام دینے کا تجربہ نہ تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مخلصین جماعت کی جدوجہد اور توجہ سے بہت جلد جامعہ سلفیہ نے بیرونی اسلامی دنیا سے روابط استوار کر لیا، اور اس کی زندگی میں یہ ایک نیا تجربہ تھا، ایسے

AsliAhleSunnet.com

تقویت دینے کے لئے دور اندیشی، معاملہ فہمی اور بالغ نظری کی شدید ضرورت تھی، مولانا موصوف نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور گوناگوں اوصاف وکمالات کو کام میں لاکر جامعہ سلفیہ کی بیرونی علمی تعلقات کو مزید استوار کیا، اور اس طرح فارغین طلبہ اور متعلقین کے لئے علمی ترقی کے وسیع راستے سامنے لائے، متعدد تعلیمی اداروں سے استفادہ کے مواقع اور علمی مذاکرات واجتماعات میں شرکت کے مراحل کو آسان بنادیا، اسی کے ساتھ جامعہ کو متعدد کانفرنسیں منعقد کرنے کا حوصلہ ملا۔

ملک کے بٹ جانے کے بعد جماعت کو ایک اہل حدیث یونیورسٹی کی اشد ضرورت محسوس ہوئی۔ ۱۸ رنومبر ۱۹۶۱ء میں جماعت اہل حدیث نے اجلاس عام آل انڈیا اہل حدیث کانفرس کے بعد مرکزی دار العلوم کے قیام کا فیصلہ کیا، جس کی تاسیس وقیام کے لئے شہر بنارس منتخب ہوا، جماعت کی امید اور ادارہ کی نظامت کا انتخاب آیا تو قرعۂ فال رجب ۱۳۸۳ھ میں مولانا عبدالوحید سلفی کا نام نکلا، محدث ہند فخر جماعت شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری حفظ اللہ کی امامت اور مولانا موصوف کی نظامت، دونوں شخصیتوں کی حسن تدبیر اور خوش انتظامی نے اس ادارہ کو وہ اعلیٰ مقام بخشا کہ کسی بھی فرد سے اس کی حقیقت وحیثیت مخفی وپوشیدہ نہیں رہی۔

انسان کی ذات میں بہت سے محاسن وکمالات رہتے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جملہ محاسن نمایاں طور پر لوگوں کے سامنے ظاہر ہوجائیں، حالات کے مطابق آدمی کی شخصیت ابھرتی ہے اور اس کے جوہر وخوبی نمایاں ہوتے ہیں۔

جامعہ سلفیہ کے میدان سے موصوف نے پوری جماعت کی نمائندگی کی، اور اس کا پورا پورا حق ادا کیا، ملی وجماعتی زندگی میں داخل ہونے کے بعد مولانا عبدالوحید سلفی کے محاسن ان سے ملنے اور ان سے سننے والے ہر شخص کو نمایاں طور پر متاثر کرتے تھے، ان میں ان کا تدین، تقویٰ شعاری، سنت رسول پر فدائیت، صبر وتحمل، مردم شناسی اور بالغ نظری، وقار ووضع داری، خوش خلقی وملنساری اور انتھک جدوجہد نمایاں نظر آتے ہیں، کبھی کبھی ان کی زندگی میں ان خدمات کی ایسی جلوہ گری معلوم ہوتی تھی کہ متعلق شخص دیکھ کر ششدر رہ جاتا تھا۔

مولانا کو تنظیمی امور اور جماعتی تنظیم سے گہری دلچسپی رہی، موصوف کا شمار ریاست کے ممتاز ذمہ داران جمعیت میں سے ہوتا تھا، اپنی حسن تدبیر، جماعتی وابستگی اور خدمات کے پیش نظر علامہ عبدالوہاب آروی کے دو صدارت میں ۱۵ رنومبر ۱۹۶۴ء کو مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کے رکن نامزد ہوئے، اس کے پیشتر آپ خصوصی مدعوئین کی حیثیت سے مجالس میں شریک ہوتے رہے، اور مجلس عاملہ میں آپ کی رائے اور مشورہ کو بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اس درمیان میں موصوف مرکزی جمعیۃ کی دستور ساز کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔

AsliAhleSunnet.com

اجلاس شوریٰ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند ۱۹۷۲ء میں جب نمونۂ سلف حضرت مولانا سید عبد الحفیظ سلفی حفظہ اللہ مرکزی جمعیۃ کے صدر منتخب ہوئے تو مولانا موصوف کو نائب صدر کی حیثیت سے منتخب کیا گیا، اجلاس شوریٰ منعقدہ یکم و دو دسمبر ۱۹۷۹ء میں محترم ڈاکٹر صاحب کے استعفیٰ کے بعد مرکزی جمعیۃ کی ایڈھاک کمیٹی نے آپ کو صدر منتخب کیا، اور اجلاس شوریٰ منعقدہ ۱۹۸۰ء میں ۲۷ اپریل کو دہلی میں آپ مرکزی جمعیت کے صدر منتخب ہوئے اور اجلاس شوریٰ منعقدہ ۱۱ مئی ۱۹۸۵ء کو بنگلور میں موصوف کو دوبارہ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کا متفقہ طور پر امیر منتخب کیا گیا۔

موصوف کی ہی ذات غیر متنازعہ تھی، جس پر پوری جماعت متفق تھی، موصوف نے اپنی انتہائی مصالحانہ انداز میں پوری جماعت پر اپنا کنٹرول رکھا، اور پوری جماعت نے موصوف کا ساتھ دیا، انہوں نے مختلف صوبوں کے دورے کئے، اور جمعیۃ کو ایک متحرک اور فعال تنظیم بنانے میں اہم کردار ادا کیا، موصوف ہمہ گیر اوصاف و کمالات کے مالک تھے، زہد و تقویٰ، شرافت و پاکیزگی، حکمت و دانائی، حلم و تدبر اور تواضع و انکساری میں وہ فقید المثال تھے، اور صبر و ضبط، تحمل و بردباری اور ثبات و استقامت میں وہ مستحکم چٹان تھے، کہ اس دور حاضر میں ان کی مثال بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فکر ارجمند کے ساتھ درد مند دل بھی عطا کیا تھا۔ آپ نازک و اہم حالات کو حکیمانہ طرز پر سلجھانے کا ملکہ رکھتے تھے، ۱۹۸۰ء میں جب ایک مسئلہ کی بنیاد پر طلبہ میں ایک ہیجان برپا ہوا تو اس وقت آپ نے انہیں دور اندیشی اور مومنانہ بصیرت سے راضی کیا، اور چشم نم کے ساتھ انہیں نصیحتوں سے نواز کر راضی برضا کیا۔ اس طرح نہایت خوش اسلوبی سے جامعہ کو ایک بڑے بحران سے نکال کر عرب مدارس کے منتظمین اور علم دین حاصل کرنے والے طلباء کے لئے ایک نادر اور اعلیٰ مثال قائم کر دیا، یہی اسباب تھے کہ طلباء اور اساتذۂ کرام جملہ وابستگان اور لواحقین و متعلقین کے دلوں میں آپ کی عزت و احترام دو بالا ہو گئی تھی۔

آپ ثروت و وجاہت، فکر و تدبر، دور اندیشی اور معاملہ فہمی میں ممتاز تھے، شرافت و نجابت، اخلاص و متانت، تقویٰ و پرہیزگاری، شفقت و محبت اور عنایت و رواداری میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے، جامعہ سلفیہ کی تاسیس سے لے کر تقریباً (۲۵ برس) ربع صدی تک مخلصانہ جد و جہد سے آپ نے علمی و تعلیمی دنیا میں شہرت دوام بخشا، آپ نے جامعہ کو عظمت و رفعت کے مقام پر پہونچانے میں اور مدارس کے مقابلہ میں اپنی پوری توانائی صرف کر دی۔

آپ دینی و دنیاوی دونوں نعمتوں سے مالا مال تھے، تجارت کی مشغولیت کے ساتھ ساتھ دینی خدمات کی انجام دہی ہر کس و ناکس کی بات نہیں، یہ شرف و بزرگی انہیں خاصان خدا کے ہاتھوں وجود پذیر ہوتی ہیں، جن کے دل و جگر مذہب و ملت کے درد و غم سے آشنا ہوتے ہیں، اور جو دنیا کی محبت و لالچ سے اور اس کی آلائشوں سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

کارنامے : روشن اور بارعب چہرہ، عقل و دانش کا پتلا، صبر و تحمل کا پیکر، استقلال و اخلاص کا مجموعہ، حسن انتظام کا ماہر، انسانیت کا درد مند دل اور ان سب سے بڑھ کر سلفیت کا شیدائی، قافلہ کتاب و سنت کا سپہ سالار،

مرحوم اپنے حسن تدبیر اور جذبۂ اخلاص و عمل سے مادر علمی جامعہ سلفیہ کو بام عروج پر پہونچایا، جامعہ کو عالمی شہرت حاصل کرنے میں آپ کی کاوشوں اور قربانیوں کا بڑا دخل ہے۔

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی نشاۃ ثالثہ میں ان کی جدوجہد کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، آپ کی ذات سے جمعیت نے تاریک حجروں اور زاویۂ خمول سے نکل کر دار الحکومت قلب دہلی میں اہل حدیث منزل کی شکل میں اپنا مستقر بنایا، اور برصغیر ہند و پاک سے نکلتے ہوئے عالمی سلفی قافلہ سے اپنا رشتہ استوار کر لیا، بے شک جمعیت و جماعت کی انگڑائی، نئی لگن، نئے حوصلے، اور نئے سفر میں آپ کی فکر و عمل کا بڑا دخل ہے، دس سال مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر بھی رہے، موصوف نے اپنے اس دس سالہ دور صدارت و امارت میں جماعتی اختلافات اور تنظیمی انتشار کے مٹانے میں مخلصانہ کردار ادا کیا، اور اسے پوری طرح منظم اور فعال بنانے میں اپنی خدا داد صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا۔

جماعتی و تنظیمی اور تعلیمی اداروں کی رکنیت و سرپرستی کے علاوہ موصوف متعدد دعوتی، تعلیمی، ملی، سماجی اور رفاہی اسلامی اسلامی اداروں سے بھی منسلک رہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کے تاسیسی اجلاس میں موصوف نے جامعہ سلفیہ کی نمائندگی کی، یوپی حج کمیٹی اور آل انڈیا مومن کانفرنس کے بھی موصوف رکن رکین رہے۔

موصوف نے سفر حج کے علاوہ جامعہ سلفیہ اور جماعتی تعارف کے سلسلہ میں سعودی عرب، قطر، متحدہ عرب امارات اور کویت کے غیر ملکی سفر بھی کئے، وہ صرف مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلیٰ اور جماعت اہل حدیث کے قائد ہی نہ تھے، بلکہ وہ دیگر ملی اور سماجی تنظیموں سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، بعض کے ارکان بھی تھے، اور ان کے مشوروں کو خاص اہمیت بھی حاصل رہتی تھی۔

عرصۂ دراز سے موصوف کے گھٹنے میں درد رہتا جو ایک مستقل مرض تھا، مگر اس کے باوجود موصوف اپنی تمام ذمہ داریوں کو نبھاتے اور سفر بھی کرتے رہے۔

اندرون ملک متعدد اہم جماعتی، دعوتی اور تبلیغی کانفرنسوں کے علاوہ موصوف علیہ الرحمہ نے رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام پہلی عالمی پیغام مساجد کانفرنس مکہ ۱۹۷۵ء جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے زیر اشراف • المؤتمر العالمی الاول لتوجیہ الدعوۃ واعداد الدعاۃ • فروری ۱۹۷۷ء، اور شاہ عبد العزیز یونیورسٹی جدہ کے زیر اہتمام منعقدہ " المؤتمر العالمی الاول للتعلیم

AsliAhleSunnet.com

الاسلامی ۱۹۷۷ء میں شرکت کی ۔

جامعہ سلفیہ کی ۲۵ سالہ جس طرح اخلاص وللہیت، محنت وجانفشانی اور ایثار وقربانی سے انہوں نے اس شجر نورستہ کو سینچا، اس کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے موقت نظر کی اشد ضرورت ہے، جامعہ کی یہ تاریخ ان کی ذات سے اس طرح وابستہ ہے کہ دونوں کو الگ کرکے صحیح حقیقت کا ادراک نہیں کیا جاسکتا، موصوف نے ادارہ کو اور بعد کے دور میں مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کو بھی اپنا محور اور مرکز نگاہ بنالیا، تجارتی زندگی کی مصروفیت کے باوجود وقت بچا بچا کر دونوں اداروں کی خدمت کرتے رہے اور اس خدمت میں اس قدر منہمک ہوئے کہ آپ کی صحت متاثر ہوگئی، ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد آرام کرنے کا مشورہ تفویض کیا، اور عمل کے اوقات کو کم کرنے کی سخت تاکید کی، لیکن زندگی میں اس کا موقع نہ مل سکا۔

موصوف کے دور صدارت کا سب سے اہم کارنامہ اہل حدیث منزل کی خرید ہے، جس کا پورا سہرا موصوف کی ذات اور ان کے دست راست حضرات پر جاتا ہے۔

یکم اگست ۱۹۸۷ء کو حجاج کے قالب میں ایرانیوں نے حرمین کی عزت وعصمت کو تار تار کرنا چاہا، اور اس کی تقدیس پر کیچڑ اچھالنا چاہا، اس افراتفری میں کتنے (حجاج کرام) اپنی جانیں بچانے کو راستہ ڈھونڈنے لگے جس کی بدولت کتنے حجاج کرام بیت اللہ اور حدود حرم میں شہید ہوگئے، مولانا موصوف نے شاہ فہد عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ سے اس کی حقیقت جاننی چاہی تو شاہ فہد نے موصوف کو ٹیلی گرام کے ذریعہ حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے عالم اسلام اور خصوصیت کے ساتھ حرمین شریفین کی حرمت وعزت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والوں کو حقیقت سے باخبر کیا، موصوف ملک کے دانشور اور چیدہ علمائے کرام کو مدعو کئے، تاکہ یہ علمائے کرام حرمین شریفین کی تقدیس کو مسلمانان ہند کے سامنے ظاہر کریں، اور اس میں تخریب کاری کرنے والوں کو شریعت کے کٹہرے میں لاکھڑا کریں تاکہ دنیا جان لے کہ حجاج کے قالب میں ملبوس ایرانی شرپسند کیا گل کھلانے کا ارادہ رکھتے ہیں، ۲۹ نومبر ۱۹۸۷ء کو "حرمت حرمین شریفین کنونشن" ہونے والی کنونشن میں موصوف نے اپنی صدارت کی حیثیت سے حکومت سعودی پر عدم تحفظ کی لگائی گئی بے بنیاد الزام، اور ایرانیوں کی پھیلائی شورش اور اس کے شکار ہونے والوں اور بے خبر انسانوں کو ان الفاظ میں تنبیہ کی۔

دوران تقریر میں: "میں یہ بھی واضح کردینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ حرمین شریفین کو بین الاقوامی کنٹرول میں دینے کی بات کرتے ہیں، وہ انتہائی ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دے رہے ہیں، ان کے ذہن میں یا تو خود کوئی فتنہ پرورش پارہا ہے، یا وہ سادگی میں کسی فتنہ کا شکار ہیں، کون نہیں جانتا ہے کہ دنیا کی مسلم اقلیتیں بالعموم اپنے اپنے ملکوں میں

AsliAhleSunnet.com

دوسرے درجہ کی شہری بن چکی ہیں، یا غلامی اور غلامی سے بھی بدتر حالات سے دوچار ہیں، پھر نمائندگی کے لئے ان کی باہمی کشمکش ان پر مستزاد، باقی رہے آزاد اسلامی ممالک تو صرف یہی نہیں کہ آپس میں ایک دوسرے سے دست وگریباں ہیں بلکہ بیشتر ممالک اندرونی طور پر بھی مختلف سیاسی پارٹیوں کی اتنی شدید رقابتوں اور کشمکش کا شکار ہیں کہ آئے دن قتل وخونریزی کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، پھر ان ممالک میں کہیں بھی اسلامی نظامِ حکومت رائج نہیں ہیں، بلکہ بہت سی حکومتیں تو کھلم کھلا اسلامی نظامِ حکومت کی دشمن ہیں، اس لئے ہر ہوشمند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اگر ایسے لوگوں کو حرمین کی پاسبانی کا کام سونپ دیا گیا، تو یہاں اسلامی نظام کا باقی بچ جانا تو دور کی بات رہی، امن وامان بھی قائم نہ رہ سکے گا، بلکہ یہ دیار مقدس مسلمانوں کی باہمی کشمکش اور کشت وخون کا اکھاڑہ اور اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں کی آماجگاہ بن کر رہ جائیگا

اس لئے میں صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ سعودی حکومت جسے اللہ نے پاسبانیِ حرم کا اعزاز بخشا ہے، تنہا بلا شرکتِ غیرے وہی حجاز مقدس کے نظام حکومت کی نگرانی وانصرام کی حقدار ہے، اور فریضۂ حج کی ادائیگی کا انتظام بھی اسی کے اختصاصات میں سے ہے، ہم اس میں کسی بھی دوسری طاقت اور دوسرے نظام کی دراندازی اور شمولیت کو قطعی غلط اور اس خطۂ پاک کے تقدس کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں۔ (اقتباس)

موصوف کے دورِ امارت کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ "عالمی مقابلہ قرأت" میں جب امام حرم تشریف لائے تھے تو جمعیت اہل حدیث میں بھی تشریف فرما ہوئے، جمعیۃ اہل حدیث منزل میں امام وخطیب مسجد حرام بمکہ مکرمہ "محمد بن عبداللہ السبیل حفظہ اللہ" کا خطاب۔

دوران خطاب: "یہی وہ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند ہے جس کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، جس کے موجودہ امیر حضرت مولانا عبدالوحید سلفی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، وہ اور ان کے آباء واجداد کبھی بھی سلفی دعوت ومنہج کی آبیاری کے لئے کسی سے پیچھے نہیں رہے، اور آج بھی یہ لوگ اہم کردار ادا کر رہے ہیں، ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اہل حدیث مدارس کا تعلیمی جال، قریہ قریہ دعوتی اور تبلیغی سرگرمیاں، وعظ وارشاد، تعلیم وتربیت کی مجالس، دہلی، بنارس، مئو، بمبئی، مالیگاؤں مدراس اور کیرالا میں اس جماعت کے تعلیمی وتصنیفی ادارے اور جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم بنارس) کی تاسیس اور قیام جمعیۃ اہل حدیث کی مسلسل اور کارکردگی کا نتیجہ ہیں۔" (یکم نومبر ۱۹۸۸ء)

اور مہمان محترم کے ہاتھوں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ لائبریری اور شیر پنجاب علامہ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری میٹنگ ہال کا افتتاح۔ یکم نومبر ۱۹۸۸ء۔

AsliAhleSunnet.com

یکم و دو اکتوبر ۱۹۸۸ء کے اجلاس میں صبح ۹ ½ تا شب ۹ ½ کے دوران مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے فیصلے دفعہ ۷ کے تحت اہل حدیث ریلیف فنڈ اور ویلفیر فنڈ جس کے ذریعہ یتیموں اور بیواؤں کی مدد ہو سکے، اور ساتھ ہی دفعہ ۸ کے تحت پندرہ روزہ ترجمان کو ہفت روزہ بنانے اور دفعہ ۱۰ کے تحت ایک ہندی ماہنامہ کا اجراء، یہ سب اہم کارنامے آپ کے دور امارت کے فیصلے ہیں۔

تقسیم ملک کے بعد اس صدی کے پانچویں دھے کے شروع میں قائد جماعت حضرت علامہ مولانا عبدالوہاب آروی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جب سلفیان کی صف بندی ہوئی، اور مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) کے نئے دور کا آغاز ہوا، تو مسلک اہل حدیث کے داعی، کاروان سلف کے ترجمان، فکر محدثین کے علمبردار، سلفیان ہند کی متحدہ آواز اور مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے نقیب کی حیثیت سے ماہنامہ "ترجمان ہلال جماعت" بن کر مطلع صحافت پر نمودار ہوا۔

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے آرگن کی حیثیت سے سب سے پہلے ترجمان ایک ماہنامہ کی شکل میں آیا، مگر ایک کل ہند جماعت کے لئے صرف ایک ماہنامہ ناکافی تھا، اس لئے اجلاس عاملہ جنوری ۱۹۵۷ء میں اسے پندرہ روزہ یا ہفتہ وار بنانے کی تجویز سامنے آئی، ماہنامہ سے ہفتہ وار کے بجائے پہلے پندرہ روزہ اشاعت کی ابتدا ہوئی۔

ستمبر ۱۹۶۲ء کے اجلاس عاملہ میں پھر ترجمان کی ہفتہ وار اشاعت کا مسئلہ زیر غور آیا، اور عاملہ نے اسے شوریٰ میں پیش کرنے کی شفارس کی، اور شوریٰ نے بھی اس کی ہفتہ وار اشاعت کی منظوری دے دی، مارچ ۱۹۶۳ء میں اس کے ہفتہ وار بنانے کے لئے ایک سات رکنی کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی، جولائی ۱۹۶۳ء میں اجلاس عاملہ نے پندرہ روزہ اہل حدیث کو مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے تحت ہفت روزہ اور پندرہ روزہ ترجمان کو ایک علمی ماہنامہ کی شکل میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا، جون ۱۹۸۰ء میں جریدہ ترجمان، صراط مستقیم، منہاج اور تسنیم میں سے کسی ایک نام مرکزی جمعیۃ کے ہفتہ وار آرگن کے اشاعت تجویز منظور کی، مگر بعد میں پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کا اجراء عمل میں آیا۔

پھر مئی ۱۹۸۳ء اور آخری بار دسمبر ۱۹۸۳ء میں جریدہ ترجمان کے ہفتہ وار بنانے اور اس کا نیا ڈیکلیریشن داخل کرنے کی منظوری بھی مجلس عاملہ نے دی۔

لیکن ان تمام ادوار میں کسی نہ کسی رکاوٹ اور مشکلات کی وجہ سے جریدہ پندرہ روزہ ہی رہا، پھر بھی جمعیت کے احباب کا برابر اصرار رہا کہ جماعت کی آواز بلند کرنے اور اس میں حرکت وفعالیت اور تیزی لانے کے لئے جریدہ ترجمان کو ہفت روزہ بنانا بہت ضروری ہے، عاملہ کے فیصلہ کے مطابق یکم جولائی ۱۹۸۹ء سے اس کی ہفتہ واری اشاعت کی تیاری مکمل کرلی گئی تھی، مگر عین وقت پر

AsliAhleSunnet.com

ایک قانونی رکاوٹ پیدا ہو جانے کی وجہ سے اسے ہفتہ وار شائع نہ کیا جا سکا، بلکہ مولانا مرحوم کے خواب کی تعبیر عیسوی سال ۱۹۹۰ء کے آغاز سے آپ کے ہمنشین اور خلیق الصدق حضرت مولانا مختار احمد ندوی حفظہ اللہ کی ادارت سے ہوا، اور ہندی ماہنامہ "اصلاح سماج" مئی ۱۹۹۰ء سے جاری ہوا۔

اس مادی والحادی دور میں جبکہ قوم کا اثاثہ نوجوان بھی اپنی حیثیت کو کھو کر یورپ کی پھیلائی رذائل میں گم ہونا چاہتے تھے تو ان کی حقیقت کو اجاگر کرنے اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر راہ اللہ اپنی جوانی کو لگا دینے میں موصوف کا اہم کارنامہ ہے۔

مولانا موصوف نے اپنے خطبۂ صدارت میں ملک کی حالت کا جائزہ لے کر نوجوان کو خطاب کرتے ہیں:۔

(دوران خطاب) "ملک کی آبادی کا ایک معتدبہ حصہ مختلف عوامل ومحرکات کے تحت اسلام کو سمجھنا چاہتا ہے، اور اس کے احکام وتشریعات میں جو محاسن وکمالات مضمر ہیں ان کا تجربہ کرنا چاہتا ہے۔ خود مسلمانوں میں دعوت وتبلیغ کی ضرورت پہلے سے زیادہ ہے، ان کی ایک بڑی تعداد شرک وبدعت کے جال میں پھنسی ہوئی ہے، مغرب کی مادی تہذیب اور نت نئے نظریات وافکار نے بھی پڑھے لکھے مسلم طبقہ کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔

شبان اہل حدیث کی ذمہ داری بڑی ہے، ہم نظریۂ عمل بالکتاب والسنہ کے داعی ہیں، اور آج زمانہ کو اسی دعوت کی تلاش ہے، کیونکہ دیگر اصول ومقاصد زمانہ کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہیں، آج کا ذہن شخصیت پرستی وجانب داری کا قائل نہیں ہے، وہ چاہتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جن عقائد واحکام کی تعلیم دی تھی وہی اس کے سامنے پیش کئے جائیں اور انھیں کی سب کو دعوت دی جائے"

(اقتباس منعقدہ ۲۸، ۲۹ رصفر ۱۴۱۰ھ، ۳۰ ستمبر ویکم اکتوبر ۱۹۸۹ء، سپرو ہاؤس نئی دہلی، (کل ہند شبان اہل حدیث کنونشن)۔

موصوف کی سوچ ہمیشہ مثبت وتعمیری رہی، اپنی زندگی کے آخری ایام میں اگرچہ موصوف کو سخت تکلیف رہی مگر دفتر پر مکمل اعتماد کے پیش نظر کام کو تیزی سے بڑھانے کے لئے ہدایات دیتے رہے، یہی وجہ ہے کہ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند دفتر آج ایک نئی شان میں ہے۔

ان کے بعض معاملات، اقدامات اور فیصلوں سے کسی کو اختلاف تو ہو سکتا ہے مگر اسے مسترد نہیں کیا جاتا ہے، فراغت کے بعد اگرچہ آپ مستقل طور پر خاندانی تجارتی پیشہ سے منسلک رہے مگر اس کے ساتھ ہی عدیم الفرصتی کے باوجود آپ نے نظامت کی ذمہ داری اور جمعیۃ کے کاز کو خوش اسلوبی سے انجام دیا، ساتھ ہی موصوف نے جوانی ۱۹۵۹ء سے لے کر آخری لمحات ۲۷ راکتوبر ۱۹۸۹ء

AsliAhleSunnet.com

کی نماز صبح تک مسلسل بنارس کی سب سے بڑی اہل حدیث جامع مسجد طیب شاہ مدنپورہ میں پنجوقتہ نمازوں کی امامت کے فرائض انجام دیتے رہے، زندگی کی آخری دس برسوں کے اندر پاؤں میں تکلیف کی زیادتی کے باوجود فجر نماز کی امامت آپ ہی کرتے رہے۔

۱۹۸۹ء کے اواخر میں موصوف کو دل کا دورہ پڑا جس کی وجہ سے آپ بہت کمزور ہو گئے، ۲۷ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کو اپینڈکس کا درد شروع ہوا، اور ۲۹ر اکتوبر کو آپریشن ہوا، جو بہت حد تک کامیاب رہا جس کی وجہ سے کافی حد تک تندرستی آگئی تھی مگر مسلسل حوادث سے والدہ ماجدہ محترمہ بی بی خدیجہ کا بروز سہ شنبہ ۲۲ر ربیع الاول ۱۴۱۰ھ م ۲۳ر اکتوبر ۱۹۸۹ء انتقال، بعد میں خود اپنی صحت کی خرابی اور آپریشن، انھیں دنوں میں موصوف کی اہلیہ کا اسی اسپتال میں گردے کا آپریشن، وسط نومبر بنارس میں فرقہ وارانہ فساد کے ایام میں ان کے چھوٹے حقیقی بھائی کی وفات اور تجہیز و تکفین میں عدم شرکت کا غم اور جمعیۃ و جامعہ کے مسائل کے بوجھ سے دل و دماغ سخت متاثر ہو گئے، دل پر سخت چوٹ پڑا، موصوف کے ہوش و حواس آخر وقت تک درست تھے۔

جامعہ سلفیہ اور جمعیت اہل حدیث کے سربراہ کی حیثیت سے موصوف کے تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا، باہم ایسی صورت پیش آسکتی ہوگی جس سے کسی طرح کا تکدر پیدا ہو گیا ہو، لیکن مولانا موصوف اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ تجربہ نے ثابت کر دیا کہ اختلاف بھی ان کا مثبت و منفی پہلو رکھتا تھا، جماعت پر چونکہ ان کا بہت بڑا حق ہے، اس لئے ہم مرحوم کے لئے اسلامی تعلیم کے مطابق دعا رخیر کریں، اور ان کے مخلصین اور صحیح جانشین کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے خیر کریں۔

وفات۔ مرحوم کی موت ۲۵ر نومبر ۱۹۸۹ء ہفتہ کی شام مغرب کی نماز کے بعد بنارس ہندو یونیورسٹی کے اسپتال میں (۷ بجے) ساڑھے سات بجے ہو گئی، پس ماندگان میں بیوہ ۲ر صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں اور ایک بڑے خاندان کے علاوہ پوری ملت سلفیہ کو سوگوار چھوڑا۔

بالآخر مولانا موصوف اپنی زندگی کی پینسٹھ بہاریں دیکھ کر ۲۶ر نومبر ۱۹۸۹ء کو منوں مٹی کے نیچے ابدی نیند سو گئے۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد۔

AsliAhleSunnet.com

مولانا عبدالوحید سلفی کی دینی، مسلکی، جماعتی اور ملی خدمات کو خراج تحسین۔

"اہالیان دہلی کا تعزیتی اجلاس مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے امیر مولانا عبدالوحید صاحب سلفی کی وفات پر اپنے انتہائی قلبی رنج والم اور قلق کا اظہار کرتا ہے، ان کی وفات سے ہندوستان ہی کی جماعت اہل حدیث کو غیر معمولی نقصان نہیں پہونچا بلکہ پوری ملت سلفیہ شدید صدمہ سے دوچار رہے، حضرت مولانا عبدالوحید صاحب اپنی طبیعت کی سادگی اور خاندانی شرافت ونجابت کا نمونہ تھے، زہد وتقوی صبر وتحمل، عزیمت واستقامت اور اصابت رائے جیسی صفات نے انھیں ایک معززاور ہر دل عزیز شخصیت بنا دیا تھا، یہی وجہ ہے کہ انہیں صرف جماعتی حلقوں ہی میں نہیں بلکہ تمام اسلامی، ملی، سماجی اور سیاسی حلقوں میں انتہائی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

بلاشبہ ان کی وفات سے نہ صرف جامعہ سلفیہ بنارس کے اور جمعیۃ اہل حدیث ہند اپنے ایک مدبر قائد اور مخلص رہنما سے محروم ہوگئی، بلکہ ملت اسلامیہ ملک وملت کا ایک سپوت کھو بیٹھی ہے۔

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے دور امارت میں ان کی خدمات کو کسی طور پر بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے زیر سرپرستی جامعہ سلفیہ بنارس کے وہ معمار اول تھے، آج جامعہ انتہائی زیرک منتظم اور تجربہ کار ناظم سے محرومی کے باعث حزین وغمگسار ہے۔

آج یہ اجلاس تحریک اہل حدیث کی بالادستی جمعیۃ وجامعہ کی تعمیر وترقی اور ملک وملت کے لئے ان کی عظیم الشان خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اسے عالم اسلام کا ایک عظیم خسارہ تصور کرتا ہے۔ اور بارگاہ ایزدی میں دعا گو ہے کہ رب العالمین ان کی خدمات کو قبول فرمائے، نیز ان کے درجات کو بلند کرے، اور جمعیۃ وجامعہ کو ان کا نعم البدل عطا کرے، پوری ملت سلفیہ اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے / آمین یارب العالمین"

(۲۷ / نومبر ۱۹۸۹ء، اہل حدیث منزل دہلی، بعد عصر)

مولانا مختار احمد ندوی نے اجلاس کے آغاز میں اپنے ابتدائی کلمات میں امیر محترم مولانا عبدالوحید سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی اجلاس میں عدم موجودگی پر اظہار غم کرتے ہوئے فرمایا: " آج ہم جس حادثہ سے دوچار ہوئے ہیں اور جو المناک گھڑی ہمارے سامنے آئی ہے وہ انتہائی تکلیف دہ ہے، ایک مومن قضائے الٰہی پر ایمان رکھتا ہے، ہم اللہ رب العزت کے اس فیصلے پر صابر و شاکر ہیں اور وہی ہم کو ہمت دے گا کہ ہم اس صدمہ کو برداشت کرسکیں۔

AsliAhleSunnet.com

امیر جمعیۃ حضرت مولانا عبدالوحید سلفی کی رحلت بہت بڑا جماعتی خسارہ ہے، اور ہم ان کی کمی کو جلدی نہ بھول سکیں گے ان کی محبت کی یادیں تادیر ہمارے دلوں میں باقی رہیں گی۔

موصوف نے امیر محترم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پینتالیس سالہ پرانے روابط اور گہرے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی جماعتی اور ملی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا، انہوں نے بتایا کہ ہمارے برسہا برس سے جگری اور قلبی تعلقات تھے، کئی دفعہ مختلف قسم کے حالات پیدا ہوئے اور بحرانی دور آیا مگر ہم لوگ اس کی پرواہ کئے بغیر باہم مربوط رہے۔

موصوف نے اپنے کلمات کو مختصر کرتے ہوئے اس بات کا اعادہ کیا کہ مولانا کے مشن کو جاری رکھیں گے اور جماعتی و تنظیمی کاموں کو شورائی انداز میں بڑھانے اور اس کی تکمیل کے لئے جد وجہد کرتے رہیں گے، انہوں نے اپنے رفقاء سے کہا کہ اس خسارہ کو پُر کرنے کے لئے ہمیں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے۔

آج پوری جماعت کی نظریں ہم پر لگی ہوئی ہیں، اور وہ ہمارے فیصلوں کی منتظر ہیں، انہوں نے انتہائی غمناک لہجہ میں مولانا سلفی کی کمی محسوس کرتے ہوئے ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔"

(۷ر دسمبر ۱۹۸۹ء، مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا ایک ہنگامی اجلاس، زیر صدارت مولانا ندوی)

"آج کی ہماری یہ ماہانہ نشست رنج والم اور فرحت و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے، ہم سب سے پہلے جمعیۃ اہل حدیث ہند کے امیر حضرت مولانا عبدالوحید سلفی کے سانحۂ ارتحال پر اپنے گہرے رنج والم کا اظہار کرتے ہیں۔

مرحوم بنارس کے ایک معروف دین دار، علم پرور، علماء نواز سلفی تاجر گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے، ان کا قائم کردہ پرشکوہ ادارہ " الجامعة السلفية " ہندوستان کی جمعیۃ اہل حدیث کے لئے ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے جس کے مرحوم یوم تاسیس سے تاحیات ناظم اعلیٰ رہے، ہم ارکان جمعیۃ اس ناقابل تلافی عظیم نقصان میں برابر کے شریک ہیں، اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو ان علمی دینی ملی وجماعتی کارناموں کو شرف قبولیت عطا فرما کر مغفرت فرمائے، اور جنت الفردوس کا مستحق بنائے۔ ع

خدا بخشے بڑی ہی خوبیاں تھیں مرنے والے میں،

☆

(۱۰ر جنوری ۱۹۹۰ء، محمد عبدالرحمٰن ندوی کے استقبالیہ کلام سے، بمقام دوحہ قطر)

AsliAhleSunnet.com

ہمارے ناظم صاحب

ایک تاثر

از، مولانا خورشید احمد سلفی،
استاذ حدیث جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر
نیپال۔

ادارۃ البحوث الاسلامیۃ کے ذمہ داران قابلِ مبارکباد ہیں کہ انہوں نے فخرِ جماعت، محسنِ ملت، معمارِ قوم حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات، کمالات پر مشتمل ماہنامہ۔ محدث۔ بنارس کی خصوصی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے، اس سے ان کی زندگی کے حالات، جزئیات، کلیات، مادرِ علمی جامعہ سلفیہ کے قیام وبنا کی تاریخ غیر جماعت اہلحدیث ہند کے مدوجزر کے ایک حصہ یعنی کم ازکم آٹھویں نویں دہائی کی تاریخ دستاویزی شکل میں منصہ شہود پر آجائے گی،

اگر یہ بات صحیح ہے، اور یقیناً صحیح ہے کہ آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کے کارناموں اوران کے نقوش زندگی سے سبق حاصل کرتی ہیں، اور اپنے حال ومستقبل کے خطوط مرتب کرتی ہیں، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اہلحدیثان ہند کی آئندہ نسلیں مرحوم کے کارناموں کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار تصور کریں گی، اور اپنا مستقبل سنوارنے میں ان کی زندگی سے روشنی حاصل کریں گی۔ ان شاءاللہ

ہمارے ناظم صاحب کی شخصیت جامع کمالات ومجموعہ صفات تھی، ذہانت، بردباری، معاملہ فہمی تدبر ودوراندیشی ان تمام چیزوں میں قدرت نے آپ کو وافر حصہ عطا کیا تھا، آپ جماعت وجمعیۃ کی آبرو تھے، موصوف نے وہ روشن کارنامے انجام دیئے جس سے سلفیان ہند کا سر اونچا ہوا، اگر سرسید احمد نے ملت اسلامیہ ہندیہ پر عظیم احسان کیا کہ مسلمانوں کو پسماندگی وتنزل سے نکالنے کے لئے انتھک جدوجہد کرکے مسلم یونیورسٹی قائم کی، جس کا احسان مند ایک زمانہ ہے، تو جماعت اہلحدیث کو فروغ واستحکام بخشنے اور انہیں ان کا کھویا ہوا مقام واپس دلانے کے لئے محترم ناظم صاحب نے جامعہ سلفیہ بنارس کی آبیاری وپاسبانی کرکے زریں کارنامہ انجام دیا، تقسیم ہند اور دارالحدیث رحمانیہ دہلی اجڑ جانے کے بعد حلقہ دیوبند کے کسی مقتدر عالم نے کہا تھا کہ: "اب اہلحدیثوں کا محاذ ٹوٹ چکا ہے" جس وقت یہ بات کہی گئی حالات کچھ ایسے ہی تھے، جماعت کا سرمایہ لٹ چکا تھا، اساطین جماعت، تقسیم ملک کے نتیجہ میں جغرافیائی طور پر ہم سے جدا ہو چکے تھے، جماعت اہلحدیث یتیم ہو چکی تھی، اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے اہلحدیث طلبہ دارالعلوم دیوبند کا رخ کر رہے تھے

AsliAhleSunnet.com

لیکن ان پر اتباع سنت کا فرد جرم عائد کرکے حصول علم سے محروم کیا جارہا تھا، جو ایک تاریخی حادثہ تھا، ان حالات میں مرکزی دار العلوم کا قیام جماعت کی کشتی کو منجدھار بلا سے نکالنے کے مترادف تھا، اس عظیم اسلامی سلفی درسگاہ کے قیام سے جماعت میں خود اعتمادی پیدا ہوئی، افراد جماعت کے حوصلے بلند ہوئے، جامعہ کے فارغین عرب وعجم میں خدمات اسلام کا فریضہ انجام دیتے ہوئے، اور تمسک بالکتاب والسنۃ کے محاذ پر مسلح فوجیوں کی طرح ڈٹے ہوئے نظر آتے ہیں، آج طنز کسنے والی جماعت فقرۂ طنز کی بجائے حسرت ویاس کے ساتھ ان سلفی مجاہدین کو دیکھ رہی ہے کہ اہل حدیثوں کا محاذ ٹوٹا نہیں ہے، بلکہ ان کا محاذ اور مضبوط ہوا ہے، فوجیوں کی تعداد کئی گنا بڑھی ہے فللہ الحمد دراصل یہ فیض ہے، جامعہ سلفیہ بنارس اور اس کے اولوالعزم ناظم اور ان کے رفقاء کار کا۔

مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس کے منصوبہ قیام، تاسیس وتعمیر اور افتتاح سے لے کر اس کی ہمہ نوع ترقیاں۔ تعلیمی دھوم دھام تعمیری برق رفتاری، متعدد تصنیفی، تالیفی، دعوتی اور طباعتی شعبوں کا قیام، سیمنار و کانفرس کا اہتمام وانعقاد، ان تمام چیزوں کے انتظام والنصرام میں موصوف کی عالی دماغی، بلند ہمتی وچابکدستی کار فرما رہی، جس کی تعریف ہر چہار جانب سے ہوئی، فن تعمیر میں ان کی نقالی کی گئی، ان کے اصول پسندی کی مدارس میں مثالیں بیان کی گئیں اور نظم وڈسپلن پیدا کرنے کے لئے انہیں نمونہ بنانے کی سفارشیں کی گئیں ؎

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

ان کی شخصیت جماعت وجمعیت کے حق میں نقطۂ اتحاد کی حیثیت رکھتی تھی، موصوف نے تنظیم کی لڑی میں سب کو پروئے رکھا، اپنی دانشمندی اور تدبر سے جماعت کو تحزب، دھڑے بندی اور انتشار کے ماحول سے پاک رکھا، نظامت کی قبا آپ کو خوب زیب دیتی تھی، معلوم ہوتا ہے قدرت نے آپ کو اسی کام کے لئے پیدا فرمایا تھا،

جامعہ رحمانیہ سے لے کر جامعہ سلفیہ بنارس کی نظامت تک ہر ایک میں آپ پورے کامیاب رہے، تملق، چاپلوسی، ریا ونمود کو آپ نے اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیا، جامعہ میں تشریف لائے، سیدھے دفتر گئے ضروری امور سے فارغ ہو کر کار میں بیٹھے اور پھر روانہ ہو گئے طلبہ کو اپنے گرد جمع کرنے کا شوق، نہ ان سے خدمت لینے کا جذبہ، اساتذہ پر دھونس جمانے اور حکمرانی کا رعب غالب کرنے سے دور، ہر جگہ آپ کا یکساں احترام، یکساں قدرتی رعب۔ ؎

کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مؤمن ⁂ حوروں کو شکایت ہے کم آمیز ہے مؤمن

مرحوم کے جملہ اوصاف حمیدہ کا ہم ادراک نہیں کر سکتے، تاہم ان کے جن کمالات کا مظاہرہ ہوا وہ نوع بنوع ہیں، لیکن ذوق تعمیر اور حسن انتظام دو بڑی خوبیوں کے سامنے سب کمالات دب گئے، ورنہ حقیقت ہے کہ آپ ایک اچھے عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ خوش الحان

AsliAhleSunnet.com

قاری تھے، جب امامت کے لئے کھڑے ہوتے تو سماں بندھ جاتا، اور نمازی عجیب سرور محسوس کرتے۔

زبان وبیان پر اچھی قدرت حاصل تھی، آپ کی تقریر خیر الکلام ما قلّ ودلّ کی مصداق ہوتی، مئی ۱۹۸۳ء میں ضلعی جمعیت اہل حدیث بستی نے ضلع کے مشہور قصبہ بانسی میں ایک دعوتی وتبلیغی کانفرنس منعقد کی، ارباب جمعیۃ کی خواہش پر آپ نے اجلاس کی صدارت منظور فرمائی تھی، پہلی شب کے اجلاس میں محترم نے صدارت کا فریضہ انجام دیا، راقم حروف کے ذمہ اناؤنسری تھی، احباب کے مشورے سے پروگرام مرتب کیا، مولانا سے تقریر کی درخواست کی، موصوف نے ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشا، اجلاس میں اپنی شرکت پر مسرت کا اظہار کیا، اور قصبہ بانسی کے ساتھ اپنے دیرینہ تعلقات کا اظہار کیا، بطور خاص قاری عبدالحق صاحب بانسوی مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا، اور ان کے ذکر جمیل سے اپنی تقریر کا آغاز فرمایا، تقریر مختصر تھی، لیکن ایمانی بصیرت سے بھرپور۔

ان کی رحلت سے جماعت ایک عظیم مدبر عظیم مخلص رہنما عظیم غیرت مند سلفی عالم سے محروم ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کے لگائے ہوئے گلشن علمی پر ہمیشہ موسم بہار قائم ودائم رکھے۔ (آمین)

زندگانی تھی تیری مہتاب سے تابندہ تر — خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا — نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔ تسلیما کثیرا۔

AsliAhleSunnet.com

از مولانا محمد حنیف فیضی

مولانا عبدالوحید صاحب رح
سابق ناظمِ اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس

جتنے لوگ اس دنیا میں آئے سب کی رحلت کا ایک وقت مقرر ہے، لیکن کسی کی وفات زیادہ باعث صدمہ ہوتی ہے کسی کی کم، کسی کے جانے سے عظیم پیمانے پر خلا محسوس ہوتا ہے، اور کسی کے جانے سے ایسا نہیں، اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ آدمی کی ذات جس قدر اوصاف حمیدہ کی حامل ہوتی ہے، اسی قدر اس کے انتقال پر ثمرہ بھی مرتب ہوتا ہے، چونکہ جناب ناظم اعلیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی جامع کمالات تھی، اسی لئے ان کی وفات سے ایک زبردست خلا محسوس ہو رہا ہے۔

آپ ایک معزز دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت دینی ماحول میں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ اخیر وقت تک دینی کاموں سے کافی دلچسپی رہی۔

آپ نے اپنے گھریلو کاروبار انجام دینے کے ساتھ ساتھ خارجی ذمہ داریوں کو بھی بحسن وخوبی انجام دیا جن کا تعلق جماعت وملت سے ہے، تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ جامع مسجد طیب شاہ، مدنپورہ، بنارس میں تیس سال تک امامت کا کام انجام دیا، اخیر عمر میں پیر میں تکلیف ہوجانے کی بنا پر جب پانچوں وقت مسجد میں آنا دشوار ہوگیا تو صرف فجر کی نماز میں آنے لگے، اور یہ سلسلہ آخری وقت تک جاری رہا، آپ کی آواز کافی دلکش اور شیریں تھی، فن تجوید سے بھی لگاؤ تھا، جب نماز میں خصوصاً فجر کی نماز میں قرأت کرتے تو بڑی بھلی معلوم ہوتی، اور سننے والے کے دل پر ایک عجیب رقت طاری ہوتی، راقم الحروف کو چند مرتبہ فجر کی نماز آپ کی امامت میں پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

۲۔ جامعہ رحمانیہ بنارس کے ایک عرصہ تک ناظم رہے، جب اس کے ناظم بنائے گئے تو اس کی مالی وانتظامی حالت لائق توجہ تھی، اس کی اصلاح وترقی میں کافی دلچسپی لی، چنانچہ اس کی مرمت کرائی، اور اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ کیا، اور تعلیم پر

AsliAhleSunnet.com

توجہ دی، یہاں تک کہ آپ کے دور نظامت میں اس کا تعلیمی معیار بہت بلند ہوگیا۔

۳۔ جامعہ سلفیہ (بنارس) کے اس کے یوم تاسیس سے لے کر اپنی عمر کے آخری لمحہ تک، ناظم اعلیٰ رہے، جامعہ کی نیک نامی اور ترقی کے لئے ہر ممکن کوشاں رہے، آپ کے وقت میں جامعہ نے ایسی ترقی کی جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا، اس نے تعلیم و تدریس کے علاوہ ترجمہ و تالیف کے میدان میں بھی اہم رول ادا کیا، مختلف موضوع پر کتنی کتابوں کے ترجمے ہوئے اور کتنی کتابیں تالیف کی گئیں۔ اس کے فضلاء دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں پھیل گئے، اور کتنا جلد یہ ادارہ عالمی شہرت کا حامل ہوگیا، آپ کو جامعہ سے کافی محبت تھی، اس کی فلاح و بہبود برابر نگاہوں کے سامنے ہوتی، اس کے مستقبل کے لئے ہمیشہ فکر مند رہا کرتے، اپنے آپ کو جامعہ سے بالکل مربوط کر رکھا تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر فرمایا تھا " یہ در و دیوار اور میری زندگی یہ لازم ملزوم ہیں، ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ اس کو الگ نہیں کیا جا سکتا "۔

۴۔ جب جامعہ رحمانیہ کے ناظم تھے تو اس کی نظامت کے ساتھ ساتھ مقامی طور پر شہر جنوبی میں جماعت اہل حدیث کی تنظیم کا کام شروع کیا جہاں جماعتی تنظیم نہیں تھی، اس سلسلے میں نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے، ایک عرصہ تک مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے ممبر رہے، پھر ۱۹۷۳ء میں اس کے نائب صدر منتخب ہوئے، اس کے بعد ستمبر ۱۹۷۹ء میں اس کے صدر بنائے گئے، اور اخیر عمر تک اس عہدہ پر فائز رہے، آپ کا اہم کارنامہ اس سلسلے میں یہ ہے کہ آپ سے پہلے جمعیت کی اپنی عمارت نہیں تھی، لیکن جب آپ صدر ہوئے تو اس جانب توجہ مبذول کی اور ۱۹۸۱ء میں جامع مسجد دہلی کے علاقہ میں اس کے لئے مستقل بلڈنگ فراہم کیا۔

۵۔ آپ ۱۹۸۳ء میں یوپی حج کمیٹی کے ممبر بنے لیکن جلد ہی خود اس سے الگ ہوگئے، کیونکہ اس کے انتظامی امور سے مطمئن نہیں تھے۔

آپ کی زندگی انفرادی و اجتماعی دونوں حیثیت سے لائق تعریف تھی، آپ سلفی العقیدہ اور متحمس اہل حدیث تھے، بڑے خلیق اور وسیع الظرف تھے، خندہ پیشانی کے ساتھ لوگوں سے ملتے جلتے تھے، جب کوئی آپ سے ملتا تو اسے احساس نہیں ہوتا کہ ہم اجنبی شخص سے بات کر رہے ہیں، ہر شخص آپ سے بے تکلفی سے ملتا اور فراخ دلی کے ساتھ بات چیت کرتا، اپنی ذمہ داریوں کا کافی احساس رکھتے اور بہت سوجھ بوجھ سے کام لیتے، اس سلسلے میں صرف ایک واقعہ ذکر کر دینا کافی ہوگا، وہ یہ کہ جب رحمانیہ کے ناظم بنائے گئے، تو مولانا نذیر احمد صاحب املوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے جامعہ رحمانیہ میں تدریسی خدمت انجام دینے میں متردد تھے، آپ کا بیان ہے کہ " مولانا مرحوم نے تعلیمی سال کے اختتام پر گھر سے جامعہ کے ناظم کے نام ایک مکتوب معذرت کے طور پر ارسال کیا، ادھر میں نے تنخواہوں پر غور کیا تو کمی کا احساس ہوا، اور اضافہ تنخواہ کی خبر پر مشتمل میں نے ایک خط مولانا مرحوم کو لکھ دیا، عجیب اتفاق کہ ان کو

AsliAhleSunnet.com

میرا خط اور مجھے ان کا خط ایک دو روز کے اندر ملا، چند روز بعد مولانا مرحوم کا دوسرا خط موصول ہوا، جس میں انہوں نے وضاحت فرمائی کہ ان کا عذر دور ہوگیا، اور آئندہ ماہ شوال میں وہ جامعہ آئیں گے۔"

اساتذہ اور طلبہ کے بڑے قدر دان تھے، بڑوں کا نہایت احترام ملحوظ رکھتے، اور چھوٹوں پر کافی شفقت کرتے، ایک مرتبہ بماہ ذی قعدہ ۱۴۰۸ھ راقم الحروف نے کہا کہ مجھے اپنے بچوں کو گھر سے لاکر یہاں رکھنا ہے لہذا مکان چاہئے، جواب دیا کہ ماہ محرم ۱۴۰۹ھ میں انتظام ہوجائے گا، جب محرم آیا تو ایک مرتبہ اوائل محرم میں جب جامعہ تشریف لائے تھے بغیر یاددہانی خود ہی خاکسار کے کندھے پر نہایت شفقت کے ساتھ ہاتھ رکھ کر فرمایا " آپ سے وعدہ کیا تھا کہ محرم میں آپ کے لئے مکان کا انتظام ہوجائے گا، تو اس کا انتظام ہوگیا ہے، آپ گھر جاکر بچوں کو لے آیئے "

ذمہ داریوں کے معاملہ میں آپ کی ذات پر لوگوں کو کافی اطمینان رہتا تھا، اپنی کاروباری مشغولیت کے باوجود ذمہ داریوں کو نشاط کے ساتھ انجام دیا کرتے تھے، اندرون ملک دینی جلسوں میں شرکت کرتے رہے، اور بیرون ملک متعدد مؤتمرات میں شریک ہوئے، بڑے متحمل اور بردبار تھے، اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا تھا، مگر اس کی وجہ سے تواضع میں فرق نہیں آیا۔

خلاصہ یہ کہ آپ میں تقویٰ، توکل علی اللہ، اخلاص، ایثار، ہمدردی، ملنساری، صبر وتحمل، عزم محکم، عالی حوصلگی، جماعت وملت کے کاموں سے دلچسپی، اصابت رائے وغیرہ کے اوصاف نمایاں تھے۔

بتاریخ ۲۵ر نومبر ۱۹۸۹ء بروز شنبہ بوقت شام آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، إنا للہ وانا الیہ راجعون! ۔ اس طرح جماعت اہل حدیث ایک عظیم اور باکمال شخصیت سے خالی ہوگئی، اور جماعت اہل حدیث ہند میں زبردست خلا پیدا ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ اس خلاء کو پُر کرے اور مرحوم کی لغزشوں کو معاف فرماکر جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے، آمین! ۔

AsliAhleSunnet.com

ایک روشن ضمیر تھا نہ رہا

اصغر علی امام مہدی السلفی، مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

ناظم صاحب مرحوم مولانا عبدالوحید رحمانی کی شخصیت دینی حلقوں میں ایک معروف شخصیت تھی، آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مادی و معنوی ہر لحاظ سے حظ وافر عطا فرمایا تھا، آپ کی ذات بہتوں کے لئے لائق رشک تھی، غرباء پروری اور غرباء نوازی آپ کا خاص وصف تھا، آپ کا دروازہ محتاج و غنی کے لئے وا رہتا، سخاوت و فیاضی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، رمضان شریف میں تو آپ دونوں ہاتھوں سے خرچ کرتے ہی تھے، سال کے بقیہ گیارہ مہینے میں بھی آپ دینی، فلاحی اور رفاہی کاموں کے لئے باب سخاوت وا رکھتے، آپ کی ثقاہت اپنوں اور غیروں میں مسلم تھی، آپ جس شخص، ادارے اور انجمن کی توثیق و تصدیق فرما دیتے، مدنپورہ کوٹھی کے لوگ اسے تسلیم کرتے، کیونکہ آپ نے اپنی زندگی انہی لوگوں کے درمیان گذاری تھی، لوگ سرد و گرم میں آپ کو بہتر پاتے تھے، بیرون بنارس بھی آپ کی شخصیت مسلم سمجھی جاتی، مرکزی دارالعلوم بنارس جو سلفیان ہند کا عظیم مرکزی ادارہ ہے، اس علمی، دعوتی و تبلیغی مرکز کی سرپرستی روز اول سے آپ کے سر تھی، آپ نے اسے جس خوش اسلوبی سے چار چاند لگایا وہ آپ کا ہی حصہ تھا، دارالعلوم حرسہا اللہ نے اتنی مختصر عمر میں جن عظیم منازل کو طے کیا اس میں ناظم صاحب کی دور اندیش نگاہوں، بہترین تجربات، روشن ضمیری، عزم و ہمت اور اخلاص کا زیادہ دخل تھا، آپ مشکل سے مشکل مسائل کو اس خوبی سے حل فرما دیتے تھے کہ جسے دوسرے لوگ عقدۂ لاینحل تصور کرتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ پر خاص کرم تھا۔

علماء کی عزت و توقیر آپ خوب فرمایا کرتے تھے، اہل علم کی قدردانی آپ کا شیوہ تھا، خاص طور پر اپنے جامعہ کے مدرسین سے عزت و شفقت کا برتاؤ کرتے، ان کی دل شکنی انہیں گوارہ نہ تھی، ان کی عزت افزائی و دلجوئی میں کمی نہیں کرتے، راقم کے ساتھ چند مسائل درپیش ہوئے تو راقم نے آپ سے عرض کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی آپ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے حوصلہ افزائی کی اور ممکن تعاون فرمایا۔

آپ نے مرض الموت میں مبتلا ہونے سے چند دن پہلے جب میرے والد کی علالت کی خبر سنی تو مفید مشورے دیئے اور اپنے ہونہار فرزند

AsliAhleSunnet.com

مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی کو بعض ڈاکٹروں کے پاس بھیجا جن سے ان کے تعلقات پہلے سے تھے، میرے والد محترم بفضل اللہ شفایاب ہوگئے، اب وہ ناظم صاحب کے پرخلوص توجہات اور ان کے حسن سلوک کو بہت سراہتے اور ان کا والہانہ ذکر خیر کرتے ہیں۔

ناظم صاحب رئیس کبیر ہونے کے باوجود تواضع وانکساری جیسے صفات سے متصف تھے، عجب وتکبر اور ترفع جو اس دور کے عام مالداروں اور عہدہ داروں کا وطیرہ ہے، اس سے پاک تھے، حجاز مقدس کے آخری سفر میں چند دنوں تک آپ کے ساتھ کچھ وقت گذارنے کا موقع ملا، اس وقت آپ کی تواضع وانکساری کا علم قریب سے ہوا، ایک مرتبہ بعض احباب کی وجہ سے آپ کو پریشانی لاحق ہوگئی اندیشہ تھا کہ آپ کافی برہم ہوں گے مگر آپ نے ہنس کر پریشانی کا سبب خود اپنے پروگرام میں عدم ارتباط کو بتایا، اور بڑی خوبصورتی سے چشم پوشی کرلی۔

جامعہ اسلامیہ سے راقم کی ابتعاث سے قبل آپ کی خواہش تھی کہ میں آپ کے نگرانی دہلی مرکز میں کام کروں، اس کے لئے آپ نے مجھ سے دو مرتبہ کہا، تیسری مرتبہ آپ نے بعض مدرسین کے ذریعے مجھے خبر بھجوائی، جب میں کچھ دنوں کے بعد حاضر خدمت ہوا۔ اسی دوران میرا پروانۂ تعاقد آپ کو دستیاب ہوا تو آپ نے بڑی انکساری سے فرمایا کہ آپ کا تعاقد بحیثیت مدرس جامعہ سلفیہ میں ہوگیا ہے، مگر میری درخواست ہے کہ دہلی مرکز میں جانے سے انکار نہ کریں، درخواست کے لفظ سے میں شرم سے دوہرا ہوگیا اور جواباً عرض کیا کہ آپ کا حکم سر آنکھوں پر ـــ مگر چند ایام کے بعد آپ نے خود ہی فرمایا کہ آپ کو جامعہ سلفیہ میں ہی رہنا ہے۔

ناظم صاحب کی تنہا شخصیت اپنی ذات میں ایک انجمن تھی، بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ آپ علمی میدان میں بھی کافی تجربہ کار تھے آپ بسا اوقات بعض پیچیدہ مسائل کو نہایت حزم وتدبر سے حل کرتے جس سے آپ کی علمی صلاحیت کا اندازہ ہوتا۔

طیب شاہ مسجد اور اس کے مصلین آپ کی پرسوز اور خوش کن تلاوت کی حلاوت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے، خصوصاً فجر کی نماز میں آپ کی امامت میں چند نمازیں پڑھنے کا موقع ملا، قرأت کی لذت وحلاوت اب تک محسوس کرتا ہوں۔

ناظم صاحب مرحوم اپنے طلباء کی ترقی کے لئے کوشاں رہتے، ان کی کسی بھی کامیابی کی خبر ان کے لئے مژدۂ جانفزا ہوتی، اس کا تجربہ اس وقت ہوا جب آپ کے حجاز مقدس کے آخری سفر میں طلباء جامعہ سلفیہ کی سرگرمیوں اور ان کے احوال کے سلسلے میں بعض استفسارات راقم سے فرمائے تھے، اور ان کی بعض کامیاب کے ذکر سے کافی مسرور نظر آئے تھے۔

الغرض ناظم صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، وہ اب ہم میں نہیں رہے، ان کی یادیں، ان کا اخلاص اور ان کی شفقتیں ہمارے ساتھ ہیں، جسے ہم فراموش نہیں کر سکتے، اور یہ چند سطور عقیدت اسی سلسلۂ ذکر خیر کی ایک کڑی ہے۔ آپ کی وفات سے ایسا محسوس ہوا کہ ہم سب کے سر سے ایک عظیم سایہ شفقت اٹھ گیا، اللھم أجرنا فی مصیبتنا۔

AsliAhleSunnet.com

اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ ؎

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اور ان کے اعزہ و متعلقین کو صبر و سکون سے نوازے، اور انہوں نے جس گلشنِ علم و حکمت کی آبیاری کو اپنا مشن بنایا تھا، جو سلفیانِ ہند کی دلوں کی دھڑکن اور ان کی آرزوؤں کا مرکز اور دیرینہ خوابوں کی تعبیر بھی ہے، اسے سرسبز و شاداب اور اس کو دن دونی رات چوگنی ترقی دینے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نماز میں سورۃ فاتحہ

احادیث صحیحہ، آثار سلف اور اقوال ائمہ کی روشنی میں

تالیف ـــــــ مولانا کرم الدین سلفی رح

قیمت ـــــــ ۲۰/ روپے
(علاوہ محصول ڈاک)

پتہ ـــــــ مکتبہ سلفیہ ریوڑی تالاب بنارس

AsliAhleSunnet.com

"میرِ کاروان نہ رہا"

عبد المتین سلفی جامعہ اسلامیہ فیض منؤ

غنچے خموش، پھول پریشاں، چمن اداس   کیا کہہ گئی ہے موج صبا سوچنا پڑا

خلوص وللّٰہیت، شفقت ومحبت، عقل وفراست، وقار ومنزلت، فہم وادراک، اخلاق وکردار، حلم وتدبر، جود وکرم، صدق وصفا، خوش گفتاری ونیک کرداری، علم وعمل، ایثار پسندی، انسانیت پروری، دوراندیشی، جوہر شناسی، جفاکشی، خوش انتظامی، شرافت داعلیٰ ظرفی، مقبولیت وہر دلعزیزی، وسعت قلبی دوسعت نظری کا ایک درخشاں باب ایک ایسی شخصیت کے وفات پر ختم ہوا جو جماعت اہلحدیث کے لیے سرمایۂ افتخار ہے، یعنی امیر محترم مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند اور ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ مرکزی دار العلوم بنارس عبد الوحید عبد الحق سلفی رحمہ اللہ تعالیٰ، آپ کی وفات کی خبر خرمنِ جماعت پر برق بنکر گری، جس نے جماعت کے سہاگ کو لوٹ لیا، "پتھروں" کو پگھلا دیا اور اس سے چشمے پھوٹ پڑے۔

کتنی آنکھوں نے عقیدت کے موتی برسائے، کتنے دلوں نے تڑپ تڑپ کر آپ کو الوداع کہا، کتنی زبانیں دعائے مغفرت میں ناطق ہوئیں، خوش قسمت ہیں وہ جو اشکہائے عقیدت، وہ نوائے قلب اور وہ دعائے خیر جسے امیر محترم کی وفات پر خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی ربنا و اللہ انا بفراقک لمحزونون۔ آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں، دل حزیں ہوتا ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو راضی کرے، بخدا ہم آپ کی جدائی پر مغموم ہیں۔۔   موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

AsliAhleSunnet.com

امیر محترم کی ولادت آپ کے آبائی وطن بنارس کے ایک معزز اور علمی گھرانے میں ۲۴ رجمادی الآخرہ ۱۳۴۲ھ
بموافق ۲۳ رجنوری ۱۹۲۴ء میں ہوئی ہے

آفتاب تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا

آپ کی تعلیم جامعہ رحمانیہ (بنارس) میں ہوئی۔ حدیث کا درس مولانا میر خان (شاگرد سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ) سے لیا۔ دیگر علوم وفنون کے لیے مولانا عبدالغفار حسن رحمانی کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

دینی سرگرمیوں میں آپ شروع ہی سے حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ جب آپ کی عمر ۲۸ سال تھی آپ کی صلاحیتوں اور جوش ولگن کو دیکھتے ہوئے آپ کو جامعہ رحمانیہ (بنارس) کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ آپ اس ذمہ داری کو نہایت ہی حسن وخوبی سے انجام دیتے رہے کہ اسلاف کے دیرینہ خوابوں کی تعبیر کی شکل میں مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ (بنارس) کی تاسیس ۱۲ ررجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء کو عمل میں آئی۔ آپ کی بے پناہ انتظامی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے دورِ تاسیس ہی سے آپ کو اس علمی گہوارہ کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔

جامعہ سلفیہ (بنارس) نے اپنی حیاتِ چندروزہ میں ترقی کے جو مراحل طے کیے اور عزت وشہرت کی جس بلندی پر پہونچا، اس میں مرحوم کی بے پناہ صلاحیتوں اور پرخلوص کد وکاوش کا بہت بڑا دخل ہے۔ آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اس کے ناظم اعلیٰ رہے۔

چودہویں صدی ہجری کے اواخر میں مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند جو مختلف معلوم ونامعلوم اسباب کی بنا پر ہچکولے کھا رہی تھی اور زوال کے ایک بدترین دور سے گزرتے ہوئے ایک وحشت انگیز مستقبل کی طرف گامزن تھی۔ اس آزمائشی دور میں جماعت کی باگ ڈور شعبان ۱۳۹۹ھ میں آپ کے سپرد کی گئی، آپ نے اس میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اور تمام مشکلات پر انتہائی حسن وخوبی سے قابو پاتے ہوئے اسے فعال اور سرگرم عمل کر دیا۔

آپ کے انیس سالہ دورِ امارت میں تین مرتبہ جمعیۃ کا انتخاب ہوا اور ہر بار آپ کو باتفاق رائے جمعیۃ کا امیر منتخب کیا گیا۔ آپ کے دورِ امارت میں جمعیۃ نے ترقی کے بہت سارے مراحل طے کیے اور خصوصاً داخلی وخارجی رابطے استوار کیے۔

شعبان ۱۴۰۵ھ میں مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے زیر اہتمام شہر بنگلور (کرناٹک) میں ایک عظیم عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں عرب وعجم کی متعدد شخصیتوں نے شرکت کی، جس میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فضیلۃ الشیخ

AsliAhleSunnet.com

محمد عمر فلاتہ حفظہ اللہ اور دار الافتاء والدعوۃ والافتاء والارشاد (ریاض) کے رئیس فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز کے مندوب خاص فضیلۃ الدکتور محمد لقمان سلفی شریک ہوئے۔ اس کانفرنس کی صدارت کے لیے بھی آپ ہی کو منتخب کیا گیا۔

۱-۳ راکتوبر ۱۹۸۹ء کو مرکزی جمعیۃ الشبان اہلحدیث کی عظیم کانفرنس دہلی میں آپ ہی کے ایماء پر منعقد ہوئی اور اس کی صدارت بھی آپ ہی نے کی۔

آپ متعدد مدارس اور مختلف اسلامی تنظیموں کے صدر تھے۔ اصلاح المساجد بمبئی کے نائب مدیر اور انڈین حج کمیٹی کے ایک معزز رکن تھے۔

عرب دنیا میں بھی آپ کو خاص مقبولیت حاصل تھی۔ عرب مشائخ آپ کو بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ موتمر رسالۃ المساجد جو رمضان ۱۳۹۵ھ میں مکۃ المکرمۃ میں منعقد ہوا اس میں آپ مدعوئین کی حیثیت سے شریک تھے۔

المؤتمر العالمی لتوجیہ الدعوۃ والدعاۃ جو صفر ۱۳۹۷ھ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں منعقد ہوئی، اس میں بھی آپ شریک رہے۔ نیز موتمر العالمی الاول لتعلیم الاسلامی جو ۱۳۹۷ھ میں جامعۃ الملک عبد العزیز کے زیر اہتمام مکۃ المکرمہ میں منعقد ہوئی اس میں بھی آپ شریک تھے۔

صبر و عزیمت، حلم و بردباری کا یہ مثالی پیکر بمصداق فرمان باری: فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔ سنیچر کی شام ۲۵ر نومبر ۱۹۸۹ء مطابق ۲۵ر نومبر ۱۴۱۰ھ کو ہم سے جدا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نماز جنازہ بقیۃ السلف شیخ الحدیث سرپرست جامعہ سلفیہ حضرت مولانا عبید اللہ رحمانی حفظہ اللہ نے پڑھائی اور آبائی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

عرب ممالک میں بھی خصوصاً مکۃ المکرمہ و مدینۃ المنورہ میں ابناء جامعہ رحمانیہ نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

امیر محترم مرحوم کی جماعتی زندگی جس قدر درخشاں تھی، آپ کی گھریلو زندگی بھی اسی قدر تابناک تھی۔

AsliAhleSunnet.com

اس لیے کہ میں نے آپ کو آپ کے خاندان کے ایک فرد ہونے کی وجہ سے بہت قریب سے دیکھا ہے۔

آپ خاندان کے سب سے باوقار اور معزز فرد تھے، خاندان کے تمام امور میں آپ کو بالادستی حاصل تھی، کوئی بھی اہم کام آپ کے مشورہ کے بغیر انجام نہ پاتا۔ تمام اختلافی امور میں آپ کی طرف رجوع کیا جاتا اور اکثر و بیشتر معاملات میں آپ کا حکم "قول فیصل" ہوتا۔

کسی منکر کے انکار کے لیے آپ کو زبان کھولنے کی ضرورت کم پیش آتی، صرف ایک ادنیٰ اشارہ کافی ہوتا۔

گھر میں خوشی کے مواقع پر آپ سب سے زیادہ خوش نظر آتے، اور اس قسم کی تقریبات میں نہ صرف شریک ہی رہتے بلکہ اس کے منتظم و سرپرست خود ہوتے۔ آپ کے مزاج میں تلون، آپ کی شخصیت میں ہمہ گیری، آپ کی طبیعت میں ٹھہراؤ آپ کے کلام میں اس قدر جاذبیت اور آپ کے اندر اسقدر تحمل و بردباری تھی کہ جب آپ کا دشمن بھی آپ سے ملتا تو آپ سے متاثر ہو کر آپ کا گرویدہ ہو جاتا، اور وہ لوگ جو درپردہ شعوری یا لاشعوری طور سے آپ پر لعن طعن کرتے، آپ سے مل کر آپ کے مداح بن جاتے۔

آپ گھر کے بچوں پر بے حد شفیق اور بچے آپ سے بے حد مانوس رہتے۔ آپ بچوں پر کسی قسم کے تشدد کے خلاف تھے، بچوں کے خالص اسلامی نام رکھنے اور اسلامی تعلیم دلانے کے قائل تھے۔

ایک موقع پر آپ نے مجھ سے فرمایا تھا، "تحصیل علم کا مقصد حصول اسناد نہیں بلکہ شخصیت کی تکوین اور صلاحیت کا نکھار ہے۔"

آپ کی دینداری اور خدا ترسی مسلم تھی۔ جامع مسجد اہل حدیث (مدن پورہ) میں آپ فجر و عشاء کی نماز کے مستقل امام تھے اور قبل از مرض پابندی سے نماز پڑھاتے رہے۔ فجر کی نماز کے بعد اکثر و بیشتر مصلیٰ پر بیٹھے رہتے، اور واقفین سے ملتے رہتے اور ان کے مسائل سنتے۔

لیلۃ القدر کی نماز میں بھی آپ ہی پڑھاتے، لوگ دور دراز سے آپ کی اقتدار میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل کرنے کے لیے آتے۔ آپ کی دعا اس قدر پرسوز اور موثر ہوتی کہ حاضرین کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔

آج جب مرحوم ہمارے درمیان نہیں ہیں، گھر، جامعہ اور جمعیۃ کا ہر فرد اپنے آپ کو یتیم سا محسوس کر رہا ہے اور جب بھی آپ کا ذکر خیر ہوتا ہے آنکھیں خلا کو گھورنے لگتی ہیں۔ گویا آپ کو تلاش کر رہی ہوں۔

رب کریم آپ کو جنۃ الفردوس میں انبیاء و شہداء کے ساتھ جگہ دے اور آپ کے تربت کدہ کو منور و معطر کر دے، اور آپ کے جملہ متعلقین کو صبر و استقامت کی توفیق دے۔ آمین

AsliAhleSunnet.com

مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر

چند تعزیتی پیغامات و مکتوبات

محترم امیر جمعیۃ اہل حدیث ہند جناب مولانا عبدالوحید صاحب سلفی کے انتقال پر ملک و بیرون ملک سے برقیات ٹیلیفون تعزیتی قرار دادیں اور مکتوبات بڑی تعداد میں موصول ہوئے اس خلوص کے لئے ہم تمام حضرات کے شکر گذار ہیں، اور تمام حضرات کی صحت و عافیت کے متمنی ہیں، تمام پیغامات و مکتوبات کی اشاعت چونکہ بہت مشکل ہے اسلئے ذیل میں مرحوم سے متعلق ہم بعض تعزیتی پیغامات مکتوبات کو پیش کر رہے ہیں۔

ادارۂ تحریر

شارقہ کے حاکم جناب سلطان بن محمد القاسمی تحریر فرماتے ہیں کہ:

۱۔ شیخ عبدالوحید کی خبر وفات بڑے رنج و غم سے سنی گئی، ہم اس موقع پر پر خلوص تعزیت پیش کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اور اعزا و اقارب کو صبر و سکون بخشے۔

ہماری تمنا ہے کہ مرحوم کے بعد بھی جامعہ اپنے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے سرگرم کار رہے۔ والسلام!

دوحہ، قطر سے وزیر تعلیم و تربیت جناب عبدالعزیز عبداللہ ترکی تحریر فرماتے ہیں کہ:

۲۔ بذریعہ خط شیخ عبدالوحید کی وفات کی خبر معلوم ہوئی، مرحوم نے دین اسلام کی خدمت کے سلسلے میں گرانقدر کوشش کی، اور ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کے لئے سرگرم عمل رہے، اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے، ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جامعہ کے لئے مرحوم کا ایسا جانشین میسر کرے گا جو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں پورے طور پر سرگرم رہے گا۔

حرم مکی سے امام و خطیب جناب شیخ محمد بن عبداللہ السبیل تحریر فرماتے ہیں کہ:

۳۔ مورخہ ۳ ر دسمبر ۸۹ ء کے مکتوب سے شیخ عبدالوحید کی وفات کی خبر معلوم ہوئی جس سے سخت صدمہ ہوا، اس موقع پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے، آپ اور ہم سب کو صبر کی توفیق بخشے، اور جامعہ سلفیہ کو مرحوم کا بہتر جانشین عطا فرمائے، والسلام!

مکہ مکرمہ سے رابطہ عالم اسلامی کے معاون جنرل سکریٹری جناب شیخ محمد بن ناصر عبودی فرماتے ہیں کہ:

۴۔ شیخ عبدالوحید کی خبر وفات سے سخت قلق ہوا، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ہم لوگوں کو صبر کی توفیق

AsliAhleSunnet.com

بخشے ، اور اہل وعیال نیز جامعہ کو ان کا اچھا جانشین مرحمت فرمائے ۔ والسلام !

مدینہ منورہ / سے عالی جناب شیخ صالح حصین تحریر فرماتے ہیں کہ :

۵ ۔ شیخ عبدالوحید بن عبدالحق کی خبر وفات سے دل کو سخت صدمہ لاحق ہوا ، ہم اس عظیم مصیبت پر " انا للہ وانا الیہ راجعون " کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے ، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے ، میری طرف سے مرحوم کے اعزاء واقارب کو اور جامعہ سلفیہ کے تمام متعلقین کو سلام وتعزیت پہونچا دیجئے ، اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اجر عظیم سے نوازے ۔ والسلام !

مکہ مکرمہ / سے جناب شیخ عبداللہ بن سلیمان منیع تحریر فرماتے ہیں کہ :

۶ ۔ خط کے ذریعہ شیخ عبدالوحید کی خبر معلوم ہوئی ، مجھے اس سے بہت صدمہ پہونچا ، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے ، ان کو جنت عطا فرمائے ، غمزدگان کو اجر اور صبر کی توفیق بخشے ، اور ہمیں ہر طرح کے فتنوں اور رنج وغم سے محفوظ رکھے ۔ والسلام !

دار الافتاء ریاض / سے شیخ محمد بن قعود تحریر فرماتے ہیں کہ :

۷ ۔ خط کے ذریعہ شیخ عبدالوحید کی خبر وفات معلوم کر کے صدمہ ہوا ، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے ، اہل وعیال کو صبر کی توفیق سے نوازے ، مرحوم کی دینی وعلمی خدمات قبول فرما کر ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ، اور ان کے جانشین کو اسلام کی خدمت جاری رکھنے کا حوصلہ بخشے ، میری طرف سے اور دار الافتاء کے صدر شیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ کی طرف سے مرحوم کے اہل وعیال کو تعزیت پہونچا دیجئے ۔ والسلام !

دبئی / سے جمعیۃ الاصلاح والتوجیہ الاجتماعی کے جنرل سکریٹری جناب محمد صالح الرئیس تحریر فرماتے ہیں کہ :

AsliAhleSunnet.com

۸۔ شیخ عبدالوحید کی خبر وفات کو ایمان واحتساب سے سنا گیا، ہر متنفس کا یہی انجام ہے، اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ مرحوم کے برادران ومخلصین کے ذریعہ ان کے خلا کو پُر کرنے، اور آئندہ ہمیں ان کے مقاصد کو پورا ہوتا دکھائے، مرحوم کیلئے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت مرحمت فرمائے۔ والسلام!

دارالعلوم دیوبند، سے جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب نے فرمایا:

۹/۱۱/۱۹۸۹ء

۹۔ گرامی نامہ سے جناب مولانا عبدالوحید صاحب سلفی کے سانحۂ ارتحال کی خبر ہوئی، جس سے قلبی رنج وصدمہ پہونچا، مرحوم نے جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے دین وملت کی بڑی خدمات انجام دی ہیں جو فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ خداوند کریم مرحوم کی مغفرت فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، نیز پسماندگان کو صبر جمیل وجماعت وادارہ کے لئے نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

دارالعلوم دیوبند میں مرحوم کے لئے دعائے مغفرت وایصال ثواب کرایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

بندہ کی طرف سے ارکان مدرسہ ومرحوم کے پسماندگان تک تعزیت مسنونہ کا پیغام پہونچا کر شکر گذار فرمائیں

ندوۃ العلماء لکھنؤ، سے جناب مولانا سعید الاعظمی ندوی صاحب نے فرمایا:

۸ر دسمبر ۱۹۸۹ء

۱۰۔ یہ ہم سب اہل مدارس اور طبقۂ علماء کے لئے ایک بڑا حادثہ ہے، مولانا کی ذات سے بہت سے علمی اور دینی کام وابستہ تھے اور انہوں نے بہت سے عظیم الشان کاموں کی بنیاد ڈالی، جامعہ سلفیہ انہی کی کوششوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے، اس طرح کے اور بہت سے ادارے اور دینی کام ان کی خاموش کوششوں سے جاری تھے، اور ہیں۔ ان کی وفات سے ایک بڑا خلاء پیدا ہو گیا اور اس میدان کا ایک مجاہد چلا گیا، یہ اتنا بڑا خسارہ ہے جس کی تلافی بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے کوئی سبیل پیدا فرمادیں۔

ندوہ سے تعزیت کا تار بھیجا گیا امید ہے کہ بر وقت پہونچا ہوگا، ہم سب اس حادثہ سے غمگین ہیں، اور یہ تنہا آپ حضرات کا

AsliAhleSunnet.com

غم نہیں بلکہ ہزاروں افرادِ ملت کا مشترک غم ہے ، اللہ تعالیٰ ہمارے زخموں پر مرہم رکھیں ، اور اس خلا کو اپنے فضل سے پُر کریں ، اور جامعہ سلفیہ جو ان کی اہم ترین یادگار ہے ، اس کو ہر طرح کے شر و رفتن سے محفوظ رکھ کر اس کو ہر طرح مزید برگ و بار آور بنائیں آمین

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائیں اور رحمت و مغفرت سے نوازیں ، اور ان کی تمام دینی اور علمی کوششوں اور قربانیوں کو قبول فرمائیں ، ہماری طرف سے تعزیت مسنونہ ان کے اہل خاندان اور قریبی رشتہ داروں اور تمام اساتذہ وطلبہ کی خدمت میں معروض ہے ، قبول فرما کر ممنون کریں ۔

(نوٹ) غائبانہ نماز جنازہ بھی مسجد ندوۃ میں ادا کی گئی ۔

دار المصنفین اعظم گڈھ

سے جناب مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے فرمایا :

۱۷ر دسمبر ۱۹۸۹ء

۱۱ - مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا عبد الوحید صاحب سلفی کے حادثۂ فاجعہ کی اطلاع ملی جس سے بڑا صدمہ ہوا ، اس ناچیز کی مولانا سے دو ایک بار کی ملاقات تھی ، ان کی پاکیزہ اور متواضع شخصیت کا ابھی تک دل پر اثر ہے ، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور وابستگان جماعت اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور جماعت کو ان کا نعم البدل نصیب کرے (آمین ! ۔

دسمبر کا معارف مکمل ہو چکا اس لئے مولانا کے حادثہ کا ذکر اس میں ممکن نہیں تھا ، جنوری میں تو بہت تاخیر ہو جائے گی ، بہر حال مہربانی کر کے میری اور دار المصنفین کی جانب سے حضرت مولانا کے متعلقین کی تعزیت و تسلی فرما دیجئے ، دار المصنفین اس غم میں ان کا شریک ہے ۔

دہلی

سے جناب حکیم عبد الحمید صاحب نے فرمایا :

۶ر دسمبر ۱۹۸۹ء

۱۲ - مولانا عبد الوحید صاحب سلفی کی رحلت کی اطلاع ملی ، بڑا افسوس ہوا ، انہوں نے جامعہ سلفیہ کی بڑی خدمت کی ہے دعا ہے خدا ان کی مغفرت فرمائے ، اور متعلقین و پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ہو ، آمین !

AsliAhleSunnet.com

۱۳۔ محترم ڈاکٹر سید عبدالحفیظ صاحب سلفی نے فرمایا کہ: "محترم رفیق جناب مولانا عبدالوحید سلفی کے انتقال پُر ملال کی خبر سہ روزہ دعوت اخبار کے ذریعہ ۲ ردسمبر کو اس ناچیز کو ملی اور اسی وقت عجب سکتہ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ مرحوم بھائی کی جدائی کا صدمہ اور خسارہ ایک خاندان کا نہیں بلکہ پوری جماعت اور ملت کا ہے۔"

۱۴۔ محترم مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری نے فرمایا کہ: "یقیناً مرکزی دارالعلوم بنارس کے ناظم اعلیٰ، اور مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا عبدالوحید صاحب سلفی کی وفات حسرت آیات جماعت و ملت کے لیے ایک عظیم حادثہ ہے، جس سے ہر فرد جماعت کو بے انتہا صدمہ و غم ہے۔"

۱۵۔ ڈاکٹر مختارالدین احمد آرزو صاحب نے تحریر فرمایا:

"مولانا عبدالوحید سلفی کی رحلت کی اطلاع جامعۃ السلفیہ کے ناظم مولانا سالم محمد فاروق صاحب نے دی تھی، یاد آتا ہے کہ تعزیت کا خط انھیں لکھ دیا تھا۔ اب آپ کا رسالہ آیا تو اس سے ان کی علالت، عمل جراحی اور وفات کی خبر ملی، لیکن بہت اختصار سے، ضرورت تھی کہ آپ کے عربی و اردو رسالوں میں زندگی اور ان کے کارناموں پر مفصل مضمون ہو۔

کیا کہوں ان کی وفات کا کس قدر صدمہ ہوا، ان کی رحلت ایسے وقت ہوئی جب ملت اسلامیہ جمعیۃ اہلحدیث اور جامعہ سلفیہ کو ان کی ضرورت تھی، انھوں نے اپنی جماعت کو مستحکم کیا اور بہت حد تک منظم اور جامعہ سلفیہ کو ترقی دے کر دین کی بڑی خدمت انجام دی۔ اللہ انھیں اس کا اجر دے، ان کے گناہوں کی مغفرت فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

آپ کو جو صدمہ پہنچا ہوگا، اس کا مجھے اعتراف ہے۔ خدا آپ کو صبر جمیل عطا کرے، اور آپ سب لوگوں کو اس کی توفیق دے کہ ان کے شروع کیے ہوئے کاموں کو درجۂ تکمیل تک پہنچائیں۔"

۱۶۔ محترم ڈاکٹر محمد ضیاءالرحمٰن اعظمی نے فرمایا: "ناظم جامعہ سلفیہ جناب عبدالوحید صاحب کے انتقال کی افسوسناک خبر سے دل کو بڑا صدمہ پہنچا، مرحوم کی دینی اور ملی خدمات کا ایک تسلسل ذہن میں گھومنے لگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی ان خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔"

۱۷۔ محترم شیخ عین الباری نے فرمایا: "مرحوم کی رحلت جماعت کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے، اللہ تعالیٰ اسے پُر کریں، اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔"

AsliAhleSunnet.com

جامعہ دار الہدیٰ یوسف پور سدھارتھ نگر سے جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمانی نے فرمایا :

۵ ردسمبر ۱۹۸۹ء

۱۸۔ ناظم صاحب جامعہ سلفیہ بنارس و امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند حضرت مولنا عبد الوحید عبد الحق صاحب السلفی البنارسی کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ہم لوگوں کو بہت بعد میں ملی، اس خبر وحشت اثر سے پورا مدرسہ سوگوار ہو گیا، مولنا مرحوم کی یاد میں دار الہدیٰ کی عالیشان مسجد میں ایک مجلس تعزیت منعقد کی گئی، جس میں مرحوم کی جماعتی خدمات اور دیگر مثالی کارناموں کو سراہا گیا اور اعتراف کیا گیا کہ ان کا حادثۂ موت تنہا ایک فرد ایک خاندان کا حادثہ نہیں ہے، بلکہ پوری ملت و جماعت کا حادثۂ فاجعہ ہے۔ ؎

وما کان قیس هلکه هلک واحد
ولکنه بنیان قوم تهدما

انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد جبکہ پوری جماعت مایوسی کا شکار تھی، اور ایسا لگتا تھا کہ اہل حق کی یہ جماعت نہ صرف یہ کہ اپنی امتیازی حیثیت کھو بیٹھے گی بلکہ گمنامی کے غار میں بھی چلی جائے گی، لیکن نوگڈھ کانفرنس کے بعد جماعت نے کروٹ لی اور بیداری کی جو لہر آئی اس میں اہل بنارس پیش پیش تھے، اور نتیجۃً جامعہ سلفیہ کے قیام، اور احباب بنارس کی جماعتی غیرت و حمیت اور بے لوث خدمات اور خلوص نے جماعت کو ایک نیا رخ عطا کیا، اس لئے آج ہم فخر کے ساتھ بحیثیت جماعت ملک و بیرون ملک میں اپنا سر اونچا کر سکتے ہیں۔ مولانا مرحوم کے دور نظامت میں جامعہ سلفیہ نے جو ہمہ جہتی ترقی ہے وہ کسی ہوشمند آدمی سے پوشیدہ نہیں، ہم سب اہل مدرسہ نے مولانا مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی، اور اب بھی دعا گو ہیں کہ بار الہا! مولانا مرحوم کی خطاؤں اور لغزشوں کو درگذر فرما، اور ان کی ملی و جماعتی خدمات اور دیگر تمام حسنات کو قبول فرما کر انھیں فردوس بریں میں جگہ عنایت فرما، اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے، آمین! اللھم اغفرلہ وارحمہ واجعل الجنۃ مثواہ۔

جامعہ عالیہ عربیہ مئو سے پیغام تعزیت :

۳ ردسمبر ۱۹۸۹ء

۱۹۔ فروغ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک ؎ مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

بڑے اندوہ وغم کے ساتھ یہ جانکاہ خبر آئی اور سنی گئی کہ کاروان جماعت کے امیر اور دعوت سلفیت کے مرکزی ستون حضرت مولینا عبد الوحید صاحب ناظم جامعہ سلفیہ اور مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کے امیر اللہ کو پیارے ہو گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خبر ملتے ہی پورے مئو میں

AsliAhleSunnet.com

اور خصوصاً جامعہ عالیہ عربیہ میں ماحول سوگوار ہو گیا، اور بطور اظہار غم جامعہ میں تعطیل کر دی گئی، ذمہ داران جامعہ اور اساتذہ کی کثیر تعداد مدفین میں شرکت کی غرض سے عازم بنارس گئی، مولانا مرحوم کو جامعہ عالیہ کے ساتھ قدیم زمانہ سے جو تعلق خاطر تھا اس کی بنا پر یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ اس سانحہ کو یہ جامعہ خود اپنا ہی المناک سانحہ تصور کرتا ہے۔

تقسیم ملک کے بعد جماعت کی تعلیمی و تنظیمی بساط درہم برہم ہو گئی تھی، اور خصوصیت سے کسی مرکزی درسگاہ کے فقدان سے طالبانِ علم پر انتشار و حیرانی کا وہ عالم تھا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، طالبان علم گویا اس مصرع کا مصداق تھے۔ ع

"ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں"

اس کشمکش کے عالم میں مرکزی دار العلوم کے قیام نے امید کا ایک چراغ روشن کیا اور جن لوگوں نے اس قندیل روحانی کو فروزاں کیا ان میں مولانا عبد الوحید اور ان کے قریبی بزرگوں کا ہاتھ سب سے نمایاں رہا، مولانا نے اس مرکز کے قیام پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اپنی پوری زندگی اس کی آبیاری میں صرف کر دی، اور آج اس مرکز علم کو ہند و بیرون ہند میں نیک نامی اور تفوق حاصل ہے اس کا سہرا مولانا مرحوم کے سر ہے، مرحوم کے خلوص و للہیت کا یہ ثمرہ ہے کہ اس ادارہ نے اتنی قلیل مدت میں وہ مقام حاصل کر لیا، جس مقام پر پہونچنے کے لئے صدیاں درکار ہوا کرتی ہیں۔ مرحوم کی بے ریائی، خوش خلقی، معاملہ فہمی، علم دوستی اور عزیمت کے ساتھ ایثار و قربانی نے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور آج ہر شخص اس سانحہ پر مرحوم کے محاسن ایک ایک کر کے یاد کرتا ہے، اور زبان حال سے کہہ رہا ہے۔ ؎

جانے والے کا عجب انداز تھا ہر گام پر ❊ دیر تک اہل نظر نقش قدم دیکھا کریں

آپ کی ذات جمعیت اہل حدیث ہند کی امارت کے منصب پر رہ کر تنظیم جماعت کا مرکزی ستون تھی تو تعلیمی مرکزیت مرکزی دار العلوم کی نظامت کے ذریعہ آپ کو حاصل تھی، ان دونوں ذمہ داریوں کو جس اولو العزمی اور خلوص کے ساتھ ادا کیا، اس کا اعتراف ہر فرد جماعت کو ہے اور بقول ؎ آنکھیں زباں نہیں ہیں مگر بے زباں نہیں

ہر فرد جماعت کی نمناک آنکھیں کہہ رہی ہیں کہ آج ہماری جماعت کا عظیم محسن ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ ہم اراکین جامعہ اور تمام اساتذہ اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی جملہ نیکیوں کو قبول فرمائے اور مغفرت و رضوان سے نوازے، ان کے خاندان اور پسماندگان کے زخمی دلوں کو صبر جمیل کا مرہم عطا فرمائے، اور مرکزی دار العلوم بنارس و مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے لئے نعم البدل پیدا کر کے ان کی مشکلات کو آسان کر دے۔ آمین!

AsliAhleSunnet.com

امارت اہلحدیث صادق پور پٹنہ بہار سے جناب مولانا عبدالسمیع صاحب نے فرمایا :

۷ر دسمبر ۱۹۸۹ء

۲۰ - مولینا عبدالوحید سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کی اطلاع مجلے بذریعہ موقر جریدہ سہ روزہ " دعوت " مورخہ ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ ملی، تعزیتی تار اور خطوط بحوالہ نمبر ۹۶ / ۵ / ۴۴۲ / الف بتاریخ ۲ / ۵ / ۱۴۱۰ھ، مطابق یکم دسمبر ۱۹۸۹ء جامعہ سلفیہ بنارس و مولانا عبدالوہاب صاحب خلجی، مرکزی جمعیۃ اہل حدیث، اہل حدیث منزل دہلی کی خدمت میں روانہ کر دیئے گیا ہے ــــــ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس، ملت و جماعت کو نعم البدل اور متعلقین و پسماندگان کو صبر جمیل اور سکون عطا فرمائے۔ آمین !

جامعہ سراج العلوم بونڈھیار۔ گونڈہ سے جناب مولانا عبدالسلام صاحب رحمانی نے فرمایا :

۱۱ر دسمبر ۱۹۸۹ء

۲۱ - اللہ تعالیٰ مرحوم امیر محترم کی مغفرت فرمائے، ان کے حسنات کو قبول کرے، انھیں صدیقین و صلحائے امت کا مقام بلند عطا فرمائے، اور جملہ پسماندگان کو صبر و اجر دے، اور جماعت و ملت کو ان کا نعم البدل عطا کرے، یہ حادثہ نہ صرف متعلقین و پسماندگان کے لئے جانکاہ و دلدوز ہے بلکہ پوری جماعت و ملت کے لئے ایک حادثہ عظیم ہے، اور اس حادثہ پر پوری جماعت تعزیت کی مستحق ہے۔

جامعہ دارالسلام عمرآباد سے جناب مولانا جمیل الرحمن عمری صاحب نے فرمایا :

۴ر دسمبر ۱۹۸۹ء

۲۲ پنجشنبہ کو مدراس سے اطلاع آئی کہ مولانا عبدالوحید سلفی جامعہ سلفیہ بنارس کا انتقال ہو گیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون ! یہ خبر بجلی کی طرح سارے جامعہ میں پھیل گئی، جامعہ کے ذمہ داران، اساتذہ اور طلبہ سب ہی لوگ اس خبر سے بے حد رنج و ملال محسوس کرتے رہے، جمعہ کے دن عمرآباد اور اطراف و اکناف میں نماز جنازہ غائبانہ بھی ادا کی گئی،

مرحوم بڑے وسیع الظرف، سنجیدہ، متین اور صلح جو آدمی تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آمین !

جماعت اہلحدیث اور جامعہ سلفیہ کے لئے یہ عظیم نقصان ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں جگہوں پر ان کا نعم البدل عطا کرے،

AsliAhleSunnet.com

جماعت کے شیرازہ کو منتشر ہونے اور جامعہ کی ترقی کو متاثر ہونے سے محفوظ رکھے، آمین!

جامعہ محمدیہ رائیدرگ آندھرا پردیش سے جناب مولانا عبدالغنی سیفی عمری صاحب نے فرمایا:

۱۱ر دسمبر ۱۹۸۹ء

۲۳- آپ کا مرسلہ ملفوف رنج و ملال سے بھرپور دکھ درد کی المناک داستان وجماعت کا المیہ لے کر پہونچا، ساری جماعت اہل حدیث رائیدرگ علماء وطلباء جامعہ کو بڑا صدمہ پہونچا، چہروں پر غم والم کے آثار ظاہر ہونے لگے، درد و دکھ سے زبانیں ساکت ہوگئیں، بالکل ایک سکتہ کا عالم چھا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

جماعت اہل حدیث گلدستوں سے منتشر شیرازہ آپ کی پہلی امارت نے متحد و متفق کر دیا، جماعت میں نظم وضبط پیدا ہوا، دوسری امارت نے تو جماعت کو تبلیغی و دعوتی میدان میں بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھایا۔

آہ! یہ محبت واخلاص کا پیکر عظیم اس قدر عجلت سے ہم سب کو داغ مفارقت دے کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملا، انا للہ! اللھم اغفر لہ۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ رب العزت مرحوم کی حسنات وجماعتی خدمات کو قبول فرما کر ان کی لغزشوں کو معاف فرمادے، آمین! اور جماعت کے لئے ایک سچے ہمدرد مخلص رہنما نصیب فرما، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما، آمین!

جماعت اہل حدیث ہند اور مرکزی دار العلوم جامعہ سلفیہ بنارس ایک عظیم رہنما سے محروم ہوگیا، انا للہ اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلفنی خیرا منہ۔

ڈمریا گنج سدھارتھ نگر سے جناب ڈاکٹر عبدالباری خان صاحب نے فرمایا:

۳۰ر نومبر ۱۹۸۰ء

۲۴- چار روز تاخیر کے بعد اچانک یہ خبر معلوم ہوئی کہ امیر جماعت اور ناظم جامعہ سلفیہ بنارس حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سلفی مدظلہ العالی کا انتقال ہوگیا ہے، اس خبر سے بے حد صدمہ ہوا، ناظم صاحب کی عنایتیں اور ہمدردیاں جو ہمارے ساتھ تھیں اور جماعت

AsliAhleSunnet.com

اور جامعہ سلفیہ کے لئے ان کی جو خدمات تھیں اس کو یاد کر کے بے حد کرب و تکلیف محسوس کر رہا ہوں، جس خلوص و محبت کے ساتھ ادارہ کو چلانے میں اپنا قیمتی وقت دیتے رہے وہ لائق تعریف ہے، اور اس کا اجر صرف خدا ہی دے سکتا ہے، اس خادم کی دعا ہے کہ مولانا مرحوم کو جنت نعیم میں جگہ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، خدا سے مغفرت کی دعا ہے۔

مرکز العلوم الاسلامیہ چنڈن بارہ بہار سے پیغام تعزیت:

۲۵۔ کل من علیھا فان کی روشنی میں تشریف لانے والے ہر فرد بشر کے لئے فنا لازمی شی ہے، اس میں چنداں شبہ نہیں کہ امیر محترم کی وفات اہل حدیثان ہند کے لئے ایک صدمۂ عظیم ہے، ہم جملہ اساتذہ اراکین اور طلبۂ مرکز العلوم الاسلامیہ اس وقت آپ کے دکھ و غم میں برابر کے شریک ہیں، لیکن دستور ازلی کو مدنظر رکھتے ہوئے صبر جمیل کے ساتھ ان کے تبلیغی دعوتی اور جماعتی سرگرمیوں سے وراثۃً دل چسپی ہی آپ کے لئے عین عقیدت و محبت ہے — فاصبر صبرا جمیلا۔

رب العالمین آپ کو صبر کی توفیق بخشے اور امیر محترم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین!

متحدہ عرب امارات سے ابنائے جامعہ سلفیہ نے فرمایا:

۲۶۔ جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالوحید مرحوم کی سانحۂ وفات کی خبر ملک و بیرون ملک احباب جماعت نیز جماعت اور جامعہ سے علمی و فکری تعلق رکھنے والوں کے لئے باعث رنج و الم ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غفر اللہ لہ وأعظم اجر الصابرین۔

آپ کی وفات سے مرکزی جمعیۃ اہل حدیث اور جامعہ سلفیہ ایک بہت بڑے مخلص قائد سے محروم ہوگئی ہے، مرحوم کی شخصیت مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند اور جامعہ سلفیہ سے غیر معمولی وابستگی کے سبب عالم اسلام میں ایک محترم اور مقتدر شخصیت کے طور پر متعارف تھی۔

اور یہ واقعہ ہے کہ مرحوم نے جامعہ سلفیہ کی تاسیس سے لے کر اس کی تعمیر و ترقی میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل و کرم سے نہایت اہم رول ادا کیا ہے، عالمی سطح پر جامعہ کا علمی وقار بلند کرنے کی خاطر دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن قربانیاں دینے میں پیش پیش رہے برصغیر کے دینی اداروں میں جامعہ سلفیہ کا تعلیمی معیار بلند کر کے اسے امتیازی و مثالی حیثیت کا حامل ادارہ بنانے میں آپ نے بہت گہری دل چسپی لی۔

AsliAhleSunnet.com

اس قدر عظیم ذمہ داریوں کے ساتھ گذشتہ کئی سالوں سے اعیان جماعت نے آپ کو جماعت کی امارت کی ذمہ داری بھی سونپ دی تھی، جسے مرحوم کثرت مشغولیت اور ذمہ داریوں کے تنوع اور ضخامت کے باوجود بحسن وخوبی نبھاتے رہے، اور یہ حقیقت ہے کہ جماعت ان دنوں جن حالات سے گذر رہی تھی اور آپ خود جن ظروف وحالات سے دوچار تھے اس کے پیش نظر آپ نے جماعت کی بہتری کے لئے بہت کچھ کیا، تقبل اللہ مساعیہ۔

مرحوم کے اندر ایک بہت قابل قدر اور امتیازی شان یہ تھی کہ آپ غیر معمولی جماعتی، مسلکی غیرت وحمیت کے حامل تھے، اس کا اندازہ ان لوگوں کو اچھی طرح ہے جنہوں نے مرحوم کو قریب سے دیکھا ہے، یہی وجہ ہے مدۃ العمر، تمام مصلحتوں سے بالاتر، سلفیت کی حمایت اور اس کے دفاع اور اس سے مکمل وابستگی آپ کا نصب العین رہا، یہ وہ مقام ہے جہاں بڑے بڑے مدعیان سلفیت کے قدم ڈگمگاتے دیکھے گئے ہیں، داہمانہ مصلحت پرستیوں سے تلون مزاجی اور ضعیف الاعتقادی کا شکار ہوگئے، فللہ درہ۔

یہاں متحدہ عرب امارات میں مقیم تمام ابناء جامعہ سلفیہ نے خصوصاً اور ہند وبیرون ہند کے دیگر احباب جماعت نے مرحوم کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور جماعت وجامعہ کے لئے اپنی نیک تمناؤں کا بھی۔

اللہ تعالی مرحوم کو اپنی رحمت ومغفرت کا مستحق بنائے، پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے، اور جماعت وجامعہ کو آپ کی جدائی سے جو خلاء محسوس ہو رہا ہے اسے پُر کرنے کے لئے نعم البدل عطا کرے، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ ہم لوگوں کی ہمدردیاں اور نیک تمنائیں جماعت وجامعہ اور احباب جماعت کے ساتھ ہیں۔

کلکتہ سے جناب مولانا محمد سلیمان میرٹھی صاحب نے فرمایا:

۲۷۔ مرحوم کے انتقال سے جماعت میں جو عظیم خلا پیدا ہوا ہے اور جامعہ اپنے یوم تاسیس ہی سے جس بطل جلیل کی رہنمائی واہتمام میں ترقی کے منازل طے کر رہا تھا اس سے محرومی ایک عظیم خلا ہے جسے آسانی سے پُر نہیں کیا جاسکے گا، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

انتقال کی خبر سے دل پر جو گذری وہ ناقابل تحریر ہے، موجودہ حالات میں جماعت اور جامعہ ہی کو نہیں بلکہ پوری قوم کو ایسے دور اندیش اور صاحب الرائے بزرگوں کی شدید ترین ضرورت ہے ـــ اللہ تعالی مرحوم کی لغزشوں سے درگذر فرمائیں اور حسنات کو قبول کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، آمین، ـــ میں اپنی اور جماعت اہل حدیث کلکتہ کی طرف سے یہ تعزیتی پیغام مرحوم کے ورثاء تک پہونچا رہا ہوں، اللہ تعالی ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہر طرح ان کا حامی وناصر ہو۔

AsliAhleSunnet.com

جلگاؤں

سے جناب فاروق اعظمی صاحب نے فرمایا :

۲۸ - مولانا عبدالوحید صاحب سلفی امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند و ناظم جامعۃ السلفیہ بنارس کے انتقال پر ملال کی خبر بمبئی اور وہاں سے خبر جلگاؤں پہونچی تو بجلی بن کر دل و دماغ کو ماؤف کر گئی، مرحوم سے بار ہا دینی اجلاس و اجتماعات اور جماعتی کانفرنسوں اور میٹنگوں میں ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے، جب بھی بڑے انشراح قلب، خلوص و محبت اور خندہ پیشانی سے ملے، ہر ملاقات میں ایک بھائی کی محبت، ایک بزرگ کی شفقت اور امیر کی امارت کا احساس بیک وقت بیدار ہو جاتا۔

موصوف انتہائی خلیق، ملنسار، متحمل مزاج، بردبار، متقی، پرہیزگار، شریف النفس اور معاملہ فہم انسان تھے، ان کی بے نفسی اور خدا ترسی سلف صالحین کی یاد تازہ کرتی تھی، یہی وہ اوصاف تھے جس کی وجہ سے اخوان اہل حدیث ہند نے انہیں جماعت کا امیر منتخب کیا تھا نیز ہندوستان کے سب سے بڑے سلفی ادارہ جامعۃ السلفیہ بنارس کی نظامت کا بوجھ بھی مرحوم و مغفور کے کاندھے پر ڈال تھا، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات حسنہ کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے، اور جماعت میں امارت اور نظامت کا جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کا بہتر بدل عطا فرمائے، آمین!

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ نیز ان کے پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ (آمین)۔

کرشنا نگر نیپال

سے جناب مولانا عبداللہ مدنی صاحب نے فرمایا :

۱؍ دسمبر ۱۹۸۹ء

۲۹ - مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے امیر اور جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلیٰ محترم مولانا عبدالوحید سلفی رحمہ اللہ کی وفات کی دلدوز اطلاع ملی، اس غمناک حادثہ نے ہم سب کو بے حد متاثر کیا، اس وقت جبکہ ان جیسے مخلص حساس اور دردمند دل رکھنے والے قائد کی زیادہ ضرورت تھی، وہ ہمارے درمیان سے اٹھ گئے، اب ہمارے لئے قرآنی نقطۂ نظر کے مطابق " الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون " کے علاوہ کوئی چارہ کار بھی نہیں ہے، اللہ ہم سب کو صابرین میں سے بنائے۔

جامعہ سلفیہ کے قیام کے پہلے دن ربع صدی تک امانت عامہ کا بار عظیم جس ہمت لگن اور حوصلہ کے ساتھ اٹھایا وہ انہیں کا حصہ تھا

AsliAhleSunnet.com

جامعات اسلامیہ کی تعلیمی تاریخ میں ان کی گرانقدر خدمات فراموش نہیں کی جاسکیں گی۔

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی امارت کی عظیم ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد آپ نے جماعت کو بے حد منظم بنانے کی خاطر جو مخلصانہ کاوشیں کیں اس کے ثمرات سب کے سامنے ہیں، اور یہ ساری خدمات ان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنیں گی۔

اللہ امیر رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں مقام بلند عطا فرمائے، اور جامعہ سلفیہ بنارس کے جملہ وابستگان، مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند سے تعلق رکھنے والے تمام افراد اور آپ کے اہل خاندان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، اور جماعت اور جامعہ سلفیہ کو باوقار، مخلص اور باعمل قائد اور سربراہ عطا فرمائے۔ آمین!

پاکستان سے جناب مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے فرمایا:

۰۳۰ - یہ خبر صاعقہ اثر برق خاطف بن کر گری، اور خرمن امن وسکون کو برباد کر گئی، حضرت مولانا مرحوم سے راقم کو ذاتی نیاز تو حاصل نہیں تھا لیکن ان کے بارے میں جو تاثرات ہم تک پہنچے جو معلومات ہمیں حاصل ہوئیں، اور ان کے جو بعض فاضلانہ خطبہ ہائے صدارت نظر سے گذرے، ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ موصوف خاندانی وجاہت وثروت کے ساتھ ساتھ اپنے دور کی ایک عظیم شخصیت تھے جو علم وفضل کے اعتبار سے بھی نہایت ممتاز اور قیادت اور سیادت کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ مند تھے۔

مولانا موصوف مرکزی دارالعلوم بنارس ہند کے بانی خاندان کے فرد ہی نہ تھے بلکہ اس عظیم ادارے کے ایسے ناظم تھے جن کو ادارے کے مفادات اور اس کی ترقی سے اسی طرح دلچسپی تھی جس طرح کسی شخص کو اپنے جگر پاروں سے محبت اور ان کے مفادات عزیز تر ہوتے ہیں، پھر اس سے بھی بڑھ کر وہ کل ہند سطح پر مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر تھے، اور واقعہ یہ ہے کہ وہ اس منصب کے لئے بھی موزوں ترین آدمی تھے۔ گویا ؎ خلعتے ہست کہ بر قدِ او دوختہ اند

اس لحاظ سے بلا شبہ وہ دنیا ودین کی جامعیت کا ایک بہترین نمونہ، قدیم وجدید کا حسین امتزاج اور علم وفضل اور سیادت وقیادت کا ایک پیکر جمیل تھے۔

راقم کو سلفیان ہند کے جن موجودہ اکابر سے غایت درجہ عقیدت اور ان کی زیارت کی تمنا اور آرزو ہے، ان میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی حفظہ اللہ صاحب مرعاۃ المفاتیح کے بعد مولانا عبدالوحید سلفی ہی دوسرے نمبر پر تھے جو اب ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئے۔

AsliAhleSunnet.com

۳۰ ستمبر و یکم اکتوبر ۱۹۸۹ء کو دہلی میں کل ہند شبان اہل حدیث کانفرنس کے لئے راقم کے نام بھی دعوت نامہ آیا تھا، لیکن اس وقت "تنقیح الرواۃ" جلد چہارم کی کتابت و تصحیح کا کام بالکل آخری مرحلے میں تھا، اس لئے اس کو ادھورا چھوڑ کر جانا مناسب نہیں سمجھا۔

اب مولانا مرحوم کی خبر وفات کے بعد اپنے اس فیصلے پر بڑی ندامت ہو رہی ہے، کہ کاش دعوت نامے کے مطابق دہلی چلا جاتا تو مولانا مرحوم کی زیارت سے محرومی کا صدمہ تو نہ ہوتا، لیکن "ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن" کے تحت مشیت الٰہی یہی کچھ تھی جواب سامنے آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور جماعت اہل حدیث کو ان کے نعم البدل سے نوازے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

المعہد الاسلامی نیپال / سے جناب مولانا عبد الحی صاحب مدنی نے فرمایا:

۱۳۱۔ آپ کی وفات سے جامعہ اور جماعت کو جو صدمہ ہوا اور ان میں جو خلا رہا ہے اس کا پُر ہونا مشکل نظر آتا ہے، محترم ناظم صاحب نے جس محنت و جانفشانی سے جامعہ سلفیہ کو تعلیمی و تعمیری میدان میں ترقی دی، ملک و بیرون ملک اس کا وقار بلند کیا جس یکسوئی سے ایک چوتھائی صدی پر بے لوث اس کی خدمت کرتے رہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے، اور ان کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آج جامعہ سلفیہ سے فیض یافتہ سبھی اشک بار ہیں، اور آپ کے لئے دعاء مغفرت کر رہے ہیں۔ اللّٰھم تقبل۔

جماعت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں اس وقت دی گئی جبکہ اس کی حالت بہت نازک تھی، آپ نے اپنی دانائی، دانشمندی، حکمت و بصیرت سے اسے جس مقام پر پہونچایا وہ سب پر عیاں ہے، ابھی کچھ دنوں قبل "کل شبان اہل حدیث کنونشن" کا انعقاد اور اس کا حسن و خوبی اختتام اس کی زندہ مثال ہے، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

وفات کی خبر پاکر بعد نماز عصر نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی اور ایک تعزیتی اجلاس بھی منعقد کیا گیا، جس میں راقم الحروف اور مولانا عبد اللہ صاحب مدنی جھنڈانگری استاذ المعہد الاسلامی نے خطاب فرمایا، موصوف کی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کی وفات کو برصغیر بلکہ دنیا بھر کے اہلحدیثوں کے لئے ایک عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کے لئے دعا کی، اور جماعت و جامعہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے ان کا نعم البدل مانگا۔

AsliAhleSunnet.com

تعزیتی اجلاس بر وفات حضرت آیات امیر جمعیۃ اہلحدیث ہند

امیر جمعیۃ اہل حدیث ہند و ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس جناب الحاج مولانا عبدالوحید عبدالحق صاحب سلفیؒ کی وفات پر جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمانی بن شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ صاحب رحمانی مبارکپوری ناظم اعلیٰ مدرسہ عربیہ دارالتعلیم مبارکپور کی صدارت میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں مدرسہ کے اراکین، اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی۔

مولانا موصوف نے امیر جمعیۃ کے حیات، کارنامے اور خدمات پر مفصل روشنی ڈالی، اور آپ کی وفات کو نہ صرف جمعیۃ اہل حدیث ہند بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ مولانا کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں ایک عظیم نعمت تھا، اور آپکی رحلت سے جماعت و ملت بالخصوص جامعہ سلفیہ کو جو خسارہ لاحق ہوا ہے اس کی تلافی مشکل ہے۔

آخر میں صدر اجلاس نے انتہائی سوز و گداز کے ساتھ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی لغزشوں سے درگذر فرمائے اور انکی حسنات اور اجتماعی و ملی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ان کا حشر فرمائے، نیز ان کے اہل خانہ، اعزہ، اقرباء اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اور ان کے اعمال صالحہ کو جاری رکھنے کی توفیق بخشے، اور جماعت و جامعہ سلفیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

مدرسہ عربیہ دارالتعلیم، صوفی پورہ، مبارکپور۔ اعظم گڑھ۔

AsliAhleSunnet.com

امیر جمعیۃ کی وفات پر

جامعہ محمدیہ میں تعزیتی اجلاس

محمد انور جامعی سلفی، جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں

۲۶ر نومبر کی صبح محترم مولانا مختار احمد صاحب ندوی نائب امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند و مدیر جامعہ محمدیہ منصورہ نے ٹیلی فون کے ذریعہ جمعیۃ اہلحدیث ہند کے امیر محترم، جامعہ سلفیہ بنارس کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عبدالوحید عبدالحق السلفی کے انتقال پر ملال کی اندوہناک خبر دی اس خبر نے تمام اساتذہ کرام کو آبدیدہ کردیا۔ اطلاع کے فوراً بعد جامعہ محمدیہ اور مدرسہ عائشہ صدیقہ میں تعطیل کردی گئی، طلبہ اور طالبات کو ہدایت کردی گئی کہ مرحوم کے حق میں دعائے خیر کریں، نیز بعد نماز ظہر مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

بعد نماز عصر مسجد میں ہی تعزیتی مجلس منعقد ہوئی جس میں تمام اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی۔ قلت وقت کے باوجود اکثر اساتذہ نے مرحوم کی وفات پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"محترم مولانا علیم اللہ صاحب کشمیری نے موصوف کی وفات کو جمعیۃ اہلحدیث ہند، جامعہ سلفیہ بنارس اور تمام مسلمانان ہند کے لیے، عظیم نقصان قرار دیا۔ آپ نے فرمایا ایسی شخصیتیں بار بار دنیا میں نہیں آتیں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

محترم مولانا نور العین صاحب سلفی نے فرمایا: دنیا میں جو بھی آتا ہے جانے کے لیے ہی آتا ہے، لیکن یہ المیہ سب سے بڑا ہے کہ جانے والے کی جگہ پر نہیں ہو پاتی۔ مرحوم بھی ایسی ہی عظیم شخصیتوں میں سے ایک تھے جن کی کمی پوری نہیں کی جاسکتی۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب سلفی نے ناظم صاحب رحمہ اللہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا: کہ موصوف اوصاف

حمیدہ اور خصائل حمیدہ کے مالک تھے، غنی اور استغنا، آپ کا نمایاں وصف تھا۔ آپ نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ سب کو ساتھ لے کر چلیں۔

مولانا عبدالقدوس صاحب سلفی نے کہا کہ آپ اپنی خوبیوں کی وجہ سے طلبہ اور اساتذہ سب کے لیے پرکشش تھے، سب آپ کو دل و جان سے چاہتے اور آپ کا انتہائی احترام کرتے تھے۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب سلفی نے فرمایا: ہم اہلحدیثوں پر خصوصاً اور تمام مسلمانانِ ہند پر عموماً مصائب و آلام کا لامتناہی سلسلہ چل پڑا ہے۔ مولانا اسلم کانپوری کی وفات، مولانا عبدالمبین صاحب منظر کی وفات، بدایوں اور بھاگلپور کے مسلمانوں کے قتل عام کے غموں سے ہم بوجھل تھے کہ اپنے امیر محترم اور ناظم عمومی جامعہ سلفیہ بنارس کی وفات کی خبر ہم پر بجلی بن کر گری۔ موصوف جن خوبیوں کے مالک تھے وہ بیک وقت ایک شخص میں مشکل ہی سے پائی جاتی ہیں۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔

آخر میں محترم شیخ انیس الرحمان صاحب اعظمی عمری (شیخ الجامعہ) نے اپنے خطاب میں فرمایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ دنیا کو شہداء اللہ فی الأرض۔ زمین پر اللہ کے گواہ۔ فرمایا ہے۔ یہاں پر اتنے اساتذہ کرام کے مرحوم کے حق میں کلماتِ خیر واقعی اللہ کے گواہوں کی گواہی ہے ؎

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو!

آپ نے فرمایا: مرحوم سے میرا راست تعلق آٹھ سال (جامعہ سلفیہ میں تدریس کا زمانہ) تک رہا، اس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ امانت و دیانت، اخلاص و للہیت، وقار و حلیم، اخلاق و کردار، انتظام و انصرام کی ساری صلاحیتیں کسی شخصیت کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں تو وہ مرحوم کی ذاتِ گرامی تھی۔

آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے استاذ شیخ محمد مجذوب کی جامعہ سلفیہ آمد ہوئی جونہی آپ کی نگاہ ناظم صاحب مرحوم پر پڑی تو فرمایا: من هذا؟ وجهه وجه أمين۔ یہ کون ہیں؟ ان کا چہرہ امانتدار کا لگتا ہے۔

آپ نے فرمایا: موصوف ایک عرصہ سے جمعیۃ اہلحدیث کے امیر تھے، اسی دوران آپ کی صحت روز بروز گرتی چلی گئی۔ جوں جوں علاج ہوتا رہا مرض بڑھتا ہی گیا۔ کئی مرتبہ آپریشن بھی ہوا۔ آخری عمر میں شدت کے ساتھ آپ کو اس کا احساس تھا کہ وہ جمعیۃ کی امارت کے متحمل نہیں ہیں۔ آپ نے بارہا کوشش فرمائی کہ اس بارِ گراں

AsliAhleSunnet.com

سے سبکدوش ہو جائیں، لیکن اراکین کے اصرار نے آپ کو خاموش کر دیا۔ اس پر جماعت کے چند احباب نے بڑا واویلا مچایا، آپ پر طنز کیا۔ طعنے دیے، ہر طرح سے آپ کو تکلیف پہونچائی۔ لیکن آپ نے اپنے خلاف محاذ بنانے والوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ بلکہ یہ اللہ کا بندہ سب کچھ سنتا اور برداشت کرتا ہوا اپنے خالق حقیقی سے جا ملا: اللّٰھمّ اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ وادخلہ الجنۃ الفردوس۔

اخیر میں آپ نے فرمایا جامعہ سلفیہ بنارس اور جمعیۃ اہلحدیث ہند اس وقت نازک مرحلوں سے گزر رہے ہیں، بلکہ یتیم ہو چکے ہیں۔ ایسے عالم میں کوئی نظر نہیں آتا جو جامعہ اور جمعیۃ کے ان بارگراں اور قومی و جماعتی امانت کو اٹھا سکے۔ نظریں ہر چہار جانب اٹھتی ہیں اور مایوس ہو کر لوٹ آتی ہیں ؎

غنچے خموش، پھول پریشاں، چمن اداس
کیا کہہ گئی یہ بادِ صبا سوچنا پڑا!

اخیر میں آپ کی ہی رقت انگیز دعائے مغفرت پر یہ تعزیتی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

محمدیہ طبیہ کالج منصورہ میں تعزیتی اجلاس

۲۷ر نومبر صبح گیارہ بجے محمدیہ طبیہ کالج منصورہ میں جمعیت اہلحدیث ہند کے امیر محترم اور جامعہ سلفیہ بنارس کے ناظم اعلیٰ، مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمہ اللہ کی وفات پر ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا، جس میں محترم مولانا عبید اللہ صاحب کشمیری اور کالج کے اساتذہ و ذمہ داران نے مولانا مرحوم کی وفات پر گہرے رنج و غم اور دکھ کا اظہار کیا۔ آپ کی وفات کو ملک و ملت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا۔

محترم شیخ انیس الرحمان صاحب اعظمی عمری نے فرمایا: مولانا مرحوم کی ذات گرامی محمدیہ طبیہ کالج کے لیے نئی نہیں ہے۔ آپ کالج کے بانیوں میں سے تھے۔ سب سے پہلے ناظم صاحب مرحوم اور مولانا مختار احمد صاحب ندوی

AsliAhleSunnet.com

نے جامعہ سلفیہ بنارس میں طبیہ کالج قائم کیا، لیکن نامساعد حالات، وجوہات اور دشواریوں کی بنا پر اس کو مجبوراً بند کرنا پڑا۔ جامعہ محمدیہ منصورہ کے قیام کے بعد اس کے بانی مولانا ندوی صاحب نے مولانا مرحوم سے مشورہ کرکے منصورہ میں طبیہ کالج قائم کیا۔

آپ نے فرمایا: مولانا مرحوم کے احسانات، ہمدردیاں اور مفید مشورے جامعہ محمدیہ کے ساتھ محمدیہ طبیہ کالج کے ساتھ بھی تادم زیست قائم رہے۔

اس تعزیتی مجلس کا اختتام آپ کی دعائے مغفرت پر ہوا۔ اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ ...

حجیت حدیث

مجموعۂ مقالات

علامہ ناصر الدین البانی، علامہ محمد اسماعیل گجرانوالہ۔

قیمت - ۳۵ روپے (علاوہ محصول ڈاک)

پتہ - مکتبہ سلفیہ ریوڑی تالاب بنارس

اسلام میں سنت اور حدیث کا کیا مقام ہے: اس موضوع کو تفصیل سے جاننے کیلئے یہ کتاب مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ کثرت مواد اور ٹھوس دلائل کے اعتبار سے اردو زبان کی بے مثال کتاب ہے۔

AsliAhleSunnet.com

امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی وفات پر

ریاض میں تعزیتی اجلاس

"مولانا عبدالوحید صاحب سلفی ناظم جامعہ سلفیہ بنارس و امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند آخرت کو سدھار گئے"۔ یہ تھے وہ غمناک الفاظ جو ۲۶ نومبر کی صبح سعودی عرب کے شہر ریاض میں مقیم سلفی اخوان کی سماعت پر بجلی بن کر گرے، اور چند گھنٹوں کے اندر شہر کے طول و عرض میں پھیلے اخوان کو سوگوار کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یوں تو انسانی زندگی کے ساتھ غم و خوشی اور موت و حیات کے سلسلے جڑے ہوئے ہیں اور ذات الٰہی کے علاوہ بقا کسی کو حاصل نہیں، مگر انسانی معاشرہ کی بعض شخصیتیں ایسی زمانہ ساز ہوتی ہیں کہ وہ اپنی قائدانہ صلاحیتوں، بے پناہ لیاقتوں اور دوسرے اوصاف و محاسن کی بنا پر مدتوں یاد کی جاتی رہیں گی۔ ان کی موت صرف ایک فرد، ایک ذات کی موت نہیں ہوتی بلکہ ایک قوم ایک جماعت اور ایک عہد کی موت ہوتی ہے۔ برسوں کی ریاضت اور تدریب کے بعد قوم کی رہنمائی کیلیے اس طرح کے اولوالعزم قائد ملتے ہیں۔ ایسی شخصیتیں جب اچانک درمیان سے اٹھ جاتی ہیں تو نہ صرف یہ کہ رنج و غم اور صدمات و افسوس کی وجہ سے پوری قوم پریشان ہو جاتی ہے، بلکہ وقتی طور پر ایک ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے، جس میں دور تک تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر پھر مشیت الٰہی اپنے نظام کے مطابق اس خلا کو پُر کر دیتی ہے، اور انسانی معاشرہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔

مولانا عبدالوحید عبدالحق سلفی "تغمدہ اللہ برحمتہ واسکنہ فسیح جناتہ" بلاشبہ ان مخلص، باعزم و ہمت، امین اور خداداد صلاحیت سے متصف ان سلجھے ہوئے رہنماؤں میں سے تھے جو اپنی قائدانہ لیاقتوں اور مستحسن کارناموں کی بدولت عہد ساز ہوتے ہیں، جو اپنی اعلیٰ بصیرتوں اور صلاحیتوں کی بنیاد پر زندگی کے تمام گوشوں میں قوم و ملت کی رہنمائی فرماتے ہیں اور جن کا مقصد رضاء الٰہی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، ان کے اخلاص اور حسن نیت کا ثمرہ ہوتا ہے

AsliAhleSunnet.com

کہ وہ جن امور میں ملت کی قیادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان میں خیر و برکت کا نزول فرماتا ہے اور پوری ملت اس سلسلے میں ان کی مساعدت کرتی ہے۔

مولانا کے خلوص اور شب و روز محنت و لگن کا نتیجہ جامعہ سلفیہ بنارس آج ہمارے سامنے ہے، جس کے بارے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ اس کی آبیاری میں جہاں پوری سلفی جماعت "خواہ وہ داخل ہند کی ہو یا بیرونِ ہند کی" شریک ہے وہیں ایک باغبان کی ذمہ داری کے جو فرائض مرحوم نے ادا کیے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے۔

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے دس سالہ دورِ قیادت میں امیر مرکزی جمعیۃ کی حیثیت سے انھوں نے جس قدر توازن، دانشمندی اور دیانت و امانت کے ساتھ پوری سنجیدگی و بصیرت سے جماعت کے کاز کو آگے بڑھایا وہ بھی محتاجِ بیان نہیں۔

چنانچہ جب ناظم صاحب "رحمہ اللہ وغفر لہ وجعل الجنۃ مثواہ" کی وفات کی اطلاع بذریعہ فون ۲۵ نومبر کی شب ڈاکٹر محمد لقمان سلفی صاحب حفظہ اللہ کو ملی اور ۲۶ نومبر کی صبح بنارس سے اس کی تصدیق ہوگئی تو علی الصباح یہاں کے تمام اخوان میں رنج و غم اور صدمات کی لہر دوڑ گئی اور دن بھر سارے لوگ سوگوار رہے۔ اسی وقت اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز حفظہ اللہ رئیس ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد کو دی گئی اور سماحۃ الشیخ حفظہ اللہ نے تعزیتی کلمات فرماتے ہوئے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی اور اسی وقت اپنے سکریٹری کو دار الافتاء کی جانب سے مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند، جامعہ سلفیہ بنارس اور سوگوار خاندان کو تعزیتی ٹیلی گرام بھیجنے کا حکم صادر فرمایا۔

شام کو اخوان کا ایک تعزیتی اجلاس ڈاکٹر محمد لقمان سلفی صاحب حفظہ اللہ کے مکان پر منعقد ہوا، جس میں یہاں مقیم تمام اخوان نے شرکت کی اور مرحوم کے لیے اجتماعی دعاؤں کے علاوہ ان کے مختلف کارناموں کا ذکر کیا۔ شرکاء اجلاس میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے علاوہ، مولانا عبد القدوس نذیر احمد سلفی، مولانا عبد الرشید ازہری، حافظ محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد اسحاق محمد ابراہیم سلفی، حافظ محمد الیاس عبد القادر سلفی، حافظ محمد طاہر سلفی، مولانا عبد الحی سلفی، مولانا عبد الصبور سلفی، مولانا عبد القادر سلفی قابلِ ذکر ہیں۔ بعض احباب نے ٹرانسپورٹ کی دقت کے پیش نظر فون پر اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے لیے دعاء مغفرت کے ساتھ اجلاس میں شرکت سے معذوری

AsliAhleSunnet.com

ظاہر کردی تھی۔

اجلاس میں مرحوم کی دینی، ملی، جماعتی، ادارتی، سیاسی، انتظامی، رفاہی، تمام امور میں ان کی گہری بصیرت دوانشمندی اور بروقت عملی اقدام کرنے کی خداداد لیاقت کا تذکرہ کیا گیا۔ اور اللہ رب العالمین سے مرحوم کی مغفرت پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق اور مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند جامعہ سلفیہ بنارس اور جماعت کو ان کا نعم البدل اور صحیح جانشین عطا کرنے کی دعا کی گئی، بلاشبہ ان کی جدائی سے جمعیۃ، جامعہ اور جماعت کو جو ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے۔ سوائے اس ذاتِ الٰہی کے کوئی دوسرا اس نقصان کو پورا نہیں کر سکتا۔

اجلاس میں فوری طور پر دو تعزیتی ٹیلی گرام کا مسودہ تیار کیا گیا جو ۷ر نومبر کو ہندوستان بھیج دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی لغزشوں کو معاف کرے اور جنت الفردوس میں ان کو جگہ عطا کرے، اور ہم سب کو ان کا صحیح جانشین، ان کے کاز پر عمل کرنے والا اور ان کی طرح توحید و سنت کا خادم بنائے۔ اللھم اغفر لہ فارحمہ وتغمدہ برحمتک واجعل الجنۃ مثواہ، اللھم تقبل یارب العالمین،

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند، جامعہ سلفیہ بنارس اور برصغیر کی پوری جماعت اہلحدیث ہند کو اس وقت جو صدمہ پہونچا ہے، ریاض اور سعودی عرب میں مقیم تمام اخوان، جماعت کے اس غم میں شریک ہیں۔ •••

AsliAhleSunnet.com

منظومات

AsliAhleSunnet.com

از قلم ـــ محمد حبیب اللہ شہیم صدیقی، اترولہ گونڈہ

اظہارِ حقیقت

اے خوشا جمعیت بستی و گونڈہ مرحبا
دونوں کی کوشش سے تھا اجلاس نوگڈھ کا ہوا

آج تقریباً ہوئے اس واقعے کو تیس ۳۰ سال
جب ہوئے تھے عالمانِ عصر حاضر ایک جا

رہبران دین و ملت ہند و بیرون ہند کے
زینت اجلاس سب تھے پورے شوق و ذوق سے

اک خصوصی میہماں بھی تھے سعودی کے سفیر
یعنی والا جاہ حضرت یوسف الفوزان تھے

اک طرف تو تین دن اجلاس بھی جاری رہا
سامعین وعظ پر اک کیف سا طاری رہا

اک طرف کچھ مسئلوں کے حل کی جدوجہد تھی
ہاں مگر اک مسئلہ تکمیل سے عاری رہا

اس سے ہٹ کر مدرسوں پر گفتگو ہونے لگی
یعنی ہے معیار تعلیمی پہ اک پژمردگی

گو پچاسوں مدرسے اس ملک میں موجود ہیں
ہے مگر ہر ایک میں معیار اعلیٰ کی کمی

اس لئے ایسے ادارے کی ضرورت آج ہے
جو کرے معیار تعلیمی کی ہر منزل کو طے

مختلف درجات ہوں تعلیم کے تحقیق کے
ہو ترقی کے مدارج کے لئے ہر ایک شئے

ہو گئی منظور یہ تجویز تو اٹھا سوال
شہر ہو گا کون سا اس کے مناسب حسب حال

بحث ہوتے ہوتے دہلی یا بنارس پر رکی
تو بنارس کے لئے نکلا بالآخر نیک فال

کچھ دنوں کے بعد آخر مدرسہ بن کر رہا
مرکزی دار العلوم اس کا مقدم نام تھا

سلسلہ تعلیم و تربیت کا جب جاری ہوا
تو یہی پھر جامعہ سلفیہ کہلانے لگا

مرحبا وہ وقت تھا کس درجہ بابرکت سعید
ناظم اعلیٰ ہوئے جب حضرت عبد الوحید

تھوڑی مدت بعد آیا وہ بھی دن جب آپ کو
صدر جمعیت کا عہدہ بھی ملا اس پر مزید

AsliAhleSunnet.com

دونوں عہدوں پر رہے اک شان محبوبی سے وہ
اور کار منصبی کرتے رہے خوبی سے وہ

ایک مدت تک رہے فائز بغیر اختلاف
مسئلے حل کرتے تھے پوری خوش اسلوبی سے وہ

چونکہ حق پہچاننے کی ان کو حاصل تھی تمیز
حق کو حق کہنے سے مانع تھی نہ ہرگز کوئی چیز

اس لئے تھا مبنی بر انصاف ان کا کام اور
صدر و ناظم دونوں حیثیت میں تھے ہر دلعزیز

اک زمانے تک رہا سب کچھ مناسب پاک صاف
ان کے بارے میں نہ تھا ہرچند کوئی اختلاف

ہاں مگر امراض جسمانی مخالف ہو گئے
پھر نہ آخر کر سکا پیکر اجل ان کو معاف

اس طرح وہ ہو کے عاجز غمزدہ اندوہگیں
چھوڑ کر خویش و اقارب اہل خانہ کو غمیں

چل دیئے دار فنا سے سوئے فردوس بریں
رحم فرما ان پر اے رب رحیم الراحمیں

تھے جناب عبدالوحید اہل خرد دانا عقیل
یہ بھی واضح ہے کہ تھے لاریب اک مرد جلیل

خاص نمبر ہے محدث کا شہیم اس واسطے
تاکہ ہو تاریخ میں محفوظ یہ ذکرِ جمیل

AsliAhleSunnet.com

نذرانۂ الفت و محبت

برائے حضرت العلام مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمۃ اللہ تعالیٰ

از قلم — حبیب اللہ شمیم صدیقی

تھے زعیم قوم و ملت حضرت عبدالوحید
یعنی مولانائے عالی مرتبت عبدالوحید

ہے مرے قلب و نظر میں الفت عبدالوحید
فاش می بینم جمالِ صورتِ عبدالوحید

تازہ تر رکھنا اگر ہے ان کے ذکرِ خیر کو
تو پڑھو گاہے بگاہے سیرتِ عبدالوحید

یاد دل میں موجزن ہے عزت و توقیر سے
اور نظروں پر مسلط الفتِ عبدالوحید

اس تعلق کو دوامی شکل دینے کے لئے
خاص نمبر کو ہے حاصل نسبتِ عبدالوحید

جامعہ کے بام و در میں صحنِ مسجد میں ہنوز
گشت کرتی پھر رہی ہے نکہتِ عبدالوحید

ذکر ان کا زینت قلب عزیز و اقربا
اور نظروں میں جمال صورتِ عبدالوحید

جامعہ کے ناظم اس پر صدر جمعیت بھی تھے
مجمع البحرین تھی شخصیتِ عبدالوحید

مبدءِ فیاض کی بے پایاں بخشش کے طفیل
بے نیاز غیر حق سے تھے حضرتِ عبدالوحید

مال و زر علم و عمل فکر و نظر کے تھے امیں
یوں بہر صورت غنی تھے حضرتِ عبدالوحید

تاجرانہ ذہن زیرِ سایۂ اسلام تھا
اس لئے تھی تاجروں میں وقعتِ عبدالوحید

صالحوں کے ساتھ ہوگا تاجر صادق امیں
کاش پائیں یہ قرابت حضرتِ عبدالوحید

AsliAhleSunnet.com

اک مدبر اک مفکر دیدہ ور روشن ضمیر ۔ نکتہ سنجی دور بینی فطرتِ عبدالوحید
اک کریم النفس عالم و مائل اعمال خیر ۔ ہے دلیل خاص بہر عزتِ عبدالوحید
ترش روئی تلخ گوئی سے انھیں تھا اجتناب ۔ خندہ روئی خوش کلامی خصلتِ عبدالوحید
جام و سنداں باختن سے واقف و آگاہ تھے ۔ بادۂ وحدت کا ساغر راحتِ عبدالوحید
میں نہیں کہتا کہ تھے ہر چند ما فوق البشر ۔ ہاں مگر ممتاز تھی بشریتِ عبدالوحید
امتیاز خیر و شر پر تھی بڑی گہری نظر ۔ لائقِ تعریف تھی یہ خصلتِ عبدالوحید
نفس امارہ پہ قابو ہے جسے وہ مرد ہے ۔ دیدنی اس امر پہ ہے ہمتِ عبدالوحید
ہے جری جو نفس و شیطاں کو شکست فاش دے ۔ ہے عیاں اس ضمن میں بھی جرأتِ عبدالوحید
جس جگہ پہونچے وہاں عزت ملی وقعت ملی ۔ اور کی تسلیم سب نے عظمتِ عبدالوحید
وارد مکہ ہوئے جب تو ائمہ نے بشوق ۔ مؤمنانہ شان سے کی عزتِ عبدالوحید
ساری تحریراتِ نظم و نثر کا موضوع خاص ۔ ہے پئے حسن عقیدت مدحتِ عبدالوحید
فکرِ دنیا سے بڑی حد تک رہے وہ بے نیاز ۔ تھی مگر محشر کی بخشش حسرتِ عبدالوحید
ہے ضروری بعد رحلت اے عزیزانِ کرام ۔ ہو دعائے مغفرت سے نصرتِ عبدالوحید

دو عدد زائد پہ لکھو عیسوی سن اے شہیم
بھولنا دشوار تر ہے رحلتِ عبدالوحید
۸۹+۲ +۵۱۱ +۶۱۵ +۶۳۸ + ۱۳۵ =
۱۹۹۰ء

AsliAhleSunnet.com

نظم

از حضرت مولانا عبدالوحید مرکزی امیر کے سالِ وفات کی تاریخ

(حضرت شاکر گیاوی)

غم جو قدرت کی طرف سے آئے تم اسکو سہو
مرضئ مولا پہ راضی صابر و شاکر رہو

داغِ فرقت ملک و ملت کو اچانک دے گئے
وہ امیر مرکزی جو تھے نہایت صاف گو

دے گئے پیغام ہم کو اپنے حال وقال سے
کہہ دو ہر ہر فرد سے کروٹ بدل، اٹھ اب نہ سو

چاہئے دونوں پہ ہو تیری نگاہِ دُور بین
فکرِ دنیا میں رہ اور دین بھی دل میں سہو

صاف اور ستھری سی ہے تیری صراطِ مستقیم
ایسی سیدھی راہ میں لِلّٰہ تو کانٹے نہ بو

دینِ خالص کا شبانہ یوم ہو خدمت گزار
مفت اپنے قیمتی اوصاف کو ہرگز نہ کھو

عظمتِ رفتہ کی اپنی بازیابی کے لئے
رب کے آگے سرنگوں ہو رب کے آگے خوب رو

کیا بتاؤں کیا تھے وہ اہل حدیثوں کے امیر
کیا سناؤں کس قدر تھے ان میں اوصافِ نکو

سالِ رحلت کی اگر شاکر ہو تم کو جستجو
"حضرت عبدالوحید راہبر ازکیٰ" کہو

AsliAhleSunnet.com

سایۂ افسردگی

(بر وفات مولانا عبدالوحید رحمۃ اللہ علیہ)

مجاز اعظمی

روح فرسا حادثے با چشمِ نم دیکھا کریں، ہم مشیت کا یہ اندازِ کرم دیکھا کریں،
سایۂ افسردگی عرب و عجم دیکھا کریں جس طرف نظریں اٹھیں تصویرِ غم دیکھا کریں
اوّلِ شب کون اس خاکِ عجم سے اٹھ چلا آبدیدہ رات بھر شمعِ حرم دیکھا کریں
بزم سے ناگاہ اٹھ جانا امیرِ بزم کا بے صدا سازِ قضا کا زیر و بم دیکھا کریں
جانے والے کا عجب انداز تھا ہر گام پر دیر تک اہلِ نظر نقشِ قدم دیکھا کریں
گفتگو میں دلنوازی تھی کہ ہر دل کی صدا وہ رہیں محوِ تکلم اور ہم دیکھا کریں
منصبِ عز و شرف پر وہ مثالِ انکسار ایسے کم ہوں گے یہاں جو خود کو کم دیکھا کریں
اجتماعِ دین و دنیا تھا، مگر کس شان سے آستانِ دین پر دنیا کو خم دیکھا کریں
ایک سکتہ ہو گیا طاری جب آئی ہے خبر دم بخود قاصد ہمیں قاصد کو ہم دیکھا کریں
ختم ہے اک بابِ زریں خدمت و اخلاص کا ملک و ملت اس کو حسرت سے بہم دیکھا کریں
سرنگوں ہے جو جماعت کی قیادت کا علم کون بڑھ کر اب اٹھائے وہ علم دیکھا کریں
اے خدا ان پر ہوں تیری رحمتیں شام و سحر مرقدِ پُرنور میں باغِ ارم دیکھا کریں

ان کے اوصافِ حمیدہ ضبط کرنے میں مجاز
ٹوٹ جائیں گے بہت سارے قلم دیکھا کریں

★

AsliAhleSunnet.com

یادش بخیر

بروفات مولانا عبد الوحید صاحب ناظم اعلیٰ سلفیہ

یادش بخیر شیخ جواں دل بخلد رفت
آمد خبر کہ میر افاضل بخلد رفت

عبد الوحید ناظم اعلیٰ وفات یافت
آں پختہ کار وجوہر قابل بخلد رفت

آں پیکر خلوص و وفا درجہاں نماند
آں صدر بزم رونق محفل بخلد رفت

آں پیشوائے خلق بہ سیر جناں رسید
آں مرد پاک طینت و عاقل بخلد رفت

آں ناخدائے کشتیٔ ارباب سلفیہ
کشتی رسید چوں لب ساحل بخلد رفت

آں صاحب کمال بہ یک ناخن ہنر
صدہا کشودہ عقدۂ مشکل بخلد رفت

تیرہ شد قلب و نظر از فراقِ اُو
آں نور چشم و روشنیٔ دل بخلد رفت

محروم گشت سلفیہ از نور فیضِ اُو
آں چرخ علم رامہِ کامل بخلد رفت

چوں مژدۂ وصال رسید از قضائے حق
نغمہ سرائے ہمچو عنادل بخلد رفت

ذاتش کہ بود مغتنم از بہرِ علمِ دیں
سیر آمدہ ز فرط مشاغل بخلد رفت

احباب را کہ از غمِ ہجرش قرار نیست
بگذاشتہ چو طائر بسمل بخلد رفت

روشن نمودہ درجہاں شمع علوم دیں
دادہ نشانِ جادۂ منزل بخلد رفت

در بست و پنج ماہ نومبر بوقت شام
در روز شنبہ آں مہ کامل بخلد رفت

شوقؔ از برائے سال وفاتش چو فکر کرد
آمد ندا ز غیب جواں دل بخلد رفت
۱۴۱۰ھ

AsliAhleSunnet.com

تہذیب کا ساغر

وفا صدیقی
بھوپال

حضرت مولانا عبدالوحید سلفیؒ امیر جمعیۃ اہلحدیث ہند کی وفات پر ایک تاثر

ویراں ہوئی بزم دیدہ وراں تہذیب کا ساغر ٹوٹ گیا
جو مرکز علم و دانش تھا افسوس وہی گھر ٹوٹ گیا

وہ شمع سحر بے نور ہوئی جس شمع سے محفل روشن تھی — وہ خوشبو فضاؤں میں گم ہے جو خوشبو سرِ گلشن تھی
گلزار سلف شاداب رہے وہ نظم صباحت ڈھونڈتی ہیں — ارباب گلستاں کی نظریں گم گشتہ قیادت ڈھونڈھتی ہیں
ہر گام اندھیرا چھایا ہے، ہر گام ہزاروں طوفاں ہیں — کس سمت چلیں کس موڑ رکیں اب قافلے والے حیراں ہیں
منزل کا پتہ جو دیتا تھا وہ میل کا پتھر ٹوٹ گیا
ویراں ہوئی بزم دیدہ وراں تہذیب کا ساغر ٹوٹ گیا

جس سمت بھی دیکھو جامعہ میں اک عالم گریاں طاری ہے — دروازوں پر دیواروں پر اک منظر حیراں طاری ہے
اخلاق و مروت تھے جس میں نظروں سے وہ صورت اوجھل ہے — بے کیف ہوئے منظر سارے ہر منظر ذہن پہ بوجھل ہے
جو عزم و عمل کا پیکر تھا صد حیف وہ پیکر ٹوٹ گیا
ویراں ہوئی بزم دیدہ وراں تہذیب کا ساغر ٹوٹ گیا

کب قائم و دائم دنیا ہے یہ دنیا عالم فانی ہے — دو لمحوں کا اک قصہ ہے دو لفظ کی ایک کہانی ہے
جو آتا ہے وہ جاتا ہے اور موت سبھی کو آتی ہے — پر موت جہاں میں عالم کی عالم کا زیاں بن جاتی ہے
ایسا ہی وفاؔ اک کوہِ الم، دل والوں کے دل پر ٹوٹ گیا
ویراں ہوئی بزم دیدہ وراں تہذیب کا ساغر ٹوٹ گیا

AsliAhleSunnet.com

ایم ، اے غفار خوشتر اصلاحی
مدیر اعلیٰ
"دعوت صادق" پٹنہ

حضرت
مولانا عبدالوحید سلفی مرحوم و
مغفور سابق امیر مرکزی جمعیت اہلِ حدیث
ہند ، و سابق ناظم جامعہ سلفیہ بنارس کی
عظمت و منقبت و خدمتِ دین سے متعلق

منظوم تأثرات

پیکرِ خلق و اخلاص و شیریں بیاں ان کی عظمت کا ہر سمت چرچا عیاں
ہر دلوں پہ محبت کا سکہ رواں آج ہے ان کی رحلت کا غم بیکراں

دین کے رہنما قوم کے پاسباں
کیوں نہ آنکھیں ہوں انکے لئے خونفشاں

ملّتِ بیضا کے اک مجاہد تھے ، وہ اور "سلفی جمعیت" کے قائد تھے ، وہ
نیّر "آسمانِ عبادت" تھے ، وہ مردِ میدانِ ملکِ عدالت تھے ، وہ

دین کے رہنما قوم کے پاسباں
کیوں نہ آنکھیں ہوں انکے لئے خونفشاں

زندگی ان کی دینی امانت رہی خدمتِ دین میں عمر اب کی کٹی
جامعہ کو ملی ان سے تابندگی ایک عالم کو ان سے ملی روشنی

دین کے رہنما قوم کے پاسباں
کیوں نہ آنکھیں ہوں انکے لئے خونفشاں

پھر ہے صحنِ چمن غمزدہ باغباں پھول پژمردہ غنچے بھی ہیں خوں چکاں

AsliAhleSunnet.com

دے رہا ہے خراجِ عقیدت یہاں — سرنگوں ہو کے خامہ مرا بے گماں
دین کے رہنما قوم کے پاسباں
کیوں نہ آنکھیں ہوں انکے لئے خونفشاں
غم کو پا کر بھی وہ مسکراتے رہے — "راہِ منزل" سبھوں کو بتاتے رہے
شمع طوفاں میں بھی وہ جلاتے رہے — قلبِ مضطر کو خوشتر بناتے رہے
دین کے رہنما قوم کے پاسباں!
کیوں نہ آنکھیں ہوں انکے لئے خونفشاں

ضروری اعلان

کاغذ کی گرانی اور طباعت کی شرح میں اضافہ کی وجہ سے محدث کا

مجبوراً یکم جنوری ۹۱ء سے سالانہ زرِ تعاون ۴۵ روپے اور

ایک شمارہ کی قیمت ۴ روپئے کی جا رہی ہے۔

ادارہ محدث

AsliAhleSunnet.com

عبدالوحید نازش ایمان چلا گیا

عبدالرؤف حیرت السلفی، سدھارتھ نگری

افسوس اپنا محسنِ ذی شان چلا گیا
دے کر نشاطِ روح کا ساماں چلا گیا

انسانیت کی زلف معطر سنوار کر
وہ باکمال، محترم انساں چلا گیا

اس کی زباں سے پھول برستے تھے علم کے
رعنائی سخن کا گلستاں چلا گیا

وہ اک اداشناس تھا تعمیر دین کا
دارالعلوم جس پہ تھا نازاں چلا گیا

نغماتِ حرم صبح بنارس کی فضا میں
مہکا کے ایک مردِ مسلماں چلا گیا

دانشوری کو دیدہ وری جس نے سکھائی
وہ عاشقِ محاسنِ قرآں چلا گیا۔

اسلام کا نقیب، مبلغ حدیث کا
عبدالوحید نازش ایماں چلا گیا

ملت کا غم گسار، مسیحائے وقت تھا
جو بانٹتا تھا درد کا درماں چلا گیا

حیرت کی یہ دعا ہے الٰہی تو بخش دے
وہ تھا بہارِ خلد کا خواہاں چلا گیا

AsliAhleSunnet.com

اے کہ تو..

از قلم، حماد انجم، ایڈوکیٹ

اے کہ تیری یاد میں کھوئی ہے جمعیت تری
دم بخود، نم دیدہ سب کو کر گئی رحلت تری

جانے کیوں رہ رہ کے مجھ کو یاد آتا ہے بہت
تو کہ دیکھی بھی نہ تھی میں نے کبھی صورت تری

ہاں! ترے چرچے سماعت میں ہیں رس گھولے ہوئے
ذہن و دل میں "بے غبار آئینہ" ہے سیرت تری

تیرے علم و فن کے احباب و معاند معترف
تھی بہت مقبول خاص و عام شخصیت تری

خوئے درویشی و شانِ خسروانہ ہم کنار
آئینہ دارِ جلالت ہے جمالیت تری

تیرے در پر مطمئن جویائے اسرار و نکات
حرفِ آخر کی طرح بے لاگ ہے حجت تری

ہو گئے ہیں سیر تجھ سے تشنہ کامانِ علوم
"چشمۂ صُفہ" کی صورت جاری علمیت تری

"جامعہ سلفیہ" اور "جمعیت اہل حدیث"
آبِ زر سے ہے رقم دونوں طرف خدمت تری

ہاتھ میں لی تو نے اورنگ سلیماں کی زمام
مستند نظم و قیادت کی صلاحیت تری

نسبتِ اسلاف تیرے نام کا اک جزو ہے
پوری آب و تاب سے واضح ہے سلفیت تری

دین و دنیا کی متاعِ بے بہا قدموں میں تھی
بارگاہِ ایزدی میں خم عبودیت تری

دیکھتے تھے دیکھنے والے تماشائے کرم
بے خبر بٹتی رہی ہاتھوں ترے دولت تری

پاک بازو پاک طینت، نیک نام و نیک کار
یوں بھی تو مشہور ہے "بے داغ ہے شہرت تری"

مصرعۂ طرحِ دعا حماد کے ہونٹوں پر ہے
"نور سے روشن رہے آٹھوں پہر تربت تری"

ثبت ہے تیرا بھی عالم کے جریدے میں دوام!
ہر زماں زندہ رہے گا تا قیامت تیرا نام!

AsliAhleSunnet.com

سانحہ ہے جاں گسل صبر آزما

وحید العصر جناب مولینا عبد الوحید صاحب ناظم جامعہ سلفیہ بنارس و امیر جمعیۃ اہل حدیث ہند کی خبر وفات سے متاثر ہو کر ..

از، عبد الغنی عبد الرحمن فیضی سلفی مدرس جامعہ فیض عام مئو۔

رونقوں کا شہر ہے حسرت بھرا ۔۔۔ حلقۂ حق آشنا محزون ہوا!
آہ! مرگِ حضرت عبد الوحید ۔۔۔ سانحہ ہے جاں گسل صبر آزما
علم کے شیریں کا وہ فرہاد تھے ۔۔۔ معاملوں کے تھے عجب عقدہ کشا
شہر میں تھے مرجعِ اہل نظر ۔۔۔ ملک میں تھے اہل حق کے مقتدیٰ
حاصلِ کشت عمل ہے سلفیہ ۔۔۔ جس نے سلفیت کو پھر زندہ کیا
حاصل ذہن رسا عرضِ ہنر ۔۔۔ جامہ پوشِ بے نمود دے دیا
ذات میں دریائے ناپیدا کنار ۔۔۔ وصف میں مجموعہ صدق و صفا

چھن گیا جب سے مرا یارائے ضبط ۔۔۔ آنسوؤں کا سلسلہ جاری رہا

رحمت حق سایہ افگن ہو دوام
ان کی تربت پر ہے فیضیؔ کی دعا

AsliAhleSunnet.com

عبدالوحید نازشِ دوراں نہیں رہا

سالک بستوی

زخمِ غمِ حیات کا درماں نہیں رہا
نبّاضِ قوم عیسیٰ دوراں نہیں رہا

وہ رازدارِ محفلِ یاراں نہیں رہا — وہ غمگسارِ بزمِ عزیزاں نہیں رہا
وہ اسوۂ رسول کا شیدا چلا گیا — عبدالوحید نازشِ دوراں نہیں رہا
مغموم زندگی کی کرے کون دل دہی — وہ دل نواز محسنِ انساں نہیں رہا
دریائے اضطراب کی طغیانیاں نہ پوچھ — تسکینِ قلب و روح کا ساماں نہیں رہا
عالم تھا بے مثال مدبر تھا باکمال — دارالعلوم جس پہ تھا نازاں نہیں رہا
نغموں سے جس کی صبح بنارس رہی تھی فیضیاب — سازِ حرم کا اب وہ غزلخواں نہیں رہا
باچشمِ نم ہے آج زلیخائے کائنات — زنداں شکن وہ یوسفِ زنداں نہیں رہا
ہوش و خرد کے رخ پہ وہ تابندگی نہیں — علم و ادب کا آہ! نگہباں نہیں رہا
غنچوں کے لب پہ وہ حسیں مسکان اب کہاں — نازاں تھا جس پہ اپنا گلستاں نہیں رہا
ابھرے ہوئے ہیں چہروں پہ کیسے نقوشِ درد — وہ زندگی کے باب کا عنواں نہیں رہا
عبدالوحید سلفی جماعت کا تھا امیر — افسوس اب وہ جانِ بہاراں نہیں رہا
عالِم کی موت، موت ہے عالَم کی دوستو — اسلام کا وہ نیّرِ تاباں نہیں رہا

دکھتی ہوئی رگوں کو سکوں بخشتا تھا وہ
سالکؔ وہ چارہ سازِ مریضاں نہیں رہا

AsliAhleSunnet.com

تاریخی مادے
اور
قطعات

AsliAhleSunnet.com

تاریخی مادّے

بر وفات

مولانا عبدالوحید صاحب سلفی

رحمۃ اللہ

نتیجۂ فکر

جناب شاکر گیاوی

(۱) تاریخ با سال رحلت جناب مولانا عبدالوحید صاحبؒ

۸۹ ۱۹ء

(۲) ہے ہادیٔ وحید طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

۸۹ ۱۹ء

(۳) آہ مولانا عبدالوحید بھی فوت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

۱۰ ۱۴ھ

(۴) غفر لہ اللہ الوحید

۱۰ ۱۴ھ

(۵) امیر مرکزی غفر اللہ لہ

۱۰ ۱۴ھ

(۶) حیف امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بھی چل بسے بھائی

۱۰ ۱۴ھ

(۷) آہ ہادی ہدا مولانا عبدالوحید بھی فوت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

۱۰ ۱۴ھ

(۸) مولانا عبدالوحید ازہر جنت الفردوس

۱۰ ۱۴ھ

(۹) حضرت مولانا عبدالوحید صاحب دالسلفی

۸۹ ۱۹ء

(۱۰) مولانا عبدالوحید سلفی اب وحید جنت الفردوس

۱۰ ۱۴ھ

(۱۱) ہے ہادی وحید ادخل لہ اللہ الفردوس

۱۰ ۱۴ھ

AsliAhleSunnet.com

قطعاتِ سنِ وفات

بر رحلت حضرت آیات حضرۃ العلام مولانا الحاج عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ

نتیجہ فکر: محمد حبیب اللہ شہیم صدیقی گونڈوی

عالم بے مثل تھے عبدالوحید نکتہ بیں — دیدہ ور، بالغ نظر، سنجیدہ دل، اہلِ یقیں
ہاں مگر حکمِ خدا سے پی کے جامِ مرگ آج — اب ہوئے آخر کو وہ جنت مآبِ خلدِ بریں

۲۵ + ۸۲۸ + ۲۳ + ۲۱۷ + ۸۹۶ =
۱۹۸۹ء

عمر بھر کرتے رہے وہ تربیتِ اہلِ حدیث — ان کا مقصد تھا کہ ہو تقویت اہلِ حدیث
آہ لیکن کر گئے رحلت تو یوں لکھو شہیمؔ! — ہے وفاتِ رہبرِ جمعیت اہلِ حدیث

۵۰۲ + ۴۰۷ + ۵۲۳ + ۵۵۸ =
۱۹۸۹ء

علمِ دیں، علمِ تجارت میں تھے یکتا اور طاق — جامعہ کی نصرت و وسعت میں تھے چوبند و چاق
اس خصوصیت کے باعث اے جناب عبدالوحید — آج اب ہے روح فرسا آپ کا داغِ فراق

۲۳ + ۵۵۵ + ۲۵ + ۱۳۸۶ =
۱۹۸۹ء

دین میں ہیں جتنے ارکان و فرائض یا وجوب — تا حدِ مقدور کرتے تھے عمل مرحوم خوب
صدرِ جمعیت بھی تھے لیکن کیا دنیا سے کوچ — اس طرح گویا ہوا اب بدرِ جمعیت غروب

۵۲ + ۲۰۶ + ۱۷۳۱ =
۱۹۸۹ء

AsliAhleSunnet.com

اک زعیم قوم و ملت اور اک فرد فرید ❊ جاں نثار مسلک اسلاف اک مرد سعید
بندہ مخلص تھا تیرا اے خداوند مجید ❊ ہے دعا ہو آج عکس بخشش عبد الوحید

= ۱۳۵ ۱۳۰۲ + ۷۳

۱۴۱۰ھ

شرک و بدعت سے یقیناً صاف تھا ان کا نہج ❊ اس بنا پر رکھ خدایا عامل سنت کی لاج
بخش دے ہر دو دنیاں یا الٰہی اور پھر ❊ ہو منور روح نورِ لطف سے مرقد میں آج

= ۴۴۹ + ۴۴۵ + ۲۱۴ + ۳۱۷

۱۴۱۰ھ

لاریب تھے وہ دین و شریعت کے خیر خواہ ❊ تھے جامعہ کے حسنِ تدبر سے سربراہ
اب جامعہ کو چھوڑ چلے تو کہو شہیم ❊ لو غم زدہ ش جامعۂ سلفیہ ہے آہ

= ۲۲ ۳۰۵ + ۵۸۲ + ۱۶۶

۱۹۸۹ء

رکھتے تھے جامعہ کو دل و جان سے وہ حبیب ❊ پر آج اس سے دور ہوئے اب نہیں قریب
رب کریم تیرے کرم کے طفیل سے ❊ ہو جائے اب بھی ناظم نعم البدل نصیب

= ۱۵۲ + ۲۲۷ + ۹۹۱ + ۱۵ + ۲۵

۱۴۱۰ھ

حرکۃ الانطلاق الفکری وجهود الشاہ ولی اللہ الدهلوی

تالیف:۔ العلامہ محمد اسماعیل السلفی رحمہ اللہ • تعریب: الدکتور مقتدیٰ حسن الازہری

"تحریک آزادیٔ فکر اور شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی" کا دوسرا اضافہ شدہ عربی ایڈیشن۔

علامہ سلفی کے محققانہ و فاضلانہ مقالات کا مجموعہ۔

مکتبہ جامعہ سلفیہ ریوڑی تالاب، بنارس۔

AsliAhleSunnet.com

نظم

مستخرجہ سالِ وفات حضرت امیر مولانا عبدالوحید سلفیؒ

حسن منظور حسن آبؔ (بی۔اے آنرز)
ایم۔اے۔ قدما جمشید پور

دارِ فانی سے گیا دے کر ہمیں رنجِ شدید — مسلکِ اسلاف کی تجدید کا فردِ وحید
یادگار اپنی بنا مرکزی دارالعلوم — دے گیا جس سے ہوں اہلِ علم و دانش مستفید
دردمندِ ملک و ملت مخلص و باحوصلہ — اور جانے خوبیاں کس قدر تھیں اس میں مزید
مال و دولت اپنی وہ کرتا تھا ملت پر نثار — اس کی ہوتی تھی سبق آموز ہر گفت و شنید
دوراندیش و وسیع القلب اور ہر دل عزیز — تاجرِ ممتاز تر جود و سخا میں وہ فرید
دعوت فکر و عمل وہ دیتا رہتا تھا سدا — بند ہو دروازۂ دینی تو اس کا تھا کلید،
داستانِ ماسبق کی طرح اس کی داستاں — زندہ و پائندہ رہ جائے کہ جیسے ہو جدید
اس کی رحلت کا ہمیں جو غم ہے اس میں اے خدا — صبر دے ایسا کہ ہم سے ہو نہ بے صبری پدید
دین و دنیا کی جو چھوڑا ہے اس نے قیمتی — یا الٰہی اس کا وہ ترکہ ہو ہم سب کو مفید
تھا فدائی ملتِ بیضا کا جو ہے لازوال — اس سے روشن تھا چراغِ سیدِ احمد شہیدؒ

یہ دعا ہے اے حسنؔ دیگر مناہی کے سوا
"شرک بھی معدوم کر دے مرقدِ عبدالوحیدؒ"

AsliAhleSunnet.com

خوشتر اصلاحی

تاریخ رحلت

جناب مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمہ اللہ

گلستان سلفیہ (۱) کے باغباں
ملت اسلامیہ (۲) کے پاسباں ①
سیر کرنے جنت الفردوس کی
دارِ فانی سے گئے ہیں بے گماں

ان کے افکار ملل اے ہوشمند
تھے مقاماتِ تخیل سے بلند ②
خدمتِ دیں میں یہ انکا حال تھا
ڈالتے تھے وہ ثریا پر کمند

شہرت و مقبولیت کے آفتاب
الفتِ خلقِ خدا کے ماہتاب ③
اللہ اللہ ان کی شانِ امتیاز
آفتاب آمد دلیل آفتاب

ہر طرح سے تھی غنیمت انکی ذات
دے گئے وہ بھی ہمیں داغِ ممات ④
خوشتر بس تاریخ رحلت لکھ دو یہ
چودہ سو دس (۱۴۱۰) ہجری ہے سالِ وفات

(۱) جامعہ سلفیہ بنارس - (۲) مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند -

AsliAhleSunnet.com

JANUARY & FEBRUARY 1991 Vol. IX - No. I, II

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

مطبوعات جامعہ سلفیہ

اللمعات

الی ما فی أنوار الباری من الظلمات

تالیف

محمد رئیس الندوی

قیمت: جلد (اول -/35) (دوم -/35) (سوم -/50) (چہارم -/54)

مکتبہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، وارانسی

Published by: Abdul Auwal Ansari, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama
B. 18/1 G. Reori Talab, Varanasi. Editted by : A. W. Hijazi.
Printed at Salafia Press, Varanasi.

AsliAhleSunnet.com